Date.....

یادگارِ وطن

جسمیں

G. U. L

حضرات نیمی کے تراجم - عظیم آباد کے تاریخی واقعات - حسن اور شام سندر کے حالات
شعراء و علما کے تذکرے - اخبارون کے مضامین - شعر و سخن کے عمدہ مباحث درج ہین

مؤلفہ

عالم یمی فاضل لوذعی - علامۂ زمن - محقق کامل الفن جناب مولانا

ابو الخیر محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی

حسب الحکم

ملازمانِ حضور پر نور عالیجناب معلی القاب فلک اقتدار الاتبار

نواب شیخ حسین میان صاحب بہادر وائسرائے گورنمنٹ علاقہ کاٹھیاواڑ قدیم

باہتمام

خاکسار امیدوار رحمتِ پروردگار محمد نثار حسین نثار

مالک کارخانۂ عطر و قومی پریس و مہتمم پیام یار

قومی پریس لکھنؤ مین چھپی

قیمت فی جلد -

سنہ ۱۳۱۲ ہجری

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین یادگار وطن

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حمد	۲	ذکر ملا سعد عظیم آبادی	۴۲
نعت	۴	بحث عدد ہمزہ	۴۵
سبب تالیف	〃	ترجمہ مولف	۴۹
نیمی کی کیفیت	۵	ترجمہ مولانا رحمۃ اللہ لکھنوی	۵۱
حالات بہار	〃	ترجمہ حضرت شمشاد لکھنوی	۵۳
بارہ گیان	۶	ترجمہ حضرت تسلیم لکھنوی	۵۷
تراجم حضرات نیمی	صفحات مختلفہ	ترجمہ مولانا محمد سعید عظیم آبادی	۶۰
بحث تاے مدورہ	۱۳	مولف اور جناب جلال لکھنوی کے جھگڑے	۷۵
تحقیق لفظ ارم	۱۷	ترجمہ جناب قدر بیرسٹاری	〃
بحث تمیمہ وغیرہ	۱۸	بحث ہاے استعمالی	۱۰۰
ذکر علماے نگرنہ	۲۰	بحث متروکات	۱۰۱
تحقیق لفظ سہ	۲۲	حالات عظیم آباد پٹنہ	۶ و ۱۱۹
ترجمہ شاہ عبدالوہاب مرحوم	۲۴	میر بقچہ کی لڑائی	۱۳۳
ذکر ہفت یارہ	〃	حسن اور شام سندر کے حالات	۱۳۵
بحث لفظ عاشورار	۲۶	بحث عدد علیین وغیرہ	۱۴۲
تاریخ فصلی	۲۸	بڑھیا باڑھ کی کیفیت	۱۴۳
ترجمہ جوشش عظیم آبادی	۳۰	بحث ترکیب الفاظ ہندیہ	۱۴۸
بحث سقوط عین	۳۴	بحث تسمیہ عبدالنبی وغیرہ	۱۵۰
ذکر مثنوی گنج شائگان	۳۵	خاتمہ کتاب۔	۱۵۲
تحقیق خبائث	۴۱		

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَی میرے پیارے دوستو ذرا غفلت کا پردہ دل سے اوٹھا کے غور سے اِس عالم کے انقلاب
پر نظر کرو کہ زمانہ کیسے کیسے پلٹے کھایا کرتا ہے اور کیا کیا نیرنگیان دکھایا کرتا ہے۔
ایکدن وہ تھا کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام اپنی پیاری بی بی حوّا کے ساتھ باغ بہشت
کی بہار لوٹا کرتے تھے۔ اور ایکدن وہ آیا کہ اوس روح افزا باغ سے اِس خارستان دُنیا
مین اوتار دیئے گئے اور طرح طرح کے اُلجھاؤ مین پڑے۔ شداد نے کِس دعوے کے ساتھ
چاندی اور سونے کی اینٹون کا بہشت بنایا۔ کیسے کیسے خوشنما درخت لگائے۔ نقش و نگار
مین کیا کیا صنّاعیان کین۔ مگر کِس حسرت کے ساتھ اِس جہان سے اوٹھ گیا کہ ایک نظر
بھی اپنے دلکش بہشت کو نہ دیکھ سکا۔ نمرود جسنے حضرت ابراہیمؑ کو اوٹھا کر آگ کے انبار مین
پھینکدیا تھا۔ تکبر سے جسکا دماغ آسمان پر رہا کرتا تھا اوسکو ایک ناچیز مچھر نے کِس ذلت کے
ساتھ ہلاک کر دیا۔ فرعون جو خدائی کا دعوی کیا کرتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دم بھرا کرتا تھا
آخر کِس بے بسی سے دریائے نیل مین ڈبویا گیا۔ سکندر جو نامی پادشاہ تھا بڑے بڑے سلاطین اُسکے
خراج گزار تھے عقل سے وہ وہ نایاب چیزین بنائین جو قیامت تک یادگار رہین گی مرنیکے
بعد اوسکی قبر کا بھی پتا نہین کہ کہان ہے ؎ نہ گورِ سکندر نہ ہے قبر دارا ✦ مٹے نامیون کے
نشان کیسے کیسے ✦ حضرت یوسفؑ جنکے حسن کو ایک عالم مانتا ہے جنپر زلیخا ایسی مہ جبین
پروانہ وار فریفتہ تھی وہ کیا ہوئے اور اونکا وہ حسن عالم افروز کیا ہوا۔ قیسِ مجنون جسکے

B. U. L.

حسرت واقعات دل کو تڑپا دیتے ہین بیساختہ آنکھون سے آنسو اُبل پڑتے ہین اور اُنکی
نازنین محبوبہ لیلیٰ جسکی بھولی صورت اور نمکین شکل کا چرچا ہمیشہ شعرا کیا کرینگے وہ دونون
گیا ہوئے اور کہان گئے۔ اِن سب کو جانے دو اپنے اون عزیزون کو خیال کرو جو ایک دن
تمھارے سامنے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتے تھے تمھارا دل بہلایا کرتے تھے جنکا رونا دل دکھا دیتا تھا
جسکی نکلیف تمھین بیچین کر دیتی تھی جنکو ناز سے گھنٹے گود مین پالا تھا۔ اب وہی آغوشِ گور
مین سوتے ہین۔ تم ایک نظر دیکھنے کو ترس گئے اور وہ کچھ ایسے کفن مین مُنہ لپیٹے سوئے ہین
کہ اونکو کروٹ بدلنا دشوار ہے۔ اب اسکو بھی جانے دو اپنے ہی حالات پر غور کرو کہ پہلے
تم کیا تھے اور اب کیا ہو اور آئندہ چل کے کیا ہو گے۔ ایک مجھی کو دیکھو کہ اسوقت یہ حسرت
بھرے مضامین رولانے والی تحریر لکھ رہا ہون اور کچھ دنون بعد میرے احباب مجکو مرحوم
و مغفور لکھین گے۔ جب اِس عالم کا انقلاب آنکھون کے آگے پھر گیا اور تمھین یقین ہو گیا کہ
یہان کی ہر چیز چند روزہ ہے۔ پس ایسی بے ثبات چیزون سے دل لگانا اور عاقبت کا
نہ کرنا تمھین کہو کہ سراسر غفلت ہے یا نہین۔ مجکو اور تمکو چاہیے کہ ایسے قدیم لازوال مالک سے
دل لگائین جو سارے عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ جسنے ہدایت کے لیے کتنے انبیا بھیجے۔ توریت
زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ کتابین نازل کین۔ حکم ماننے والون کو جنت کی بشارت دی۔ اور
منکرون کو آتشِ جہنم کی وعید فرمائی۔ افسوس ہم لوگ بہت کچھ خوابِ غفلت مین پڑے رہے
ع اوٹھو اوٹھو کہ بس اب سر پر آفتاب آیا۔ آؤ ہاتھ مُنہ دھو کے خدا کی عبادت کرین
اوسکے سامنے سر جھکائین۔ اگلی تقصیرات سے توبہ کرین۔ وہ عاجزی سے بہت خوش ہو جاتا ہے
دم بھر مین سیکڑون گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خود اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ارشاد
فرماتا ہے۔ اے پروردگار عالم بیشک تیری عبادت ہمپر فرض ہے اور ہمارے واسطے سراسر
سرمایۂ فخر ہے ؎ کہتا ہون صدقِ دل سے دونون کو خوشنما مین * مجکو تو عجز میرا تجکو
غرور تیرا۔ یا غافر الذنوب مین اسوقت تیری بارگاہِ عالی مین گناہون سے شرمسار
آیا ہون۔ نہایت نادم و پشیمان حاضر ہوا ہون ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار مین آئے

اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

نعت

ہم لوگون پر اللہ تعالےٰ جل شانہ کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ جب اس عالم مین ہر طرف گونگی سیاہی پھیل گئی۔ لوگ خدا کے لاکھون شریک بنانے لگے۔ کوئی لات کو پوجنے لگا اور کوئی منات کو ماننے لگا۔ تو ہدایت کے لیے اپنا خاص رسول بھیجا جنکا نام پاک محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ دین اسلام کے چمکانے مین کیا کیا جانفشانیان کین اور کیسے کیسے صدمے اوٹھائے۔ ایسے ایسے اعجاز دکھائے۔ کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے خدا کی قدرت کاملہ یاد آجاتی ہے۔ کبھی تو ایک اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور کبھی اونگلیون سے پانی کا چشمہ بہا دیا۔ درختِ بیس کو مثل ناقۂ خوشرو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لے آئے۔ سنگریزون سے اپنی رسالت کی گواہی دلائی۔ شب معراج آسمان پر تشریف لیگئے۔ عالمِ بالا کی سیر کی قربِ الٰہی سے شادکام ہوئے۔ ایک عالم نے آپکا کلمہ پڑھا۔ ایک زمانہ آپ پر ایمان لایا۔ جو لوگ شقی ازلی تھے وہی اس نعمت سے محروم رہے۔ دین و دنیا دونون مین اونکی مٹی خراب ہوئی۔ اور ہم تو لاکھ بار کہہ چکے ہین اور اسوقت بھی صدقِ دل سے کہتے ہین لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اے دعاؤن کے سننے والے امیدون کے پوری کرنے والے ہماری دلی آرزو یہی ہے کہ اسی کلمۂ پاک پر ہمارا خاتمہ ہو جائے۔ اور جب بعد دفن ہمارے عزیز آشنا ہمکو گور غریبان شہر خموشان مین تنہا چھوڑ کر گھر کی راہ لین اور نکیر و منکر آئین تو بیساختہ یہی کلمۂ مبارک زبان سے نکلجائے ع این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

سببِ تالیف

ایک رات بستر خواب پر لیٹا ہوا مین کروٹین لے رہا تھا۔ آنکھون سے نیند اوچٹ گئی تھی۔ پلک سے پلک جدا تھی۔ طرح طرح کے خیالات پیش نظر تھے۔ زمانے کا انقلاب عالم کا تغیر آنکھون مین پھر رہا تھا۔ یکایک یہ خیال گذرا کہ نیمی جو میرا پیارا وطن ہے اور جہان کے جھونپڑے اور ٹوٹے پھوٹے گھر اور پیال کے بستر کے آگے دوسرے مقامات کے عالیشان کمرے اور قالین و مخمل کے رنگین فرش نظر مین نہین جچتے۔ خدا جانے اگلے زمانے مین کیسے کیسے بزرگ وہان سے اوٹھے اور ملک عدم کو راہی ہوئے جنکی ٹوٹی پھوٹی قبرون کا

نشان تو درکنار آج کوئی اونکا نام تک نہین جانتا ۔ خاک مین ایسا ملایا گردش
افلاک نے + لاکھ ڈھونڈو کچھ نشان رفتگان ملتا نہین + اگر یہی حال دنیا مین تو وہ
حضرات جنکو سو دو سو برس سے زیادہ زمانہ نہین گذرا اور جنکے واقعات پرانے لوگون کو
ابھی تک یاد ہین بلکہ آج کل کے وہ ہموطن جنکو میری آنکھون نے دیکھا ہے اور جنکی
شکل میرے نظر ہے افسوس کچھ دنون بعد اونپر دو قطرے آنسو بہانے والے کا تو کیا ذکر
کوئی اونکا نام لیوا تک نہ رہیگا ۔ مین کچھ نہین کہہ سکتا کہ اس دل تڑپانے والے خیال نے مجھے
کسقدر بیتاب کیا اور مجکو اُن گورِ غریبان کے بسنے والون پر کس قدر حسرت و افسوس ہوا
پھر مین نے سوچا کہ اکثر حضرات نے تذکرے لکھے ہین اور مُلک عدم آباد کے رہنے والونکا
نام روشن کرکے اون کی روحون کو خوش کیا ہے مین بھی اپنے قلم اعجاز رقم کی مدد سے
اون غریبون کا تذکرہ لکھکر اون کے نامون مین بقا کی روح پھونکدون ۔ جس سے
قیامت تک اونکا نام صفحۂ عالم پر روشن رہے ۔ اور ناظرین باتمکین خصوصاً اونکے خاندان
کے لوگ اپنے بزرگون کا ذکر دیکھکر دعائے خیر سے اونکی روحون کو خوش کرین غرضکہ
مین نے یہ سوچکر ہمت چست باندھی اور خوب چھان بین کرکے پہلے نیمی پھر بہ ترتیب حروف
تہجی حضرات نیمی کے حالات و واقعات لکھڈالے ۔ اور اکثر جگہہ قطعات تاریخی بھی نظم کرکے
درج کیے ۔ اور اس تذکرے کا نام یادگار وطن رکھا ۔ چونکہ جابجا اسمین مفید باتین
درج کی گئی ہین مجھے اُمید ہے کہ جو لوگ صاحب بصیرت ہین ۔ اگر نظر غور سے دیکھینگے
تو انشاء اللہ تعالے دل و جان سے پسند کرینگے اور طرز تحریر سے خوش ہوکر اور فوائد
عجیبہ و مباحث غریبہ سے نفع اوٹھاکر مؤلف کو دعائے خیر سے یاد فرمائین گے +۔

نیمی کی کیفیت

میری پیاری بستی جسکا نام نیمی بروزن دہلی بکسر نون و سکون یا معروف و کسر میم ہے ۔ صوبہ بہار[1]

[1] بہار ایک معروف و مشہور مقام ہی جو نیمی سے دس بارہ کوس کے فاصلے پر دکھن جانب واقع ہے ۔ یہان سیکڑون اولیاء اللہ مدفون ہوے ہین ۔ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری قدس سرہ کا مزار مبارک بھی یہین ہی اسی وجہ سے فراغ دہلوی نے کہا ہے ۔ ع اجمیر ہو کے جائینگے ای فراغ ہم بہار + ایک سفر کا اپنا ارادہ اسی اور ہے + شاہی زمانہ مین یہ صوبہ تھا عظیم آباد ۔ آرہ ۔ گیا ۔ مونگیر وغیرہ اسکے علاقے مین تھے ۔ اس صوبہ مین سیکڑون علمائے نامدار و فضلائے عالی تبار گذرے ہین علامہ علام یحیی صاحب حواشی مشہورہ اور ملا محب اللہ مصنف مسلم و مسلم الثبوت یہین کے رہنے والے تھے ۱۲ منہ + + + +

Scanned by CamScanner

ضلع عظیم آباد[1] پٹنہ پرگنہ غیاپتور تھانہ فتوحہ[2] کے علاقہ مین بارہ گیان[3] مین واقع ہے۔
یہ تو خدا جانے کہ کس صدی مین اسکی بنا ہوئی مگر اتنا مین کہہ سکتا ہون کہ بہت پرانی
بستی ہے جسکو کئی سو برس گزر گئے۔ یہان اٹھارہ[18] اونیس[19] بیگھہ کا ایک بڑا تالاب ہے
جسکے ہر چار جانب آبادی ہے۔ اور ایک طرف شہر خموشان آباد ہے۔ اور تین طرف بستیان
ہین۔ پورب والی بستی کو نیمی اور دکھن والی کو ممپتپور اور پچھم والی کو سیانچک

[1] عظیم آباد ایک نامی شہر ہے جسکو پٹنہ بھی کہتے ہین یہان سے نیمی چھہ سات کوس کے فاصلے پر دکھن
جانب مائل بمشرق واقع ہے۔ اس شہر مین بہت سے اہل کمال گذرے ہین۔ مرزا بیدل یہین کے رہنے
والے تھے۔ فارسی گو شعرائے ہند مین امیر خسرو کے بعد انھین کا رتبہ ہے انکا کلیات ایران مین بھی مروج ہے

[2] فتوحہ ایک مشہور قصبہ ہے جو عظیم آباد سے پورب مائل بجنوب چار کوس کے فاصلے پر ہے۔ پٹنہ کے بعد
یہین اسٹیشن ہے یہان سے نیمی دکن جانب دو کوس کے فاصلے پر ہے ۱۲ منہ

[3] بارہ گیان بفتح کاف فارسی و یاے مخففہ اصطلاح مین ایسی بارہ بستیون کو کہتے ہین جو زمانۂ قدیم سے شیخزادون
سے آباد ہین اور انمین شادی بیاہ بے تکلف ہوتا چلا آتا ہے۔ اگلے زمانے کے شیخزادے اون بارہ
گانون کے علاوہ کہین اور شادی کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ صوبۂ بہار مین کئی بارہ گیان ہین۔ انمین
جو سب سے زیادہ مشہور اور معزز بارہ گانون ہین اور بہار اور پٹنہ کے وسط مین واقع ہین۔ جہان کے
شیخ نہایت سربرآوردہ ہین وہ یہ ہین (۱) نیمی جسکا تذکرہ مولف لکھ رہا ہے۔ یہ بستی
مرکز دائرہ کی طرح وسط مین واقع ہے۔ اسکے ہر چار طرف بارہ گیان کے بقیہ مواضعات تین کوس کے
اندر واقع ہین جو بستیان اس دائرہ سے باہر ہین وہ بارہ گیان سے خارج ہین (۲) جھٹولی۔ یہ بستی نیمی کے
اوتر تین کوس کے فاصلے پر ہے اس موضع کی بہت بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ یہان دریا کے کنارے حضرت شیخ
شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید
اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے پیر بھائی ہین حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری قدس سرہ اور حضرت شیخ احمد
چرم پوش بہاری رحمۃ اللہ علیہ آپکے نواسے ہین۔ بی بی کمال جنکا مزار کاکو مین ہے آپکی صاحبزادی ہین۔ آپکی بی بی
کا مزار آپ ہی کی نعل مین ہے۔ آپکے روضۂ مبارک کا لقب کچی درگاہ ہے۔ اس بستی مین ایک اور بزرگ
حضرت شاہ آدم صوفی رح نامی کا مزار ہے جسکو لوگ پکی درگاہ کہتے ہین یہ دونون بزرگ آسمان ولایت کے درخشندہ
آفتاب و ماہتاب ہین (۳) ہرداس بگھہ یہ بھی نیمی سے اوتر دو کوس کے فاصلے پر ہے (۴) کنوٹیہ
جو نیمی سے پورب مائل بشمال دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ اسکے قریب چک جلیل نامی ایک پرانی اور آباد بستی تھی

جواب بالکل بت دنابود ہوکر کشت زار ہوگئی وہین کے اکثر لوگ کٹوہ مین بسے ہین {۵} ایری صلطے پور جوبنی کا پرب مائل جنوب ایک کوس کے فاصلے پر ہے {۶} محی الدین پور جوبنی سے دکھن تین کوس کے فاصلے پر ہے جناب میانصاحب دہلوی کے سربرآوردہ شاگرد اور حضرات غیر مقلدین کے نامی پشت پناہ جناب مولوی لطف حسین صاحب یہین کے رہنے والے ہین {۷} مگرنہر جوبنی سے دکھن دو کوس کے فاصلے پر ہے یہان کثیر علمائے نامدار اور فضلائے باوقار ہوئے ہین۔ جناب مولانا محمد امین اللہ امین مرحوم مصنف قصیدہ اور جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم مرحوم مؤلف مجمی شرح فارسی دیوان تسنی اور جناب مولانا مولوی لطف حسین مرحوم متخلص خلاق صاحب دیوان فارسی اور مولانا مولوی علیم الدین حسین مرحوم مصنف سلم الافلاک اور جناب مولانا مولوی گلزار علی مرحوم اسی گانون کے رہنے والے تھے۔ آج بھی یہ مردم خیز بستی اہل علم سے خالی نہین یہان ایک پرانے شاعر سپہر وزیر لکھنوی کے شاگرد جناب میر احمد حسین صاحب عرف میر ہماری متخلص بہ احمد رہتے ہین جنکے مذاقیہ اشعار نہایت ہی دلکش ہوا کرتے ہین {۸} اشرف پور جوبنی سے دکھن دو کوس کے فاصلے پر ہے یہ بستی مخدوم شاہ اشرف قدس سرہ کی بسائی ہوئی ہے جنکا مزار آج تک وہان موجود ہے۔ یہان کے پانی مین عجب اثر ہے کہ ایک زمانے سے یہان کے اکثر لوگ دل کے شیر اور لڑائی بھڑائی مین بڑے دلیر ہوتے چلے آتے ہین {۹} ڈیانوان۔ جوبنی سے دکھن مائل بمغرب تین کوس کے فاصلے پر ہے یہان جناب مولوی گوہر علی مرحوم ایک نامی رئیس گزرے ہین جنکی جود وسخاوت کا ڈنکا بجتا ہے اہل الخیرات تاریخ وفات ہے۔ انکے صاحبزادے جناب مولوی محمد احسن مرحوم بھی اپنے پدر بزرگوار کے ہم قدم تھے۔ انکے نواسے جناب مولوی شمس الحق صاحب بھی اسی بستی مین رہتے ہین جنکی تالیفات سے دینیات مین بعض رسائل چھپکر شائع ہو چکے ہین حال مین انکی التعلیق المغنی علی الدار قطنی بھی چھپی ہے آج کل ابو داود کی شرح غایۃ المقصود نام لکھ رہے ہین {۱۰} برانوان جو جوبنی سے پچھم کچھ کم تین کوس کے فاصلے پر ہے {۱۱} چہتیر بگھیہ جوبنی سے پچھم تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ {۱۲} بکرم پور جوبنی سے اوتر مائل بمغرب تین کوس کے فاصلہ پر ہے یہ بارہ بستیان اصلی بارہ گیان ہین جو سیکڑون برس سے شیخزادون کے آباد ہین اگرچہ انمین سے بعض بستیان اب ابتر حالت مین ہین۔ اس بارہ گیان کے جوار مین شیخزادون کی یہ بستیان واقع ہین سگریانوان۔ رسول پور۔ خانپورہ۔ سالار پور۔ فرید پور۔ اکنیٹر صالح پور۔ کولانوان۔ مہکار۔ مخدوم پور۔ سلیمان چک۔ مہوچک۔ بہوچپور۔ لودی پور۔ پنچرد کھیہ۔ سعد اللہ پور۔ موجی پور۔ پیغمبر پور۔ سیلپور۔ کسارا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب بستیون مین شادی بیاہ اب جاری ہے بلکہ انمین سے بعض بستیان بارہ گیان کے توابع سے ہین کہ زمانہ قدیم ہی مین بارہ گیان کے لوگ اونمین جا بسے تھے۔ جیسے فرید پور۔ خانپورہ۔ رسول پور۔ اکنیٹر۔ پیغمبر پور کہ یہ سب بستیان بہت پرانی ہین اور پرانے لوگ بے تکلف شادی بیاہ کیا کرتے تھے اور انمین سے بعض بستیان توابع مین بھی نہین۔ مگر عدم تحقیق کی وجہ سے لوگون کو اونپر بارہ گیان کا دھوکا ہوتا ہے جیسے سگریانوان۔ کولانوان۔ مہکار۔ صالح پور۔ سالار پور وغیرہ ہرچند فی زمانہ یہ سب بستیان نہایت معزز ہین بعضے نہایت ہی قدیم ہین اور اب کثرت سے شادی بیاہ جاری ہے مگر پرانے لوگون کے بیان سے اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ بارہ گیان کو ان مواضعات سے بارہ صدی مین کچھ علاقہ نہ تھا اسنہ

کہتے ہین۔ یہ دونون بستیان جس طرح ظاہر مین بوجہ کمال اتصال نیمی کے ٹوے معلوم ہوتی ہین حقیقت مین بھی یہ دونون نیمی ہی کے رقبات سے ہین۔ میانچک سے متصل پچھم طرف ایک اور ٹولہ تھا جسکا نام **چک سید ولی** تھا۔ اسمین حضرات سادات رہا کرتے تھے۔ خدا بخشے جب میر ناصر علی اور میر باقر علی اور میر جعفر علی کا زمانہ آیا۔ میر ناصر علی شادی کے بعد اپنی سسرال مین رہنے لگے۔ کچھ دونون بعد میر باقر علی و میر جعفر علی مین کچھ ایسا جھگڑا پھیلا کہ میر باقر علی مرحوم تنگ آکے دوسری جگہہ جا بسے۔ چلتے وقت یہ دوہرہ کہہ گئے تھے

باقر بھئے بکری اور جعفر بھئے ہونڈار ۔۔۔ کہیو بھائی ناصر سے کہ چک بھیا اوجاڑ

یہ دوہرہ سید کی زبان سے نکلا تھا۔ واقعی رفتہ رفتہ اوس ٹولے مین جتنے مکان تھے سب کے سب اوجڑ گئے جنکا نشان آجتک موجود ہے ؎ از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را + میانچک مین کوئی مسلمان نہین کل لوگ ہندو کی قوم سے ہین اور ممپنور مین ہندو مسلمان دونون رہتے ہین۔ یہ بستی جب **اشرف علی خان** کو کہ تخلص بہ **فغان** دہلوی کے پوتے **فیاض علیخان** مرحوم کے قبضے مین آئی تو اونھون نے اس بستی کا نام ممن پور سے **مومن پور** بدلدیا۔ اوسی زمانے سے اسکے دو نام ہوے۔ مگر ممن پور زیادہ معروف و مشہور ہے۔ رہی پورب والی آبادی جسکو نیمی کہا کرتے ہین اور جہان مولف کا گھر ہے وہان بھی ہنود اور مسلمان دونون رہتے ہین۔ اور مسلمانون مین شرفا زیادہ ہین۔ اور لطف یہ ہے کہ وہان جتنے شریف ہین سب ایک ہی شخص یعنی شیخ **شیر محمد** بن شیخ **عبدالرزاق** صدیقی مرحوم کی نسل سے ہین۔ آج نیمی مین کوئی ایسا شریف نہین جو جناب شیخ مرحوم کی اولاد سے نہو۔ رہا شمالی حصہ جو گورستان ہے اوس تھوڑی سی زمین مین اسقدر مردے دفن ہوے ہین کہ اگر آج ہی حشر برپا ہو جائے تو بھی ایک ایک قبر سے خدا جانے کتنے مردے اٹھ کھڑے ہون۔ اگر غور کیجیے تو وہ گورستان نہایت موقع سے واقع ہے کیونکہ ایک تو پانی کو رحمت سے مناسبت ہے۔ عجب نہین کہ وہ تالاب جسکے کنارے وہ شہر خموشان آباد ہے اموات کے حق مین باعث رحمت ہو۔ دوسرے وہان کے لوگون کو آتے جاتے وہ گورستان نظر آجاتا ہے جس سے مرد دوراندیش کو عبرت کے ساتھہ موت یاد آجاتی ہے اور دل مین کہہ اوٹھتا ہے کہ ایک دن انھین لوگون کی طرح مجکو بھی خاک مین ملنا ہے۔ اور عزیز و آشنا کو چھوڑ چھاڑ کر اسی سنسان میدان کے کسی گوشہ مین پڑ رہنا ہے۔ اس گورستان

کی بڑی خوشنصیبی یہ ہے کہ یہان مخدوم ملک الاولیا حضرت بخش شہید قدس سرہ کا مزار ہے - یہ بزرگ بہت بڑے ولی اور صاحب کرامات ہین - ان کے مزار پر اکثر خود بخود چراغ روشن ہو جاتا ہے - نئی روشنی والے تو اسکو فاسفورس ہی کہین گے مگر اون کا خیال اوسوقت پلٹ سکتا ہے کہ اپنی آنکھون سے اوس روشنی کی کیفیت کو شاہدہ کرین ان کے مزار کے آس پاس لوگون نے بعض اوقات جماعت کثیرہ کا صف باندھنا اور پھر نظرون سے غائب ہو جانا معائنہ کیا ہے - انکے مزار پر خدا جانے کس زمانے سے ایک بڑا زہر مہرہ جو وزن مین دس بارہ سیر سے کم نہو گا رکھا ہوا ہے صحت اور امراض مین عجیب انتفع چیز ہے - جہان کسیکو درد گلو وغیرہ ہوتا ہے لوگ اسکو گھس گھس کے نیمگرم لگاتے ہین اور بہت جلد نفع پاتے ہین - غالبًا اسی بزرگ کے مزار کی وجہ سے وہ اراضی جو گورستان سے ملحق ہے اوسکا نام روضہ آباد مشہور ہوا ہے - پہلے اس بزرگ کے مزار کی چار دیواری تک پختہ تھی - مگر رفتہ رفتہ حوادثِ زمانہ سے ایسی منہدم ہو گئی کہ اوسکا نشان تک باقی نہین کسی شخص نے قصد کیا تھا کہ پختہ گنبد تعمیر کیا جائے - اسی کے تہیہ مین تھا کہ حضرت شہید علیہ الرحمہ [illegible] آکر کہا کہ میری تربت کو گنبد وغیرہ سے کچھ کام نہین، ونعم ما قیل

[illegible] ست - پہلے انکا مزار مرجع عام تھا - اطراف وجوانب [illegible] جب سے یہان کے لوگون کو بدعات قبور سے اجتناب کی [illegible] عوام جو شان ظاہری کے پابند ہین اونکی توجہ بہت [illegible] بسیر از غیب ہے - غرضکہ یہ دو [illegible] بعض لوگ ایک نقل یہ [illegible] ذاکو جماعت [illegible] وہ لوگ درگاہ [illegible] قریب پہونچے تو یکایک [illegible] ڈاکو بھاگ کھڑے ہوئے - اگر ایسا ہوا تو بہ فحوائے [illegible] مقام نہین المختصر ایک طرف گورستان اور تین جانب بستیان ہین [illegible] بن بہت بڑا تالاب ہے جسمین سیکڑون سرخ نیلوفر جنکی دل لبھانے والی رنگت

[illegible] ون نے نیلوفر کو نیلوپھل کا معرب لکھا ہے نیلو ہندی زبانمین پانی کو کہتے ہین یعنی پانی کا پھل اسکے کئی قسمین ہین سرخ نیلوفر [illegible] شرت ہوتے ہین سلور قی الدم وغیرہ کے لئے نہایت مفید ہین ہندوستانمین بہت کم ہوتا ہین ضلع عظیم آباد مین پہلے نہی سے سوا اور کہین نہین تھا

لالہ حمرا سے کچھ کم نہین اپنا جلوہ دکھایا کرتے ہین صبح کو جسوقت سورج کی کرن اونپر پڑتی ہے تو وہ سب لال پھول کھلجاتے ہین اور وہ تالاب لالہ زار نظر آنے لگتا ہے سرخ کے علاوہ اونمین سفید نیلو فر بھی پھولا کرتے ہین جو رات کو کھلتے ہین جس وقت اونپر چاندنی پڑتی ہے عجب بہار نظر آتی ہے - اس تالاب کے کنارے پورب جانب ایک عظیم الشان پختہ مسجد[1] جسکی بنا ۱۱۷۵ھ مین ڈالی گئی تھی فی الحال طیار ہوئی ہے - اسکے قریب دو بنگلے تالاب ہی کے کنارے ایسے موقع سے واقع ہین کہ وہان کے بیٹھنے والون کو پانی کے لال پھولون کی نکھار اور تالاب کے مختلف لہرون کی بہار اور روضہ آباد کا لہلہاتا ہوا مرغزار صاف نظر آجاتا ہے جس سے گھبرائی ہوئی طبیعت بہل جاتی ہے - دل کی کلی کھلجاتی ہے - اگرچہ نیمی کوئی شہر نہین - کوئی بڑا قصبہ نہین - جہان دیکھو وہان غربا ہی کے ٹوٹے پھوٹے گھر نظر آئین گے - مگر پھر بھی ایسی دلکش جگہہ ہے کہ بیان سے باہر ہے

غزل

بہار اسکی نہ کیون بھائے کہ ہے میرا وطن نیمی
بنا ہین خوشنوا بلبل بنی صحن چمن نیمی

بوسون شام غربت سے تھکا ماندا بھوکا پیاسا
دکھاتی ہے بہار جلوہ صبح وطن نیمی

چلو اب سبزہ زارون سے بہار بوستان لوٹین
بنی ہی آجکل برسات سے رشک چمن نیمی

جوانان صنوبر قد و گل اندام کے صدقے
نہین رکھتی مقرر حاجت سرو و سمن نیمی

وہ تالاب اور وہ آب روان وہ سرخ نیلوفر
بھا لیتے ہین دل رکھتی ہے وہ دلکش پھبن نیمی

کسی کے خامۂ مشکین رقم کی عطر بیزی ہے
اگر سچ پوچھیے ہی غیرت ملک ختن نیمی

نہان تھی گرد گمنامی مین لیکن ابر رحمت سے
چمک اوٹھی یکایک صورت در عدن نیمی

ہوا جوہر وا مین جسدم کھنچا دل ایک عالم کا
ہوئی مشہور بنگالے سے لیکر تا دکن نیمی

دل ہندوستان بیشک عظیم آباد پٹنہ ہے
مقرر ہے سویدا اسکا اے اہل سخن نیمی

جدائی ایکدم کی جیتے جی کیونکر گوارا ہو
کہ مین روح روان ہون اور وہ میرا بدن نیمی

کمال خاکساری مین یہانتک رتبہ پایا ہے
نظیر اپنا نہین رکھتی تہ چرخ کہن نیمی

مزار حضرت بخش یہان ہے باعث رحمت
ہو کیون مورد الطاف خلاق زمن نیمی

[1] پہلیہ مسجد خام تھی پھر سرنو سے جناب مولوی علی احمد مرحوم رئیس دیانوان نے پختہ تیار کرائی - اور اسکے بغل مین ایک پختہ کنوان بھی بنوا دیا جو نہایت ہی عریض و عمیق و مستحکم ہے ۱۲ منہ

یہی اے شوق میری التجا ہے حضرتِ جاں سے
رہے آباد محشر تک مرا پیارا وطن نیمی

ابو البرکات سید شاہ اکبر علی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ ممن پور کے رہنے والے سادات کرام سے تھے انکے یہان اخذ بیعت کا طریقہ جاری تھا۔ بہت سے لوگ ان کے مرید تھے۔ مرد حق اندیش و معرفت شناس تھے۔ ممن پور سے دکھن جانب ایک گورستان تھا جسکو آج ٹانڑا کہتے ہین۔ ان کے آباد اجداد وہین دفن ہوے تھے۔ انقلابات زمانہ سے وہ گورستان کشت زار ہو گیا۔ کل قبرین زمین کے برابر ہو گئین۔ انھون نے وصیت کی تھی کہ مجھے لوگ وہین دفن کرین۔ خدا غریق رحمت کرے عجب اتفاق ہوا کہ جب انتقال ہوا۔ برسات کا زمانہ تھا۔ باڑھ آئی ہوئی تھی وہ گورستان غرقاب تھا۔ انکی وصیت بجا لانے سے مجبور رہے۔ آخر وہ اوسی گورستان مین جو آج گورِ غریبان سے آباد ہے حضرت نجشن شہید کے مزار سے دکھن جانب دس بارہ قدم کے فاصلے پر تالاب کے کنارے مدفون ہوئے۔ مگر انکی قبر مبارک کچھ ایسی مٹ مٹا گئی کہ آج کل کے لڑکے نوجوان تو درکنار۔ بہت سے سن رسیدہ حضرات بھی واقف نہین "شاہ اکبر علی انار اللہ برہانہ" مادۂ سال ہے۔ اور قطعہ تاریخ وفات ہے

شاہ اکبر علی حق آگاہ — کرد چون باغِ جنان راہی رحلت
شوق تاریخ وفاتش گفتم — رفت شد کانِ صفا در جنت ۱۲ھ

مُنشی شیخ ابو الحسن صاحب نیموی

بن شیخ بشارت علی بن شیخ کفایت اللہ مرحوم۔ خدا سلامت رکھے کہ بچون مین بچے اور بڈھون مین بڈھے ہین۔ انکا خط نہایت ہی پاکیزہ ہے۔ دل کے ایسے شیر ہین کہ کسی معرکے مین ان کے تور میلے نہین ہوتے ؎ جوانمرداں تابند از کمے رو + ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گو + خدا نے انکو کئی لخت جگر نور البصر عطا کیے۔ مگر افسوس کہ کچھ دنون کنار محبت مین پلے اور آخر داغ دے کر آغوش گور مین لیٹ رہے ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شد، + اللہ تعالےٰ جل شانہ نعم البدل عطا فرمائے +۔

شیخ محمد اسمٰعیل

بن شیخ محمد ابراہیم ممبوری بن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ فلیح الدین بن شیخ محمد خلیل بن شیخ محمد جمیل غفراللہ لہم ۱۲۸۹ھ مین پیدا ہوے فرخندہ شیم تاریخ ولادت ہے۔ انکے والد شیخ محمد ابراہیم صاحب نہایت قوی آدمی ہین۔ بڑے بڑے معرکون مین انکی شرکت ہوئی۔ بارہا تلوارون کا سامنا ہوا۔ مگر کبھی اُنکے تیور میلے نہ ہوئے جو جو زور آزمائیان اور کارنمائیان ان سے ظاہر ہوئی ہین۔ ایک زمانے تک یادگار رہین گی۔ یہ دونون باپ بیٹے بفضلہٖ زندہ ہین خدا صحیح وسالم رکھے۔

محمد اشفاق مرحوم

بن شیخ نذر علی بن شیخ اصغر علی بن سیف اللہ مرحوم ساکنان نبی۔ انکا واقعہ عجب حسرت انگیز ہے۔ ماں باپ کے بہت پیارے تھے۔ ہمیشہ ہی تمنا تھی کہ جوان ہون تو نوشہ بنا کے دل کے ارمان نکالیے۔ دولھا دولھن سے گھر کو آباد دیکھیے۔ جب عالم شباب کو پہونچے نہایت خوشی کے ساتھہ بیاہ گئے۔ ہر طرف غلغلہ شادمانی برپا تھا۔ عیش و عشرت کے سامان مہیا تھے کہ یکایک وہ مرحوم مبتلاے ہیضہ ہوے۔ قے۔ دست۔ آنے لگے۔ کسی شاعر نے یہ شعر گویا انھین کے لیے کہا تھا ؎ ٹھہر ٹھہر ملک الموت قبض روح نہ کر ابھی وصال صنم کی ہے آرزو باقی۔ لاکھ تدبیرین کیگیین مگر اجل نے ذرا مہلت ندی دم بھر مین روح فنا ہوگئی۔ اور وہ سارا عشرت کدہ ماتم سرا ہوگیا۔ ادہر دولھن نے بارہ ابرن سولہ سنگار پر خاک ڈالکر رنڈسالا پہنا۔ اور ادہر اوس مرحوم دولھا کے جسم نازک سے عروسانہ لباس اوتارے گئے اور اوسکے بدے سفید کفن پہنایا گیا۔ افسوس جسکی برات ابھی نکلی تھی اب اوسکا جنازہ نکلا۔ جو محفل مین ابھی رونق افروز تھا وہ اب خواب مرگ کے سبب سے عروس لحد کا ہمکنار ہوا۔ المختصر لوگون نے نہایت حسرت کے ساتھہ آنکھون سے آنسو بہاکر اوس مرحوم کی میت کو مٹی دی۔ اور فرشتون نے بشم کنومۃ العروس کہا ؎ وہ اٹھہ گئے تو بزم بھی سنسان ہوگئی ٭ دولھا کے دم کے ساتھہ یہ ساری برات تھی ٭ اس سانحہ حسرت افزا و واقعہ جانگزا کے بعد شیخ نذر علی مرحوم کی

بقیہ اولاد بھی رفتہ رفتہ تہ راجل ہوگئی اور انکا خاندان ایسا مٹ گیا کہ آج اون کا کوئی نام لیوا نرہا۔ محمد اشفاق مرحوم کی تاریخ وفات مین نے یون لکھی ہے

چون جناب محمد اشفاق آہ — شد ہم آغوش تو عروس مزار
شوق تاریخ رحلتش گفتم — دخل الجنۃ مع الابرار

فائدہ الجنۃ کی تے کے پانچ عدد لیے گئے ہین نہ چار سیکڑے۔ یہ معرکۃ الآرا بحث کہ تاے غیر طویلہ کے کیا عدد لینا چاہیے۔ مین نے ازاحۃ الاغلاط وغیرہ مین بقدر ضرورت لکھدی ہے۔ آج نہایت تنقیح کے ساتھ اس بحث کو لکھتا ہون۔ چونکہ یہ مشہور بات ہے کہ تے کے چار سیکڑے ہوتے ہین لہذا آجتک عام خیال یہی ہے کہ تاے طویلہ ہو یا غیر طویلہ۔ اوسکے چار سیکڑے ہین۔ تاے طویلہ مین تو کسی کو کلام نہین۔ رہی غیر طویلہ جسکو تاے مدورہ بھی کہتے ہین۔ اور اوسکا اہلا دو طرح ہے گول اور شکستہ۔ اوسکے اعداد بعض مورخین نے چار سیکڑے لیے ہین جیسے ملا فائق لکھنوی نے مخزن الفوائد کا تاریخی نام خزینۃ الاصول رکھا ہے۔ اور تاے خزینہ کے چار سیکڑے لیے ہین مگر محققین اسکے پانچ ہی عدد لیتے ہین جو ہاے ہوز کے اعداد ہین خزانۂ عامرہ مین مولانا آزاد بلگرامی نے سید غلام حسن رح کی تاریخ لکھی ہے

سید مقتدی غلام حسن — کرد رحلت بجنۃ الماوی
سال تاریخ او خرد فرمود — زجہان رفت زبدۃ الفقرا

پھر لکھا ہے کہ حساب تای زبدہ پنج است نہ چہار صد۔ اور حقیقت لکھنوی نے خزینۃ الامثال کی تاریخ یون لکھی ہے

کز خزینہ بے خرج — شصت کرسے عدد بولا ہاتف خزینۃ الامثال

اور رشک لکھنوی نے رسالہ ہدایۃ الشعرا کی تاریخ یون لکھی ہے ع ہدایۃ الشعر جاے حل مصطلحات اور مولانا مفتی عنایت احمد مرحوم نے اپنی ایک کتاب کا نام تاریخی الکلام المبین فی ایات رحمۃ للعلمین رکھا ہے۔ اور شمس العلما مولانا حسرت عظیم آبادی نے ایک مسجد کی تاریخ یون کہی ہے ع انہا کعبۃ لا رض اللہ اور جناب امیر لکھنوی نے اپنے دیوان اول کا تاریخی نام مرآۃ الغیب رکھا ہے۔ اور والی۔ اسپور خلد آشیان مرحوم و مغفور کے دیوان سوم کا تاریخی نام جناب منیر شکوہ آبادی نے درۃ الانتخاب رکھا ہے۔ غرضکہ ان سب تاریخون کی تای مدورہ کے اعداد پانچ ہی لیے گئے ہین جو ہاے ہوز کے اعداد ہین۔ کیونکہ تاریخ کی بنا کتابت پر ہے نہ تلفظ پر۔ اور تاے مدورہ کتابت مین ہوز کے مشکل ہے۔ چنانچہ آزاد بلگرامی نے تذکرہ

خزانۂ عامرہ مین ناصر علی کے ترجمہ مین عقد الجواہری یہ عبارت نقل کی ہے کہ وقتیکہ لفظ و رسم الخط مختلف واقع شود مثل جملے دیگر کہ در نطق الف است و در رسم یا وشل حمزۃ و طلحۃ کہ در نطق تا است و در رسم ہا بعضے گویند معتبر ملفوظ است نہ رسم یعنی رسم (سید عبداللہ مدہر یعنی گوید قول اول معتمد علیہ است و قول ثانی نادر) اس تحریر سے ثابت ہے کہ تاے غیر طویلہ رسم الخط مین متشکل ہا ہوتی ہے اور علامہ فاکہانی نے مجیب الندا شرح قطر الندا مین بحوالہ ابو حیان لکھا ہے وعلی ہذہ اللغۃ کتب فی المصحف الفاظ بالتاء نحو ان شجرت الزقوم۔ اھم تیمون رحمت اللہ یعنی اسی بنا پر قرآن مین چند الفاظ با تا لکھے گئے ہین جیسے آیہ ان شجرت الزقوم اور آیہ اہم یقسمون رحمت ربک دیکھو بجاے شجرۃ جو شجرت اور بجاے رحمۃ جو رحمت لکھا گیا ہے تو ان الفاظ کو با تا کہا جس سے یہ بات نکلی کہ شجرۃ اور رحمۃ کا املا با تا نہین ہے بلکہ با ہا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونون متشکل ہین تاے مدورہ پر نقطے ہوتے ہین اور ہاے ہوز پر کچھ نہین ہوتا تو اسکا جواب یون دیا گیا ہے کہ یہ نقطے تشکل مین کالعدم سمجھے گئے ہین۔ چنانچہ صاحب مقامات حریری جو بہت بڑا ادیب تھا اثنا ثیون مقالہ مین جو صنعت مہملہ مین ہے تاے غیر طویلہ جا بجا لایا ہے چنانچہ اوسمین کا ایک فقرہ یہ ہے الصحۃ کاملۃ والسلامۃ حاصلۃ دیکھیے تاے مدورہ کے نقطون کا کچھ اعتبار نہین کیا۔ اور ان نقطونکو صنعت مہملہ مین لے آیا۔ مگر علامہ فیضی نے اسکے خلاف کیا ہے اور نقطون کا اعتبار کیا ہے کہ موارد الکلم کے خاتمہ مین جو صنعت منقوطہ مین ہے اوسمین نظیفۃ وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہین اب دیکھیے کہ صاحب مقامات حریری اور صاحب موارد الکلم کس پایے کے لوگ ہین مگر نقطون کے اعتبار کرنے مین دونون مختلف ہین۔ اب اگر انصاف پسندی کی طرف دیکھتا ہون تو بے ساختہ بول اوٹھتی ہے کہ صنعت منقوطہ و غیر منقوطہ مین اولے یہی ہے کہ یہ نقطے اعتبار کیے جائین اور کاملۃ اور حاصلۃ ایسے الفاظ صنعت غیر منقوطہ مین داخل نہ کیے جائین۔ اور شفیقۃ اور نظیفۃ ایسے لفظ صنعت منقوطہ مین داخل کیے جائین رہی یہ بات کہ جب نقطون کا اعتبار ہوا تو یہ تاے مدورہ متشکل ہاے ہوز نہ ٹھہری کہ پانچ عدد دیے جائین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس حرف پر ہے اور تے دونون کا اطلاق ہوتا ہے تے کا اطلاق تو ظاہر ہے۔ ہا کا اطلاق باعتبار حال کے ہے یعنی اس اعتبار سے کہ حالت

وقف مین ہے ہو جاتی ہے صاحب کافیہ نے بحث غیر منصرف مین لکھا ہے و شرطہ
ان یکون بغیر ھا اور آگے چل کے مع الہاء کی مثال مین لکھا ہے کفرازنۃ اور سورۂ
انبیا مین جو اقام الصلوٰۃ ہے اوسکے تحت مین علامہ جلال الدین محلی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے
وَحُذِفَ مِنْهُ اَقَامَةٌ تَخْفِيفًا الغرض جب دونون اطلاقات صحیح ہوئے تو دیکھنا چاہیے
کہ تاے فرشت کی شکل سے اسکو زیادہ مناسبت ہے یا ہاے ہوز سے تو انصاف پسندی
یہی کہتی ہے کہ ہے سے ہے نہ تاے فرشت سے اور تاریخ مین اعتبار کتابت کا ہوتا ہے
ہذا یہ تے ہو باعتبار آل بھی ہے ہے اور کتابت مین بھی ہمشکل ہاے ہوز کے پانچ ہی عدد
لیے جائین گے۔ ہان جب تاے دراز لکھین گے تو اسکے چار سیکڑے ہو جائینگے۔ دیکھیے یہی
جنت عربی مین جسکا املا تاے غیر طویلہ چاہیے جب عبارت فارسی واردو مین تاے دراز
سے لکھتے ہین اوسوقت اسکے تے کے اعداد پانچ سے چار سیکڑے ہو جاتے ہین۔ یا جیسے
رحمت کہ قرآن مین بعض جگہہ اسکا املا تاے طویلہ ہے لاحد رحمت اندر کلام ربانی
ہفت باشد بہ تاے طولانی ہود و اعراف و مریم و بقرہ روم و زخرف باول و ثانی
ان مقامون مین رحمت کی تے کے چار سیکڑے لیے جائینگے الحاصل جہان تاے طویلہ
ہے اوسکے چار سیکڑے ہین ورنہ پانچ عدد۔ رہی یہ بات کہ تے کہان دراز لکھنا چاہیے
اور کہان مدورہ تو ترکیب عربیہ مین تاے اصلی اور تاے ضمیر اور تاے جمع کو تو دراز لکھتے
ہین جیسے وقفت اور ضربت اور مسلمات وغیرہ۔ اور ان کے علاوہ تاؤن کو
گول یا شکستہ لکھتے ہین۔ جیسے زبدۃ العلما۔ جنۃ المادیٰ۔ مگر اعلام کو اکثر فارسی۔ اور
اردو عبارت مین تاے دراز کے ساتھہ لکھتے ہین۔ جیسے ہدایت اللہ۔ اور اگر عربی ترکیب نہین اور
تلفظ مین ہے ہے تو اوسکو بشکل ہا لکھتے ہین۔ جیسے ہدایہ و قایہ اور جہان کہین تلفظ مین
تے ہے وہان اوسکا املا تاے دراز سے لکھتے ہین۔ جیسے وحشت و قسمت وغیرہ۔ مگر
بعض حضرات جیسے ڈپٹی نذیر احمد مصنف مرآۃ العروس وغیرہ اون تاؤن کو جو
حالت وقف مین ہا ہو جاتی ہین مگر تلفظ مین تے ہی رہتی ہین۔ اردو فارسی عبارت
مین بھی شکستہ ہی لکھتے ہین موعظہ حسنہ مین وحشت کی جگہہ وحشتہ اور قسمت کی
جگہہ قسمتہ وغیرہ کی بھرمار ہے۔ اور مزا تو یہ ہے کہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ اردو مین بھی
ان تاؤن کو دراز لکھنا غلط ہے۔ اور اتنا خیال نہین کیا کہ اون تاؤن کا وہ املا عبارت

دینیات کی بہت کچھ اشاعت کردی جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء آغاز شباب مین جو حسن و عشق کا مزا دل مین تھا بعد زہد و تقوی بھی اوسکا اثر رہا۔ کہ جہان کہین کچھ دنون کے لیے انکا قیام ہوتا کسی نہ کسی عورت سے نکاح پڑھا لیتے۔ عجب شان خدا کہ دو ایک بی بیون کے سوا جتنی بی بیان جالہ نکاح مین آئی گئین بہت جلد راہی ملک بقا ہوتی گئین۔ نمی مین جیسے یہ کثیر الازواج ہوے کوئی نہوا ہوگا اور نہ شاید کوئی ہوگا۔ خدا جنت نصیب کرے۔ مرتے دم تک صوم وصلوٰۃ و تلاوت قرآن کے پابند رہے۔ مرض الموت مین بھی انکو قرآن کا شوق رہا۔ اور آخر قرآن ہی سنتے سنتے نزع روح کا عالم شروع ہوگیا اور ۶۔ ربیع الآخر روز دوشنبہ ۱۳۰۹ھ مین انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

شیخ الطاف حسین مرحوم	جامع زہد و کمالات وہم
ششم ماہ ربیع الآخر	زین جہان رفت بگلزار ارم
شوق تاریخ وفاتش گفتم	کردہ رحلت بہ جنان کان کرم

اور منشی قطب عالم صاحب نیموی بی اے نے ایک تاریخ کلکتہ سے لکھ کر بھیجی جو ذیل مین درج ہوتی ہے ؎

شیخ الطاف نیموی مرحوم	تھے جو عاشق جناب باری کے
عین تیئیسون کو پیر کے دن	ماہ کا تک مین سال فصلی کے
حور جنت کے شوق مین اکبار	ہوے تارک وہ ملک ہستی کے
ہوئی مخلوط خوب جاے حسین	ساتھ جب اونکے نام عالی کے
خامہ قطب نے لکھی تاریخ	شیخ الطاف حسین نیمی کے

فائدہ ارم اگرچہ باغ شداد کا نام ہے مگر اہل فارس مجازاً جنت کو بھی کہتے ہین۔ مولانا جامی ؎ در رہ اسلام ہر کو آمدہ + کردگار اورا دہد حور ارم + مؤلف نے ازاحۃ الاغلاط مین اس لفظ کی تحقیق کماحقہ لکھی ہے۔

فائدہ۔ کسی نظم مین اگر کوئی عیب ہو اور شاعر کسی عنوان سے اوس عیب کو ظاہر کردے تو وہ عیب عیب نہین رہتا۔ پس مادہ تاریخ سے حاے حطی تقطیع سے گرتی ہے۔ اور بغیر گرائے مصرع موزون نہین ہوتا۔ لہذا چوتھے شعر مین اسکا اشارہ کردیا گیا ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل +

محقق لفظ ارم وغیرہ

عربیہ مین مقرر ہے نہ دوسری زبان مین - عربی کے احکام جدا ہین - اور فارسی وغیرہ کے قواعد علیحدہ ع ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد - فرہنگ جہانگیری کے آئین یازدہم مین ہے کہ ہرگاہ لغت عربی کہ در آخر آن تاے فوقانی باشد و آن را در املاء عربی بصورت ہا نویسند مثل ظہیر الدولۃ والسعادۃ والرفعۃ والشوکۃ چون در پارسی نویسند آن تارات را در باید نوشت مانند ظہیر دولت و سعادت و رفعت و شوکت و این تاہا را در عبارت فارسی گرد نوشتن بے املاست +

شیخ اکبر علی مرحوم

بن شیخ سیف اللہ نیموی بن شیخ عبد الحکیم مرحوم - یہ بزرگ میرے والد مرحوم کے نانا تھے کلیمہ انکی والدہ کا اور علیمہ انکی زوجہ کا نام تھا - انکے دو لڑکیان تھین ایک کا نام بی بی مرنو تھا جو لاولد مرگئین - دوسری کا نام بی بی میدن تھا جنکی اولاد سے ہم لوگ ہین - آج نیمی مین ہم لوگون کا جو کچھ حصہ ہے انھین کا تبرک ہے - خدا بخشے ۱۱۶۳ھ مین پیدا ہوے - اور ۱۲۳۲ھ مین ماہ صفر کی ساتوین تاریخ رحلت فرمائی - مین نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

گرامی گہر شیخ اکبر علی — ازین دار دنیا چو کرد انتقال
پے سال تاریخ فوتش دلم — بگفت آہ شیخ اکبر با کمال
۱۲ھ ۳۲

شیخ الطاف حسین مرحوم

بن شیخ فضل علی نیموی مغفور - آغاز شباب مین یہ بہت بڑے شوقین تھے جہان حسن و عشق کے قصون مین کسی حسین کی تعریف نظر سے گزرتی - منہ مین پانی بھر آتا - رال ٹپک پڑتی - بیساختہ بول اوٹھتے کہ افسوس اوسوقت ہم نہ ہے - آخر مرزا پور کے سفر کا انکو اتفاق ہوا - متشرع لوگون کی صحبت اوٹھائی - حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا مولوی محمد علی رامپوری کے ہاتھ پر بیعت کی - رسائل دینیہ کی سیر سے بہت کچھ مسائل سے واقف ہوگئے - جب وطن کی طرف مراجعت کی تو لوگون کو بدعات سے روکنے لگے - ہر شخص کو صوم و صلوٰۃ کی تحریک کرنے لگے - انکی سعی مشکور نے نیمی مین

دینیات کی بہت کچھ اشاعت کردی جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء آغاز شباب مین جو حسن و عشق کا مزا دل مین تھا بعد زہد و تقوی بھی اوسکا اثر رہا۔ کہ جہان کہین کچھ دنون کے لیے انکا قیام ہوتا کسی نہ کسی عورت سے نکاح پڑھا لیتے۔ عجب شان خدا کہ دو ایک بی بیون کے سوا جتنی بی بیان جالہ نکاح مین آئی گئین بہت جلد راہی ملک بقا ہوتی گئین۔ نمی مین جیسے یہ کثیر الازواج ہوے کوئی نہوا ہوگا اور نہ شاید کوئی ہوگا۔ خدا جنت نصیب کرے۔ مرتے دم تک صوم وصلوٰۃ و تلاوت قرآن کے پابند رہے۔ مرض الموت مین بھی انکو قرآن کا شوق رہا۔ اور آخر قرآن ہی سنتے سنتے نزع روح کا عالم شروع ہوگیا اور ۶۔ ربیع الآخر روز دوشنبہ ۱۳۰۹ھ مین انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

شیخ الطاف حسین مرحوم	جامع زہد و کمالات وہم
ششم ماہ ربیع الآخر	زین جہان رفت بگلزار ارم
شوق تاریخ وفاتش گفتم	کردہ رحلت بہ جنان کان کرم

اور منشی قطب عالم صاحب نیموی بی اے نے ایک تاریخ کلکتہ سے لکھ کر بھیجی جو ذیل مین درج ہوتی ہے ؎

شیخ الطاف نیموی مرحوم	تھے جو عاشق جناب باری کے
عین تیئیسون کو پیر کے دن	ماہ کا تک مین سال فصلی کے
حور جنت کے شوق مین اکبار	ہوے تارک وہ ملک ہستی کے
ہوئی مخلوط خوب جاے حسین	ساتھ جب اونکے نام عالی کے
خامہ قطب نے لکھی تاریخ	شیخ الطاف حسین نیمی کے

فائدہ ارم اگرچہ باغ شداد کا نام ہے مگر اہل فارس مجازاً جنت کو بھی کہتے ہین۔ مولانا جامی ؎ در رہ اسلام ہر کو آمدہ + کردگار اورا دہد حور ارم + مؤلف نے ازاحۃ الاغلاط مین اس لفظ کی تحقیق کماحقہ لکھی ہے۔

فائدہ۔ کسی نظم مین اگر کوئی عیب ہو اور شاعر کسی عنوان سے اوس عیب کو ظاہر کردے تو وہ عیب عیب نہین رہتا۔ پس مادہ تاریخ سے حاے حطی تقطیع سے گرتی ہے۔ اور بغیر گرائے مصرع موزون نہین ہوتا۔ لہذا چوتھے شعر مین اسکا اشارہ کردیا گیا ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل +

محقق لفظ ارم وغیرہ

شیخ امانت حسین

بن شیخ فضل علی نیموی مرحوم۔ ۱۲۳۳ھ مین پیدا ہوئے۔ چھوٹے میان لقب ہے۔ ڈاکٹر محمد صدین کے پدر بزرگوار ہین۔ آدمی تجربہ کار و ہوشیار ہین۔ خدا صحیح وسالم رکھے۔ پرانے لوگون مین یادگار ہین۔

شیخ امیر الحسن

بن شیخ حامد حسین ممن پوری بن شیخ ذوالفقار علی بن شیخ قاسم علی بن شیخ سیف اللہ بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ معزالدین بن شیخ عبداللطیف بن شیخ عبدالحکیم غفرا اللہ لہم ۱۲۶۵ھ مین پیدا ہوئے۔ خدا ترس تاریخ تولد ہے۔ انکے پردادا جناب شیخ قاسم علی مرحوم نہایت معزز آدمی تھے۔ راجۂ کوچ بہار انکا شاگرد تھا۔ یہ خود نہایت نیکبخت وصاحب اخلاق وہردلعزیز ہین۔ انکو بعض شغلے ایسے نایاب معلوم ہین کہ بڑے بڑے اطبائے زمانہ کو معلوم نہونگے حضرت سید نا مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی مدظلہ کے مرید ہین۔ تصوفانہ مذاق رکھتے ہین۔ خدا صحیح وسالم رکھے۔ مغتنمات روزگار سے ہین۔

شیخ امین اللہ مرحوم

بن شیخ ولی اللہ بن شیخ عبدالحکیم نیموی مرحوم۔ یہ بزرگ میری جدہ مرحومہ کے جد امجد کے بھتیجے تھے۔ شیخ درگاہی ان کے بھائی کا نام تھا۔ ہے نام اللہ کا۔ یہ دونون بھائی شیخ ولی اللہ مرحوم کے چشم وچراغ۔ سن رسیدہ ہوکر لاولد اس جہان سے رحلت فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قطعۂ تاریخ

چون بفردوس رفت ازین عالم	طالبِ قربِ رب امین اللہ
شوق تاریخ شد زروے الم	شیخ والانسب امین اللہ ۱۲۸۰ھ

فائدہ۔ اس تاریخ مین ایک عدد کا تتمیہ کیا گیا ہے۔ مصرعۂ تاریخ سے ۱۲۸۰ھ نکلتے تھے ایک کی کمی تھی۔ اور لفظ الم کا روالف ہے جسکا ایک عدد ہے۔ "زروے الم" کہکے

ایک عدد داخل کر دیا۔ اور یہ دُرست ہے۔ مگر حضرت جلال لکھنوی نے افادۂ تاریخ
مین باوجود جائز رکھنے تعمیہ کے اسطرح تدخلہ اعداد کو نادرست ٹھہرادیا ہے۔ اتنا
خیال نہین کیا کہ تعمیہ کے معنے مُعمّا گفتن کے ہین۔ تعمیۂ تاریخ یہ ہے کہ مؤرخ معمّے کے طور پر
مادّہ تاریخ مین کچھ زیادہ کردیا اوسمین سے کچھ گھٹاوے۔ ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ
زدوے الم کہنے سے معمّے کے طور پر ایک عدد داخل ہو جاتا ہے۔ اور تعمیہ کی دو قسمین ہین
تدخلہ اور تخرجہ۔ اور جس طرح منطق مین تصوّر کے دو معنی ہین۔ تصور مطلق اور تصور ساذج
اور اکثر تصور کا اطلاق تصور ساذج پر ہوتا ہے اوسی طرح اکثر تعمیہ کا اطلاق تعمیہ داخلی پر
ہوتا ہے اور تعمیہ خارجی کو تخرجہ کہتے ہین۔ مگر حضرت جلال نے افادۂ تاریخ مین عجب
حیرت انگیز بات لکھی ہے وہ لکھتے ہین۔ کہ اور یہ جو بعضون نے اس قسم کو باسم تخرجہ محض
موسوم کیا ہے یہ تسمیہ غلط ہے۔ ہان تعمیہ یا تخرجہ کہتے تو دُرست تھا"، مین کہتا ہون کہ
تخرجہ کے معنے خارج کرنے کے ہین۔ چونکہ تعمیہ کی اس قسم مین کسی عدد کا اخراج ہوتا ہے
لہذا اس قسم کو تخرجہ کہتے ہین لا مشاحۃ فی الاصطلاح یہ تسمیہ غلط کیون ہونے لگا۔
قسم مین مقسم تو معتبر ہی ہوتا ہے تخرجہ کے معنے مین تعمیہ تو معتبر ہی ہوگا تعمیہ یا تخرجہ کہنے کی
کیا ضرورت ہے۔ چاہے تعمیہ داخلی کہیے چاہیے تعمیہ با تخرجہ کہیے۔ چاہے صرف تخرجہ کہیے یہ
سب اطلاقات بے کھٹکے دُرست ہین۔ اور اگر صرف تعمیہ کہیے جب بھی بہ اعتبار اطلاق
العام علی الخاص جائز ہے۔ المختصر جناب جلال کی تغلیط محض غلط ہے۔

شیخ بدیع الزمان مرحوم

یہ نیمی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین۔ انکے آبا و اجداد کا پتہ نہ لگا۔ پُرانے کاغذات
سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحکیم نیموی مرحوم کے معاصر تھے۔ نیمی کے حصۂ خرد کے مالک
شیخ عبدالحکیم مرحوم وغیرہ تھے۔ اور حصۂ بزرگ کے قابض یہ تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے
شیخ احمد مرحوم کچھ دنون قابض رہے۔ ۱۲۷۳ھ فصلی مین عامل وقت نے وارثان شیخ
عبدالحکیم وغیرہ کے نام دستک بھیجکر نیمی خرد اور بزرگ دونون کی تولیت طلب کی۔

ان لوگون نے باین عبارت جواب لکھا۔ کہ از موضع بزرگ علاقہ نداریم احمد نامی از
چندمدت بر موضع مذکور قابض است لزان تعلق دارد۔ اسپر عامل وقت نے بہت تشدد کیا

اور لکھا کہ تن اور تنی دانم کہ کیست و کدامیست معاملہ موضع مرقوم از شمایان تعلق دارد تاکہ بمولیت داخل نخواہد شد خلاصی نخواہد شد۔ شیخ احمد مرحوم یہ تشدد دیکھ کر گھر سے باہر چلے گئے اور روپوش ہو گئے۔ جب لوگون نے بہت تلاش کی تو عظیم آباد مین اون سے ملاقات ہوئی اونھون نے صاف جواب دیا کہ مجکو اوس موضع سے کچھ علاقہ سپرد کار نہین جسکا جو جی چاہے کرے۔ جب اونھون نے یہ جواب دیا تو ان لوگون نے حصہ بزرگ اور خرد دونون کو لالہ جانکی رام کے یہان اجارہ مین رکھکر عامل وقت کو زر مولیت دے دیا۔ کچھ دنون بعد ۱۱۷۵ فصلی مین لالہ مذکور نے سید علی رضا خان بہادر کے یہان رہن رکھا۔ جب یہ سب معاملے ہو چکے اور شیخ احمد مرحوم کا بھی انتقال ہو چکا تو سید غلام نجف بن سید امیر اللہ بن سید مداری مرحوم نے جو شیخ بدیع الزمان مرحوم کے کسی قسم کے وارث ہوتے تھے۔ حاکم وقت کے یہان ورثہ شیخ عبد الحکیم وغیرہ پر باین مضمون دعوی کیا کہ موضع نمی خرد عملہ پرگنہ مذکور ملکیت مدعا علیہم مرقومین ہست و موضع نمی بزرگ مخلوط الرقبہ معمولہ پرگنہ مذکور ملکیت سمی بدیع الزمان مورث من است شمایان چرا بے اذن و بے اطلاع شیخ احمد پسر بدیع الزمان مرحوم موضع مرقوم را اجارہ و رہن کردہ اید موضع مرقوم را مع ماحصل متصرف شدہ من مدعی تسلیم نمائید۔ اس دعوے کے بعد مدعا علیہم نے اقرار کیا کہ فی الواقع نمی بزرگ مدعی کے مورث کا ہے شیخ احمد کے انکار اور عامل وقت کی تشدد کی وجہ سے ہم لوگون نے ایسا کیا۔ اوس زمانے مین شیخ رحیم علیخان نامی کوئی شخص تھے وہ اس مقدمے مین حکم قرار دیئے گئے۔ اونھون نے یہ فیصلہ کیا کہ ۱۱۸۰ فصلی سے موضع نمی بزرگ کو مدعی یعنی سید غلام نجف اپنے دخل و قبضہ مین لائین۔ اور سنین ماضیہ کے ماحصل سے باز آئین۔ اور مدعا علیہم اوس سے ماتھ اوٹھائین اور بہت جلد مرتہن سے تمسک رہن واپس لیکر مدعی کے حوالہ کرین۔ اس فیصلے کے بعد حصہ بزرگ سید غلام نجف مرحوم کے قبضہ مین آیا۔ پھر ۱۱۸۲ فصلی مین اون سے جناب مولانا محمد امین اللہ[1] مرحوم ساکن موضع نگرنہسہ ضلع عظیم آباد نے خرید کیا اور ایک مدت تک اونکی اولاد کے دخل مین رہا۔ اور آج ولایتہ مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی نبیرہ جناب مرحوم کی زوجہ اوسکے قبضہ مین ہے غفر اللہ لہم

[1] مذکرہ روز روشن مین لکھا ہے کہ مولانا محمد امین اللہ عظیم آبادی از علماء عالی مقام و فضلاء ذوی الاحترام بود۔ بہ تدریس مدرسہ عالیہ انگریزی در کلکتہ اوقات عزیز صرف می نمود مختصرات از مولوی جمال الدین بہاری و مطولات از مولوی محمد قائم الہ آبادی خواندہ و تفسیر و حدیث بخدمت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی گزرانیدہ۔

شیخ بدیع الدین مرحوم

بن شیخ غلام حسن بن شیخ محمد سمیع مرحوم - یہ بھی نبی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین - ۱۲۱۹ھ تک زندہ تھے - باقی حال کچھ معلوم نہین +

شیخ بلاقی مرحوم

بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ فلیح الدین تمنپوری - جوان آدمی تھے صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے - افسوس عین شباب مین پیٹ کے کلیجے مین دم ہوکر زخم پڑگیا - گیارھوین

دماد ام الحیات بدرس وتدریس وطاعت وعبادت مصروف ماندہ - حاشیہ بر میرزاہد رسالہ نوشتہ وتالیف شرح مسلم الثبوت شروع کردہ بود کہ کتاب حیات بخاتمہ رسید در نظم فارسی مہارت کامل داشت قصیدہ عظمیٰ در نعت ومعجزات سید کائنات علیہ وعلی آلہ السلام والصلوٰۃ بکمال بلاغت موزون نمودہ کہ بایادی ابناء علم مخدوم است ومطلعش ایست ؎ محمد است سر پردہ نامہ قرآنی چہ دلبر اند کہ دل ہی برند پنہانی + مزرع عشق آئین برگ وبر طرفہ دمد افگند تخم وفا نخل جفا بر خیزد + انتہی کلامہ - قصیدہ عظمیٰ چند بار چھپ چکا ہے - فی الواقع نہایت پاکیزہ نظم لکھی ہے - جناب مرحوم کے پدر بزرگوار کا نام مولوی سلیم اللہ بن مولانا علیم اللہ تھا - ۲۰ - ماہ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ مین انتقال فرمایا - انکے بیٹے مولانا مدین اللہ مرحوم بھی بہت اچھے عالم ہوے اور انکے پوتے جناب مولانا محمد ابراہیم مرحوم بن مولانا مدین اللہ مذکور بعد انکے نواسے جناب مولانا مولوی تصدق حسین مرحوم بن قاضی عبید اللہ بن مولوی غلام بدر بن مولانا سلیم اللہ مذکور آسمان علم وزہد کے آفتاب وماہتاب ہوے - مولانا محمد ابراہیم مرحوم ایک زمانے تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس رہے - دیوان متنبی کی شرح فارسی ان سے یادگار زمانہ ہے - ۹ - رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ مین انتقال فرمایا اور جناب مولوی تصدق حسین مرحوم فارسی مین بدطولیٰ رکھتے تھے خلاق تخلص تھا - انکا دیوان فارسی آجتک قلمی موجود ومحفوظ ہے - ۱۲۶۵ھ مین وفات پائی - یہ چند اشعار ان کے طبعزاد ہین ؎ ای زلف یار بامنت این پیچ وتاب چیست + دل را سپردہ ام بتو دیگر عتاب چیست + کشتی وسوختی وزدی خاک من بباد + خود گو جواب پرسش روز حساب چیست + آہستہ رو کہ سر بہ نہیم جمال دوست + ای عمر تیز گام ترا این شتاب چیست + ای برہمن نہ کعبہ نشین من چرا تفحص راہ خطا کدام وطریق صواب چیست + موے سفید گشتہ وخلاق غافلی + صبح از افق دمید دگر وقت خواب چیست + انکے بیٹے جناب مولانا مولوی علیم الدین حسین مرحوم مصنف سلم الافلاک بھی جامع علوم وفنون تھے افسوس انکا بھی ۲۰ - محرم ۱۲۸۶ھ مین انتقال ہوگیا - انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ منہ +

ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو ۱۳۰۷ھ مین اس جہان فانی کو چھوڑکر داخل جنت ہوے

قطعہ تاریخ

چو کرد شیخ بلاقی ازین جہان رحلت	سر شک در دروان شد زدیدہ مردم
نوشت خامہ من شوق سال تاریخش	سہ شنبہ مہ ذی الحجہ آہ یازدہم ۱۳ھ

فائدہ۔ لفظ سہ بہاے مختفیہ ہے۔ مگر غلطی سے اکثر پچھم کے لوگ سہ بہاے ملفوظہ بروزن کہہ دہہ دیدہ بولتے ہین۔ عوام تو عوام بعض خواص بھی اسمین دھوکا کھا گئے ہین۔ ایکدفعہ دلگداز مطبوعہ مئی ۱۹۰۹ء مین جناب امیر لکھنوی کا ایک سہرا چھپا تھا جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎ بنگیا حور کا آنچل ترے سر پر سہرا + ناز و انداز کا ہے آج ترے سر سہرا + اوسمین ایک شعر بھی تھا ؎ تارہاے زرد سلک گہر دستہ گل + داد نور رخ تو جلوہ نو ہر سہ را + ظاہر ہے کہ یہان سہ بہاے مظہرہ مستعمل ہوا ہے۔ ایک صاحب مجھپر معترض ہوئے کہ تم سہ بہاے مظہرہ غلط کہتے ہو اور جناب امیر ایسے شاعر نے دیکھو یون باندھا ہے۔ مین نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے۔ اسمین وہ مستند نہین ہو سکتے۔ بفواے بشریت اون سے چوک ہو گئی ہے۔ اونھون نے نہ مانا اور دیر تک اسکی صحت پر اونکو اصرار رہا۔ آخر جب مین نے کتب لغات و اشعار اساتذہ فارس پیش کیے اور اپنی وہ تحقیقات جو ازالۃ الاغلاط اور سہ مہ تحقیق مین ہین دکھائین تو غلطی کے مقر ہوئے۔

شیخ بلیغ اللہ مرحوم

بن شیخ نجیب اللہ بن شیخ محمد صفی بمپوری۔ ۱۳۱۱ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھہ معلوم نہین

شیخ تبارک حسین مرحوم

بن شیخ الفت حسین بن شیخ نور علی نیموی مرحوم۔ نہایت خوشرو و خوش وضع آدمی تھے۔ دربھنگہ مین کہین نوکر تھے۔ وہین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

شیخ تبارک حسین یافت بغربت وفات جانب باغ جنان رفت ز دار المحن ؎

چون سنہ رحلتش شوقِ حزین خواستم	خامۂ من زور قم آہ غریب وطن ۱۲۸۳ھ

شیخ ثناء اللہ مرحوم

بن شیخ نسیم اللہ بن شیخ نجم الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ ضیاء اللہ بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الحکیم غفر اللہ لہم سمپور کے رہنے والے تھے۔ کشتکاری وجہ معاش تھی۔ سنہ ۱۲۴۱ھ مین انکا انتقال ہوا۔

تاریخ

چون بہ گلزار خلد رحلت کرد	شیخ عالی گہر ثناء اللہ
خامۂ شوق زد رقم تاریخ	سوے فردوس رفت حق آگاہ ۱۲۴۱ھ

شیخ جوگی مرحوم

سمپور مین اس نام کے چار شخص ہوئے ہین ایک بڑے جوگی جنکا نام جلال الدین تھا برادر شیخ نعمت عرف شیخ گورے بن شیخ غلام حیدر بن شیخ حمید الدین بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد حنیفہ مرحوم دوسرے ناٹے جوگی پسر شیخ بودہائی ولد شیخ محمد قیوم بن شیخ نجم الدین تیسرے کھکڑی جوگی پسر شیخ روح اللہ عرف شیخ پلٹو ولد شیخ چھکو بن شیخ فقیر محمد بن شیخ حمید مرحوم چوتھے چھوٹے جوگی جنکا نام شیخ سخاوت علی تھا۔ بن شیخ محمد علی بن حمید الدین بن شیخ محمد واصل مرحوم۔ ان چارون مین صرف انھین کی اولاد رہگئی ہے۔ شیخ بشارت علی۔ منشی شرافت حسین شیخ بہادر علی۔ شیخ ظہور احسن۔ شیخ ریاض الدین۔ یہ پانچون حضرات ان کے بیٹے ہین اور بفضلہٖ زندہ ہین۔ ان کے فروع کو ملایئے تو خاصی جماعت ہو جاتی ہے۔ بہرکیف تین جوگی تو پہلے انتقال کر چکے تھے۔ صرف یہی ایک رہ گئے تھے۔ انھون نے بھی ۴۔ ذی الحجہ روز شنبہ ۱۳۰۸ھ مین انتقال کیا۔

تاریخ

جناب شیخ جوگی پیر دیرین	ہوئے دنیائے دون سے جب بودگی
یہ لکھا شوق مین نے مصرع سال	جناب روح افزا شیخ جوگی ۱۳۰۸ھ

شیخ چمن مرحوم

بن شیخ فتح علی بن شیخ بھتو بن شیخ عین الدین بن شیخ نورالدین بن شیخ محمد حلیم مرحوم انکا اصلی نام سبحان علی تھا۔ شیخ نورالدین مرحوم موضع کورو تہہ کے رہنے والے تھے اوسکو چھوڑکر موضع سالارپور مین آبسے۔ شیخ چمن مرحوم بھی یہین کے رہنے والے تھے۔ جب انکا بیاہ ممنپور مین شیخ حشمت علی بن شیخ محمد شفیع مرحوم کی لڑکی سے ہوا تو اونھون نے یہین سکونت اختیار کی۔ خدا بخشے نہایت معزز و متبرک آدمی تھے۔ جناب مولانا شاہ عبدالوہاب عرف شاہ دیدار علی مرحوم و مغفور ساکن داؤدنگر ضلع گیا کے مرید تھے۔ فارسی مین اکثر پرانے لوگ انکے شاگرد ہین۔ مین نے بھی ان سے رقعات عالمگیری کے دو ایک سبق پڑھے ہین ۱۲۹۲ھ مین انتقال ہوا۔ موضع بڑہونہ کے گورستان مین جو نیمی سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔ جہان انکے آباواجداد مدفون ہوے تھے حاجی الحرمین حضرت ہفت یار[۵۲] قدس سرہٗ کے مزار کے جوار مین مدفون ہوے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ

چون بجنت رفت ازین بحر فنا	شیخ چمن گوہر علم و یقین
خامۂ من شوق تاریخش نوشت	در معنی شد بفردوس برین ۱۲۹۲ھ

[۵۱] یہ بزرگ حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ انکے باواجداد دارانگر علاقہ بارہ کے رہنے والے تھے جب انکی شادی داؤدنگر مین ہوئی تو وہین رہنے لگے۔ وعظ و نصائح پیری و مریدی مین اپنی عمر بسر کی۔ نگرنہہ وغیرہ کے اکثر عمائد جیسے ناظر رحمت علی مرحوم اور میر وجیہ الدین مغفور انکے مرید تھے انکے نواسہ سید شاہ محفوظ الحق صاحب واصل عظیم آبادی سے جو مؤلف کے شاگرد ہین معلوم ہوا کہ ۱۲۶۲ھ مین انکا انتقال ہوا ۱۲ منہ

[۵۲] یہ بزرگ سات یار تھے اسی وجہ سے ہر ایک کا لقب ہفت یار ہے۔ ایک کا مزار بڑہونہ مین۔ اور دوسرے کا کٹونہ مین۔ تیسرے کا بندربنہ مین۔ چوتھے کا ہرداس بیگہہ مین۔ پانچوین کا کراری مین۔ چھٹے کا کنچن پور مین۔ ساتوین کا گنگا پار مائل علاقہ جردہ۔ ضلع مظفر پور مین ہے ۱۲ منہ

جمیب الحسنین مرحوم

یہ میرے سنجھلے چچا جناب منشی شیخ سعادت علی صاحب دام مجدہٗ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ اپنی سعادتمندی سے ہر دلعزیز تھے۔ مجکو ان سے اور انکو مجھسے نہایت اُلفت تھی۔ بقدر ضرورت فارسی پڑھ کر ڈاکٹری پڑھنے لگے مگر عجب اتفاق پہلے ہی سال فیل ہو گئے۔ غالباً اسی کا صدمہ پھونچا کہ فیل ہوتے ہی تپ محرقہ مین مبتلا ہوئے۔ ہزار علاج کیا گیا کچھ سود مند نہ ہوا۔ آخر اٹھارہ اونیس برس کے سن مین سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین محرم کی دسوین تاریخ پنجشنبہ کی رات انتقال کیا۔ مین اون دنون لکھنؤ مین تھا۔ جب یہ خبر وحشت اثر پھونچی مدت تک اضطراب کا عجب عالم رہا۔ آخر یہ قطعہ تاریخی کہہ کر دل کا غبار نکالا۔

قطعۂ تاریخ

وائے دردا بہ لکھنؤ بودم	در رہِ غربت از وطن مہجور
ناگہان نامہ رسید بمن	سطرِ سطرش ز خون دل مسطور
حالِ مرگِ جمیب بود رقم	ملاء اللہ قبرہٗ بالنور
رحمتِ خاص حضرتِ یزدان	باد بر گورِ پاک آن مغفور
اوفتادم بہ بسترِ غم و درد	رشتۂ صبر گشت از کف دور
از فغانہاست حشرہا برپا	نالہا میکند دلم چون صور
اے جمیبِ شفیق غمخوارم	زینت افزائے بزمِ عیش و سرور
تو کہ از دوستان شدی پنہان	گو کہ در خاطرت چہ گرد و خطور
نیک دانستم اے گلِ خوبی	سیرِ باغِ جنان شدت منظور
نکہتِ باغِ آرزو بودے	بُرد جذاب ہوائے حور و قصور
شاخ در شاخ در چمن روید	شجرِ سیب و فندق و انگور
سرزند لالہ و گل و سنبل	بردمد یاسمین بباغ و ہور
تو کہ نخلِ ریاضِ امیدی	نونہالی ز بوستانِ شعور
قامتِ خویش برکش از تہِ خاک	سرو سان کن بباغِ دہر ظہور
یاد آئی بعالمِ رویا	رونمائی چو شاہدِ مستور

Scanned by CamScanner

دارم اُمید از خدائے کریم	روز فردا شود چو یوم نشور
شاد و خندان شوم زدیدارش	بہ لقایت دلم شود مسرور
قصہ کوتاہ سال تاریخش	خواستم شوق خستہ در بور
سر آمد کشید و گفت دلم	بد شب پنجشنبہ و عاشور

فائدہ۔ تیسرے شعر پر ایک صاحب معترض ہوئے کہ ملا کا تعدیہ بے کے ساتھ نہین آیا۔ بالنور کے عوض نور آنا چاہیے۔ ہرچند مین نے کہا کہ کسی ادیب کے شعر مین میری نظر سے گزرا ہے۔ مگر اونکی تشفی نہ ہوئی۔ آخر کتب لغات کی طرف رجوع کی۔ کتب متداولہ مین پتا نہ لگا۔ آخر محیط المحیط جلد دوم مین یون نکلا ملا الاناء ملأ ومن الماء وبالماء (مطبوعہ بیروت ۱۹۹۹) **فائدہ**۔ دہم محرم کے مضمون مین بجاے عاشورا عاشور بھی درست ہے اور بعض حضرات جو الف کو ہاے مختفیہ سمجھ کے عاشورہ استعمال کر جاتے ہین جیسے ع یوم عاشورہ محرم تھا۔ صحیح نہین۔ اور اسی طرح عشرہ یعنی دہم محرم نہین آیا۔ بلکہ جو چیز کہ دس عدد پر اسکے اطلاق ہو سکتا ہے۔ لہذا محرم کی پہلی تاریخ سے لیکر یوم عاشورا تک کہ دس دن ہوتے ہین ان سب کو عشرۂ محرم کہہ سکتے ہین نہ کہ صرف دسوین تاریخ کو پس یون کہنا ع وہ دن تھا عشرہ ماہِ محرم۔ یعنے دہم محرم غلط ہے۔ ہان اس سبب سے کہ ان مضمون مین اہل زبان اُردو استعمال کیا کرتے ہین۔ اگر بہ ترکیب فارسی ہو جیسے یون کہین کہ عشرے کے روز تو جمعہ قرار دے کے صحیح ہو سکتا ہے بلکہ یونہین فصیح ہے مگر بترکیب فارسی عشرہ یعنی عاشورا استعمال کرنا غلط ہے۔ رہی حرکت وسکون حرف ثانی تو اسکو عشرہ اور درجہ وغیرہ پر قیاس کر لینا چاہیے۔ بہرکیف مادۂ تاریخ سے سنہ کے علاوہ دن تاریخ مہینہ سب کچھ معلوم ہو گیا۔ اس قسم کی تاریخ کو صوری و معنوی کہا کرتے ہین۔

محمد خلیل سلمہٗ

بن شیخ وحید الکریم نیموی مرحوم ۱۲۸۲ھ مین پیدا ہوئے۔ افتخار تاریخ ولادت ہے۔ خدا عمر طبعی عطا کرے اپنے پدر بزرگوار کے ایک یہی یادگار رہ گئے ہین۔

شیخ وھومن مرحوم

بن شیخ فتح علی بن شیخ وزیر علی صدیقی مغفور۔ یہ میرے جدا مجد ہین۔ موضع برڈیہر مین

۱۹۰۷ء مین پیدا ہوئے۔ بستودہ اخلاص۔ تاریخ ولادت ہے۔ بی بی سیدن مرحومہ بنت جناب شیخ اکبر علی نیوی سے انکا بیاہ ہوا اللہ تعالےٰ نے کثیر الاولاد کیا۔ سب سے بڑے لڑکے میرے والد جناب شیخ سبحان علی مرحوم تھے۔ موضع چکدھری کے دو حصہ دار دعویدار تھے۔ دونون اپنا قبضہ چاہتے تھے ایک طرف جدّ مرحوم تھے اور دوسری جانب خدا بخشے شیخ دوست علی اشرف پوری تھے۔ جب دھان کی فصل آئی اور غلہ تیار ہو گیا تو جدّ مرحوم چند آدمی ساتھ لے کر وہان جا پہونچے۔ مخالفون کو جو خبر ہوئی تو گھبرا جمع کر کے تلوار۔ گڑاسہ۔ لٹھ۔ لیکر یکایک ٹوٹ پڑے۔ جناب مرحوم دشمنون کے انبوہ کثیر مین گھر گئے زندگی سے مایوس ہو گئے۔ مگر پھر خدا پر بھروسا کر کے استقلال سے کام لیا۔ جو لوگ اونکے ہمراہ تھے اون سے نہایت حسرت سے کہا کہ تم لوگ کس دھیان مین ہو۔ کیا اسی دن کے لیے تمھاری پرورش ہوئی تھی کہ مین تمھارے سامنے ظالمون کے بیدادی ہاتھون سے مارا جاؤن اور تم منہ دیکھ کے رہجاؤ۔ اونمین ایک شخص قدیم نمکخوار تھا۔ اپنے آقا کی یہ حسرت آمیز گفتگو سنکر اوسکی رگ حمیت جوش مین آئی اور جان پر کھیل کے مخالفون کی گھٹا مین گھس پڑا۔ اور نہایت چستی اور چالاکی سے کسی مخالف کی تلوار چھین کر لڑنے لگا۔ فیاست کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اودھر کے اکثر لوگ زخمی ہوے۔ شیخ دوست علی مرحوم کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا۔ دم بھر مین لوگ تتر بتر ہو گئے ادراِدھر بال تک بیکا نہ ہوا۔ شیخ دوست علی مرحوم کا ہاتھ کیا گردن تک جدا ہو جاتی۔ مگر جب اوس مرد نے یہ چاہا کہ انکا کام ہی تمام کر دیجئے تو جدّ مرحوم پکارے کہ ہان ہان جان سے نہ مارنا۔ اس جملے نے اونکی جان بچا دی۔ جب مخالفین کی پوری شکست ہو گئی اور کوئی مقابلہ کرنے والا نظر نہ آیا تو بافتح و ظفر گھر واپس آئے۔ مخالفین کی طرف سے محکمۂ فوجداری مین نالش دائر ہوئی۔ بلوے کا مقدمہ قائم کیا مہینون مقدمہ رہا۔ جھوٹے گواہون کی گواہی سے جدّ مرحوم پر یہ جرم ثابت ہوا کہ شیخ دوست علی کا ہاتھ انھین نے کاٹا ہے۔ حاکم وقت نے سات برس کی میعاد کا حکم دیا۔ صاحب گنج گیا کے قید خانے مین محبوس ہوئے۔ خدا کی شان کہ جیلخانے کے داروغہ اور ڈاکٹر کے دل مین انکی جانب سے رحم پیدا ہو گیا۔ لطف و کرم سے پیش آنے لگے۔ ان دونون کی خاص عنایات سے نہایت ہی آرام سے رہتے تھے۔ سال بھر مین دو ایک دفعہ جناب والد مرحوم ملاقات کے لیے صاحب گنج ضرور جایا کرتے تھے۔ جب خدا خدا کر کے رہائی کو چند دن رہ گئے تو جدّ مرحوم بخارمین

بتلا ہوے۔ قید خانے سے کیا رہائی ہوتی کہ محبس تن ہی سے روح نے رہائی پائی۔ اور باغ بہشت مین جا پہونچی ؎ قسمت تو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی ہے کمند + دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا + جیلخانہ کا داروغہ مسلمان تھا۔ اوسنے نہایت اہتمام سے بتجہیز و تکفین کرکے لاش صاحب گنج ہی مین پہنگو ندی کے کنارے دفن کردی (انا للہ وانا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ

چو زین زندانِ عالم جد مرحوم	بسوئے جنت الفردوس زد گام
پے تاریخ فصلی شوق گفتم	جنابِ شیخ دھونن نیک انجام

(۴۵)

فائدہ۔ جو تاریخ ہجری کے سوا فصلی یا عیسوی وغیرہ ہو۔ اوسکی فصلی وغیرہ ہونے کا اظہار بہت ضرور ہے۔ جیسا کہ اس قطعہ مین کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ یہ تاریخ فصلی یا عیسوی ہے اور کاتب نے ف ع وغیرہ رموز چھوڑ دیے تو لوگ فصلی کو ہجری سمجھینگے اور کئی برس کا فرق ہو جائے گا۔ اسی طرح عیسوی پر سمبت کا دھوکا ہو گا۔ لہذا رفع اشتباہ کے واسطے فصلی وغیرہ ہونے کا اظہار بہت ضرور ہے۔ مگر افسوس بہتیرے تاریخ گو اسکا خیال نہین کرتے ہان جہان کہین اظہار دشوار ہو تو اگر صرف ع وغیرہ رموز پر اکتفا کیجاے تو مضائقہ نہین جیسے بعض مورخین عنوان تاریخ سے سنہ عیسوی نکالتے ہین اور ہندسے لکھکے عین علامت عیسوی لکھدیتے ہین اور چونکہ پورا جملہ مادہ تاریخ ہوتا ہے صراحۃً سنہ عیسوی کے اظہار کرنے سے مجبور رہتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کی تاریخی سرخیان استادی حضرت شمشاد لکھنوی کے دیوان خزانۂ خیال مین بہت ہین۔

اظہار قرائن تاریخ فصلی وغیرہ

شیخ ذوالفقار علی مرحوم

سمپنور کے رہنے والے شیخ قاسم علی مرحوم کے بیٹے تھے آخر عمر مین اپنی نواسوں کے یہان صالح پور مین بود و باش اختیار کی تھی۔ وہین ماہ شوال ۱۲۸۱ھ مین انکا انتقال ہوا۔ اور وہین

---

۱ اور تاریخ ہجری مین اسکے اظہار کی ضرورت نہین کہ یہ ہجری تاریخ ہے کیونکہ اطلاق کی حالت مین تاریخ ہجری ہی مفہوم ہوتی ہے ۱۲ منہ ۲ انکے نواسے جناب منشی دیدار علی مرحوم کے بیٹے جناب منشی محمد رحیم صاحب وکیل اور جناب مولوی محمد عبدالغنی صاحب وکیل اور جناب مولوی حافظ محمد لطف الرحمن صاحب اور مولوی محمد فضل الرحمن صاحب ہین جو سب کے برادر رضاعی ہوتے ہین ۱۲ منہ ۳ یہ وہی صالح پور ہے جہان مولف پیدا ہوا اور جسکا ذکر اوپر گزر چکا ۱۲ منہ

مدفون ہوے۔ اللھم اغفر لہ

قطعۂ تاریخ

کہ در حلت چو ذوالفقار علی	صاف دل پاک دین مجستہ نژاد
شوق تاریخ رحلتش گفتم	شد بگلزار خلد پاک نہاد ۱۲۸۱ھ

شیخ راحت حسین

اِنکا مشہور نام شیخ چھیدی ہے۔ شیخ بشارت علی نیموی مرحوم کے بیٹے اور ڈاکٹر محمد حسین مرحوم کے پدر بزرگوار ہین۔ کشتکاری وجہ معاش ہے۔ نماز روزے مین نہایت مستعد آدمی ہین۔ خدا صحیح وسالم رکھے +۔

شیخ روح اللہ مرحوم

بن شیخ محمد رفیع بن شیخ محمد ہاشم مہنوری۔ سنہ ۱۲۱۱ھ تک زندہ تھے باقی حال معلوم نہین +

شیخ زکی الدین مرحوم

بن شیخ یار اللہ نیموی مرحوم یہ بزرگ شیخ قطب عالم نیموی بی۔ اے کے آبا واجداد سے ہین۔ پرانے کاغذات مین اِن کے بیٹے شیخ حفیظ اللہ مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نقسیم نامہ میرے ہاتھ لگا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ سنہ ۱۲۰۲ھ مین اِنکا انتقال ہوا۔ مین نے یہ قطعہ تاریخ لکھا

چون زکی الدین گل گلزار حق	رفت ازین عالم سوے باغ ارم
خامۂ من شوق تاریخش نوشت	شد بجنت معدن جود و کرم ۱۲۰۲ھ

حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی صدیقی مرحوم

سنہ ۱۲۱۱ھ مین نیمی مین پیدا ہوے۔ صاف ضمیر تاریخ ولادت ہے۔ جب جوان ہوے جناب مولانا مولوی محمد فصیح غازی پوری مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کتابون سے اسقدر شوق تھا کہ کچھ تو خود لکھین اور اکثر دوسرے سے لکھوائین۔ شاہنامہ فردوسی جلد سوم دیوان حافظ قصہ حاتم طائی اردو

سلہ یہ کتاب آرائش محفل کے سوا ایک دوسری کتاب ہے جسکو سید علی مرحوم بن سید طفیل علی

دیوان جوشش[۱] وغیرہ کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئین اتبک میرے کتب خانے
مین یادگار ہین۔ جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم نگرنہوی مرحوم سے انکو نہایت ہی ربط
و اتحاد تھا۔ جناب مولانا موصوف دل سے انکو مانتے تھے اور نہایت قدر کے ساتھ پیش
آتے تھے۔ چونکہ اکثر علما کی صحبت بابرکت اوٹھائی تھی۔ علم و فضل کی فضیلت اسقدر دلپر
نقش تھی کہ ہمیشہ اونکی یہی آرزو رہی کہ میرے فرزندون مین سے کوئی عالم ہوتا۔ جناب
مرحوم کے دو محل تھے۔ محل اول سے اخی مولوی حکیم محمد نذیر احسن صاحب اور منشی
ظہور احسن صاحب اور دوسرے محل سے دو لڑکیان اور مین اور میرے چھوٹے بھائی محمد فرید حسن

---

[۱] بن سید نورالحسن خان حسنی واسطی بلگرامی نے فارسی سے اردو مین ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب کہین اتبک چھپی
نہین۔ جناب والد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک پورا نسخہ فقیر کے کتب خانے مین موجود ہے ۱۲ منہ [۱] یہ دیوان
شیخ محمد روشن جوشش عظیم آبادی کا ہے۔ اس دیوان کو جناب والد مرحوم نے شہر پٹنہ محلہ گولکہ پور مین ۱۲۷۵ھ
مین نقل کیا ہے۔ ہر صفحے مین ۱۷ شعر ہین۔ اور نیز ۱۹ جزو مین تمام کیا ہے۔ اس دیوان مین قصائد بھی ہین
اور آخر مین ایک آدہ تاریخ بھی ہے جس سے ثابت ہے کہ میر و مرزا کے ہمعصر تھے۔ پرانے تذکرہ نویسون نے
انکو بہت بڑا اور وضی لکھا ہے۔ چند شعر بھی جو اس دیوان مین موجود ہین نقل کیے ہین۔ مگر افسوس کہ دیوان
کی نایابی سے عظیم آباد کے شعرا بھی جوشش سے واقف نہین۔ جناب شاد عظیم آبادی نے نواے وطن مین جب الوطنی
سے بعض ایسے شعراے عظیم آباد کا بھی حال لکھا ہے جنکے دو ایک شعر بھی نہین ملتے۔ پھر بھی جوشش مرحوم کا
ذکر تک نہین لکھا۔ سبب کیا۔ وہی گمنامی اور اس دیوان کی نایابی ورنہ ضرور جوشش کو آتش مرحوم
کے پہلو مین جگہہ دیتے۔ بہرکیف یہ دیوان ہرچند پرانا ہے مگر کلام پاکیزہ اور استادانہ ہے مین نے اس
نایاب دیوان کو بہت قدر کے ساتھ اپنے کتب خانے مین جگہہ دی ہے۔ چند شعر اوسمین سے انتخاب
کرکے ہدیہ ناظرین کرتا ہون ؎ ہماری آہ کے صدمے نہین اٹھانے کا ✦ یہ چرخ بام کہن ہے کسی زمانے کا
جسنے تری آنکھون کو ٹک دیکھہ لیا ہوگا ✦ وہ مرہی گیا ہوگا ہرگز نہ جیا ہوگا ✦ کوچۂ یار سے روتا
مین اگر جاؤن گا ✦ ایک عالم کو رولاؤن گا جدہر جاؤن گا ✦ اشک کے ہمراہ دل تک بہ گیا ✦
ایک یہ داغ جدائی رہ گیا ✦ دے کے دل پچھتانے سے ہوتا ہے کیا ✦ ہوتی تھی سو ہو چکی روتا ہے کیا ✦
وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریہ مین اثر تھا ✦ یہی چشم خونفشان تھی یہی دل یہی جگر تھا ✦ قیس پھرتا جو رہا
دشت مین دیوانہ تھا ✦ اوسکو لیلی ہی کے دروازے پہ مر جانا تھا ✦ لگا دی دل مین آگ اے
سوزان کیا کیا تونے ✦ جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے کوئی بھی گھر اپنا ✦ اشک گرم آنکھون سے

پیدا ہوے۔ جناب والد مرحوم نے اپنے بڑے بیٹے جناب مولوی محمد نذیر حسن صاحب کی تعلیم
مین بہت کوشش کی۔ قریب فضیلت کے پہونچ چکے تھے کہ بھائی صاحب دُنیا کے بکھیڑون
مین پھنس گئے۔ پھر جناب مرحوم نے میری تعلیم مین کوشش کی۔ اللہ کی عنایت سے بہت
جلد فارسی کی ضروری کتابین پڑہ کے عربی پڑھنے لگا۔ میرے انداز کو دیکھ کر ہونہار سمجھکے
نہایت خوش ہوے۔ ۱۲۹۶ھ مین یکایک مرض لقوہ مین مبتلا ہوئے۔ لاکھ علاج کیا گیا
کچھ سود مند نہ ہوا۔ دو ایک روز بیمار رہے آخر ذی الحجہ کی چھبیسوین تاریخ پنجشنبہ کے دن قبل
مغرب رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور شب جمعہ کو ملک الاولیا حضرت
بخشن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی بغل مین پچھم جانب میری والدہ مرحومہ کی قبر کے سر ہانے
مدفون کیے گئے۔ جناب مرحوم پچھتر برس اس عالم فانی مین رہے۔ غسل کے وقت روشن
چہرہ ہنستی پیشانی نظر آتے تھے۔ بعد وفات جناب مرحوم طرح طرح کے الجھاؤ ہوئے جو
مانع تحصیل علوم تھے مگر مین اونکی دلی آرزو کو خیال کرکے ہمہ تن تکمیل علوم مین مشغول رہا۔
جب اللہ تعالے جل شانہٗ کی عنایات سے ۱۳۰۲ھ مین کل علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر
مین لکھنؤ سے مع الخیر نیمی پہونچا تو اوسی ہفتے مین جناب مرحوم کو خواب مین دیکھا کہ نہایت
سفید کپڑے پہنے ہوئے حج کرکے تشریف لاتے ہین اور متبرک کتابین اونکے ساتھ ہین جب
مین ملا تو ارشاد فرمایا کہ یہ کتابین عرب سے تمھارے لیے لایا ہون۔ اور ایک تفسیر عربی میرے
ہاتھ مین دی جسکو مین پڑھنے لگا۔ اتنے مین آنکھین کھل گئین۔ اس خواب سے دل نہایت

---

* تا صبح رہے جاری رات + آہ آنگا رون پہ لوٹا کیے ہم ساری رات + روشن ہے آفتاب کے
مانند داغ دل + روز جزا تلک نہ بجھے گا چراغ دل + گلزار محبت مین نہ پھولے نہ پھلے ہم + مانند خار گل
مین اپنے ہی جلے ہم + جون آئنہ یہ ستم رسیدہ + رہتا ہے مدام آبدیدہ + اسکا مقطع یہ ہے سوتے
تو کہی ہے اس زمین مین + جوشش یہ غزل بہ از قصیدہ + اکثر ارباب تذکرہ کو یہ دھوکا ہوا ہے
کہ عظیم آباد کے دو جوشش ہین ایک کا نام محمد روشن ہے اور دوسرے کا محمد عابد۔ اسی وجہ سے الگ
الگ ترجمہ لکھا ہے اور اس مقطع کے مطلع کو محمد عابد کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ دونون ایک
ہی شخص ہین جتنے اشعار کہ ان دونون کے نام تذکرہ نویسون نے لکھے ہین وہ سب ایک ہی
دیوان مین موجود ہین۔ عجب کیا کہ محمد روشن جوشش کا نام محمد عابد بھی ہو۔ اسی وجہ سے
لوگون کو دھوکا ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

خوش ہوا کیونکہ سفید کپڑے پہنے ہوئے کا خواب مین نظر آنا اوسکے بہشتی ہونے
کی علامت ہے۔ مسند امام احمد مین ہے عن عایشۃ قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن ورقہ فقالت لہ خدیجۃ انہ کان قد صدقاک وان مات قبل
ان تظہر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اریتہ فی المنام وعلیہ ثیاب بیض
ولو کان من اہل النار لکان علیہ لباس غیر ذلک یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ورقہ بن نوفل کا حال پوچھا
حضرت خدیجہ رضہ بولین کہ اونھون نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ لیکن قبل اظہار نبوت اونکا
انتقال ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین نے خواب مین اونکو سفید کپڑے پہنے
ہوئے دیکھا ہے۔ اگر دوزخی ہوتے تو کوئی اور لباس ہوتا۔ اور والد مرحوم نے جو خواب
مین تفسیر عنایت فرمائی اوسکی تعبیر بھی ظاہر ہو گئی کہ ایک مدت سے مؤلف علاوہ اور
علوم کے طلبہ کو روزانہ تفسیر کا بھی ایک سبق پڑھاتا ہے اور جمعہ وعظ کے خیال سے
مختلف تفسیرین دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے بیشک وہ خواب رویائے صالحہ سے تھا۔ صحیحین
مین مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ
واربعین جزءً من النبوۃ یعنی رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس ۴۶ اجزا مین سے ایک
جزو ہے۔ بہرکیف جب جناب مرحوم نے انتقال فرمایا ہے بفحوائے حدیث دلیل صالح
یدل حوالہ راقم الحروف اکثر اوقات بعد نماز اپنے آباو اجداد کے واسطے خصوصاً جناب
مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتا ہے اور کبھی کبھی اونکے لیے صدقات وخیرات بھی
دیا کرتا ہے۔ مجکو ایکدفعہ عجب تشویش ہوئی کہ والد مرحوم کو تو کبھی کبھی خواب مین دیکھتا ہون
مگر والدہ مرحومہ کی زیارت سے کبھی خواب مین مشرف نہ ہوا۔ چنانچہ ۲۰ جمادی الآخرہ
روز پنجشنبہ کو ۱۳۰۶ھ مین نہایت خلوص سے کچھ زر نقد فقرا کو دیا اور اوسکا ثواب جناب مرحومہ
کو بخشا اور بارگاہ الٰہی مین زیارت کے لیے دعا کی اوسکی شان کریمی کے صدقے کہ
اوسکے دوسرے روز قبل نماز جمعہ عالم رویا مین جناب مرحومہ کو اہل جنت کی عمر مین سونے
کے زیورات اور نہایت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے رونق افروز پایا۔ بعد بیداری
شکر خدا بجا لایا۔ اور نہایت ہی خوش ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک
بہرکیف حضرت والد مرحوم گندمی رنگ۔ چھریرا بدن۔ کچھ دراز قد تھے۔ ماتھے پر سجدے کا

داغ چکتا تھا اللھم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات انک سمیع مجیب الدعوات

قطعات تاریخ وفات حضرت والد مرحوم طبغراد جناب اخی محمد ظہور حسن صاحب نبوی

چون بہ ذی الحجہ روز بست و ششم
سر آمد کشید و گفت ظہور

والدم عازم جنان گردید
روح سبحان علی نجلد پرید
۹۶ ۱۲ھ

ولہ

والدم چون وفات کرد ظہور
سال فصلی شد اذن حق چون یافت

آہ من خواست سینہ ام بدرد
روح سبحان علی نجلد برد
۹۶ ۱۲ف

ولہ

روح سبحان علی را رضوان
سال فصلیش رقم کرد ظہور

چون زد نیاسے دنی بر دنجلد
روح سبحان علی برد نجلد
۹۶ ۱۲ف

قطعات تواریخ رحلت جناب مرحوم از مؤلف عفی عنہ

بست و شش از ماہ ذی الحجہ چو شد یوم الخمیس
شوق گفتم سال نوشش صوری و ہم معنوی

حاصل آمد والد مرحوم را قرب الٰہ
یکہزار و دو صد و شش ہم نود از ہجری آہ
۹۶ ۱۲ھ

ولہ

روز بست و ششم ز ذی الحجہ
زین جہان رفت سوے باغ جنان
شوق تاریخ رحلتش گفتم

بر دلم آمدہ غم جانکاہ
والدم من سقا الا اللہ شراہ
شہر ذی الحجہ آہ و اویلاہ
۹۶ ۱۲ھ

ولہ

حسرتا شد انتقال والد مرحوم من
بود روز پنجشنبہ از مہ ذی الحجہ آہ

رحمت حق باد نازل بر مزارش دمبدم
روز عیشم شد سیہ از ظلمت شام الم

اسقاط کی طرح سقوط عین کا بھی محکم ہے۔

فائدہ۔ قطعۂ اخیرہ مین لفظ ارم آیا ہے اسکی تحقیق ازاحۃ الاغلاط مین کماحقہ کیگئی ہے۔ اور اس رسالے مین بھی جناب شیخ الطاف حسین مرحوم کے ترجمے مین کچھ بحث کیگئی ہے۔ فمن شاء التحقیق فلیرجع الیہا +۔

شیخ سخاوت علی مرحوم

خدا بخشے میرے چھوٹے چچا تھے۔ اخلاق کریمانہ وطبع جوانمانہ رکھتے تھے۔ ایک ٹانگھن پالا تھا۔ جو نہایت ہی پست قد خوبصورت گلدار تھا جسکے دونون طرف کے گل ایسے برابر تھے کہ قدرت خدا یاد آتی تھی۔ دیکھنے والے تعجب کرتے تھے۔ ڈنڈ مگدر کا بہت شوق تھا۔ سنہ ۱۲۷۵ھ مین بعارضہ درد جگر سیلپور مین انکا انتقال ہوا۔ لاش یہی لائی گئی اور حضرت بخشن شہید علیہ الرحمہ کے جوار مین مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون انکا ایک کتا تھا جو نہایت وفادار تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اوسکی عجیب کیفیت ہوئی۔ اکثر وہ اونکی قبر پر جاکر اور سر زمین پر رکھکر آنسو بہایا کرتا تھا۔ اور کچھ دنون بعد وہ بھی مرگیا +۔

قطعہ تاریخ

شیخ سخاوت علی منبع خلق عمیم	رفت چو زین خارزار جانب باغ بہشت
خواست دل زار شوق چون سنہ رحلتش	جیف سخاوت علی خامہ گریان نوشت
	۱۲۷۵ھ

منشی شیخ سعادت علی

خدا صحیح وسالم رکھے یہ میرے سنجھلے چچا ہین۔ سنہ ۱۲۴۲ ہجری مین پیدا ہوئے فارسی بہت اچھی جانتے ہین۔ شاہنامہ فردوسی و گنج[۱] شائگان اور دوسری کتابین انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین

---

[۱] یہ نایاب مثنوی لالہ رامچند متخلص بہ فرحت ساکن عظیم آباد محلہ عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جسمین شہور قصۂ حاتم کو فارسی مین نظم کیا ہے۔ اسکا ایک پرانا نسخہ قلمی مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد مرحوم کے ہاتھ آگیا تھا۔ اوسکا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج باد آورد اوسی شاعر کا کہا ہوا حسن اتفاق سے مجکو مل گیا جسمین حاتم کے وہ قصے ہین جو آجتک نہ فارسی مین راقم کی نظر سے گزرے ہین نہ اردو مین۔ یہ دونون دفتر فقیر کے کتب خانے مین موجود ہین۔ جنکو جو چاہے

خواستم تاریخ فوت آنجناب پدرات	تا کنم بر صفحہ لوح دل محزون رقم
عندلیب فکر شوق من بنوا شد نعرہ زن	عیسوی تاریخ فوتش داخل باغ ارم

فائدہ - اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کے قطعہ اولے و ثانیہ مین سبحان علی کا نون غنہ اور با علان دونون طرح پڑہ سکتے ہین غنہ تو اس سبب سے کہ یہان ترکیب امتزاجی ہے۔ پس جس طرح صرف سبحان کو بنون غنہ استعمال کر سکتے ہین علی کے ساتھہ بھی اوسی طرح کہہ سکتے ہین اور با علان اسلیئے درست ہے کہ گو عبارت فارسی مین اعلان نون قبیح ہے مگر چونکہ یہ علم ہے اور باعتبار تسمیہ یہ نام با علان نون ہے اور اعلام کو بعینہ ہر زبان مین لا سکتے ہین لہذا نظم فارسی مین بھی اوسکا اعلان درست ٹھہرا مگر اس صورت مین علی کا عین تقطیع سے گرتا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ عین کا گرانا فاحش غلطی ہے مگر تتبع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر فارسی گو شعرا نے گرایا ہے۔ ہنر ور خان عاقل ؎ تا توانی تختہ بند یک مقام عاقل مباش + خاک بر سر میکند در خانہ آئینہ آب + ناصر علی سرہندی ؎ اے رگ ابر بہاراں ہمہ بیرحمی چیست + خاک از مقدم تو خون شدن عادت دارد + غنی ؎ پیراہن گل تن گل عارض گل لب دلدار گل + باغبان صنع بستہ دستہ زین چار گل + ظہوری ؎ بدستم دہ آن رشک یاقوت را + کہ سازم علاج عقل فرتوت را + مگر بعضون نے اس شعر مین بجاے علاج لفظ جو آن کی تصحیح کی ہے عزت شیرازی ؎ مراد پند خرد مندان بحال خود نے آرد + باین افسانہا مجنون عشق عاقل نمیگردد + صاحب جو متاخرین شعراے پارس سے ہے اور جسکا کلیات مرزا کوچک وصال کے کلیات کے ساتھہ ایران مین چھپا ہے وہ انسانی بیابانی والے قصیدہ مین کہتا ہے ع ژرا ہجدہ نہرا رعام بود در کشور حیوان + ناخدای شیرازی کی مثنوی انیس العارفین مین کسی جگہہ عین گرگئے ہین اور لغت بہار عجم کے باب الہاء مع الالف مین ہے کہ الف و عین و ہا ہر کدام حکم ہمزہ وصل دارد در بعض مواقع یعنی جسطرح ہمزہ وصل کا گرانا جائز ہے بعض مواقع مین ان حرفون کا گرانا بھی درست ہے۔ بعض مواقع کی قید اسلیئے ہے کہ الف جو گرتا ہے تو وہ الف جو آب و اقناب کی طرح سر کلمہ ہوتا ہے نہ کہ وہ الف جو دعا۔ صفا کی طرح آخر کلمہ ہوتا ہے اسی طرح ہاے آخر کلمہ گرتی ہے جیسے کردہ۔ آوردہ۔ نہاے سر کلمہ ہوش وغیرہ۔ پس غور و تامل کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ عین کا تقطیع سے گرنا غلط نہین ہے بلکہ میرے نزدیک صفائی و خدائی کی یا کے

لہ اردو مین تو بعض شعرا یاے لفظ فارسی و عربی کو گرا دیتے ہین لیکن شعراے پارس اسقاط یاے احتیاط رکھتے ہین مگر جس لفظ

میرے کتب خانہ مین یادگار موجود ہین - مدت سے اپنے آبائی مکرون پر قناعت کرکے نیمی ہی مین رہتے ہین ؎ دنیا اگر دہند نخرم زجاے خویش * من بستہ ام خدائے قناعت بجاے خویش * کے مصداق ہو رہے ہین - بندوق چلانا خوب جانتے ہین - کسی زمانے مین شکار کرنے کا اسقدر شوق تھا کہ مرغابی - سرخاب - بطّ - کی تلاش مین نیمی سے کوسون نکل جاتے تھے - اور بیل پر لاد کے شکار لاتے تھے اور بستی بھر مین تقسیم کرتے تھے - جب سے ان کے چھوٹے بیٹے میان حبیب الحسنین مرحوم نے انتقال کیا ہے انکی کمر ٹوٹ گئی ہے - ان کے دوسرے بیٹے جناب منشی محمد منیر احسن صاحب کو خدا جیتا رکھے کہ اپنے بوڑھے باپ کے یادگار رہگئے ہین -

شیخ سیف اللہ نیموی

بن شیخ عبد الحکیم بن شیخ شیر محمد مرحوم - بدن کے نہایت فربہ اور دل کے نہایت شیر تھے - جوار بھر مین انکی پہلوانی کی دھاک بندھی ہوئی تھی - اوس زمانے مین دہلی کی سلطنت مین عجب ہلچل پڑی ہوئی تھی - ہر چار طرف ہر ہنگ مچی ہوئی تھی - باغیون کا زور شور تھا - لٹیرون کی بن پڑی ہوئی تھی - ذراسی غفلت مین بستی کی بستی لوٹ لیتے - مال اسباب تاخت و تاراج کر لیجاتے - نیمی کے لوگ جب لٹیرون کی خبر سنتے شریف عورتون کو پھوس کے مکانات مین چھپا رکھتے - اور دو چار مردون کو حفاظت کے لیے چھوڑ جاتے - اور کہہ جاتے کہ ہم لوگ اگر مارے جائین اور لٹیرے ٹوٹ پڑین تو جن گھرون مین عورتین بند ہین اونمین آگ لگا دینا - کہ آبرو پر آنچ نہ آئے - اور خود ہتھیار لے کر لٹیرون کے مقابلے کو باہر نکلتے - اس

نایابی و کمیابی موطنی راقم نہایت عزیز رکھتا ہے - مصنف نے دونون دفترین حمد و نعت کو صنعت ذوالبحرین مین لکھا ہے اور دفتر اول مین حضرت مخدوم شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبحرین اور رملہ بحری اور چہار بحری اشعار مین لکھی ہے چنانچہ چہار بحری اشعار مین سے ایک شعر یہ ہے ؎ قطرہ از جود تو جود کشیر * ذرہ از خوے تو مہر منیر * اس دفتر کو مصنف نے ۱۱۸۵ھ مین تمام کیا ہے - اوسکی تاریخ کس خوبی کے ساتھ یون لکھی ہے ؎ سال اتمامش چون از عقل خواست * گر دو دانگشت خم دیگر دو راست * یہ دونون مثنویان ایسی کمیاب و غیر مشہور ہین کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہین ۱۲ منہ

بستی مین دو شخص ایک تو یہی شیخ سیف اللہ مرحوم دوسرے شیخ کلیم اللہ سمپوری معروف
بہ شیخ کلامی ایسے پہلوان تھے کہ یہی دو مرد صاحب نبرد سیکڑون پر کافی تھے۔ جس وقت
میدان مین انکی تلوارین چمکتین بجلیان کوندنے لگتین۔ دشمنون کو موت کا سامنا نظر آجاتا
بات کی بات مین حریف پیٹھ دکھا دیتے۔ اونمین کچھ لوگ تو بھاگ جاتے اور کچھ جان سے
مارے جاتے۔ آجتک بعض اوقات اون مقتولون کی ہڈیان پرانے گڑھون مین کچھ
زیادہ کھودنے سے نکلتی ہین۔ قدرتِ خدا یاد آتی ہے۔ شیخ سیف اللہ مرحوم کی وجہ معاش
کاشتکاری تھی ۱۲۹۳ھ مین انکا انتقال ہوا۔ ان کے ہمعصر شیخ محمد اعظم نیموی مرحوم نے
ایک کاغذ مین جو سو برس سے زیادہ کا لکھا ہوا ہے ان کے وفات کی کیفیت باین عبارت
لکھی ہے۔ شیخ سیف اللہ بخانہ خود رفتہ بکار کشتکاری دیہہ خود مشغول گردیدہ و بموضع پوندہ
رفتہ کاشت پنبہ دانہ نمودہ۔ بعدہ دوازدہ روز بموضع سالارپور رفتہ درخت مغیلان براے
قلبہ مے برید قضا کار خار درخت مذکور در کفِ پایش خلید۔ بعدہ مسماۃ راجدی مادر بھیم حجام
از موضع بڑھونہ آمدہ کفِ پایش تسکا فتہ خار برآورد۔ باتفاق وقت از زخم مزبور پایش
آماسید وریم زیادہ گردید و بوسیدہ شد۔ سیف اللہ مرحوم فوت کرد۔ انتہی ملخصاً"
نیمی مین جناب مرحوم کی پہلوانی کا ایک عجیب واقعہ مشہور ہے کہ ہر روز کچھ رات گزرے
جُمیّا پین کی ترائی پر جو چھپّم ٹال مین ایک مقام کا نام ہے اور آبادی سے بہت دور
ہے۔ یہ اور شیخ **کلامی** مرحوم دونون ڈنڈ کرکے گدر ہلاکے آپسمین لڑا کرتے تھے۔
ایک دن شیخ کلامی کے آنے مین کچھ دیر ہوگئی۔ ایک بھوت شیخ کلامی کی شکل بنکر آیا
اور کچھ ڈنڈ پیل کر خم ٹھوک کر شیخ سیف اللہ سے لڑنے لگا۔ اور یہان تک اودھم مچایا
کہ شیخ سیف اللہ جی مین کہنے لگے کہ آج کلامی کو کیا ہو گیا ہے کہ مخاصمانہ لڑ رہا ہے۔ اور
ہر طرح میرے زیر کرنے کی فکر مین ہے۔ اور عجب معاملہ ہے کہ آج کے داؤن گھات بھی نرالے
ہین۔ جب غور سے دیکھا تو سمجھے کہ شیخ کلامی نہین شاید کوئی بھوت ہے۔ پھر جی کھول کر لڑنے
لگے۔ دونون طرف سے خوب خوب زور آزمائیان ہوئین۔ کئی بار ہمت جوانمردانہ کرکے شیخ سیف اللہ
نے اوس بھوت کو دے مارا۔ مگر وہ گرتے ہی اوٹھ کر لپٹ جاتا تھا۔ آخر دونون لڑتے لڑتے
تھک گئے اور ہانپنے لگے۔ اتنے مین شیخ کلامی آپہونچے اور دیکھا کہ سیف اللہ کسی سے لڑ رہے ہین
پکارے کہ بھئی سیفو آج نیا جوڑ کہان سے لائے۔ شیخ سیف اللہ نے کہا کہ بھئی دوڑ دو بھوت ہے

جب کلای لپکے تو وہ بھوت رنوچکر ہو گیا اور جمنا مین کود پڑا اور بولا کہ خبردار پھر کبھی اکیلے خم نہ ٹھوکنا۔ مین بھی ایک پہلوان ہون تم نے آج بموقع تنہائی مین خم ٹھوکا۔ میری رگ شجاعت جوش مین آئی۔ ہمت مردانہ نے گوارا نہ کیا کہ مین اس طرح تمکو دیکھون اور تمھارے مقابلے سے جی چراؤن۔ خیر اب آئندہ اسکا لحاظ رہے۔ شیخ سیف اللہ کے ساتھ تو یہ معاملہ گزرا اب ان کے صاحبزادے شیخ **کفایت اللہ** مرحوم کا واقعہ سنیے کہ بفحوائے اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ یہ بھی بہت زور آور تھے راتون کو اکثر کھیت دیکھنے کو نکل جایا کرتے تھے۔ ایک رات حسب معمول **کھلیان** کی طرف نکل گئے اپنے کھیت مین ایک اجنبی شخص کو پایا پوچھا کہ کون ہے اوسنے کچھ جواب نہ دیا تو انھون نے بہت کچھ سخت و سست کہا اسپر وہ لپک پڑا اور قریب پہونچ کر کمر سے لپٹ گیا۔ دونون مین لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر لڑتے لڑتے یہ تھک گئے ہاتھ پاؤن رہ گئے۔ اتنا ہوش نرہا کہ غل شور کرکے لوگون کو پکارین۔ آخر اوس بھوت نے اونکو زمین پر دے مارا۔ وہ کھیت پانی سے سینچا گیا تھا۔ زمین نرم ہو رہی تھی۔ انکا سر گاڑنے لگا۔ چونکہ زیادہ کیچڑ نہ تھی وہ گاڑ نہ سکا۔ آخر مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ جب کچھ دیر ہوئی تو کسی ضرورت سے انکی تلاش ہونے لگی۔ لوگون کو خیال تھا کہ غالبًا اپنے کھیت پر گئے ہین وہان پہونچے تو دیکھا کہ بدحواس پڑے ہین۔ کیچڑ سے اوٹھایا اور بدن پاک و صاف کیا۔ دیکھا کہ تمام بدن پر ناخون کی خراشین ہین۔ جب ہوش آیا تو واقعہ بیان کیا۔ لوگون نے دیکھا کہ فی الواقع جابجا زمین کچھ دھنسی ہوئی ہے اور سر گاڑنے کا نشان موجود ہے۔ بیچارے گرتے پڑتے لت پت گھر پہونچے۔ اوسروز سے اونکی راتون کی گشت اور کھیتون کا پھرنا چھوٹا۔ اب ان کے صاحبزادے شیخ **بشارت علی** مرحوم کا واقعہ سنیے۔ کہ یہ کسی موضع کے تحصیلدار تھے۔ ایک شب پہر رات رہے ایک آدمی ساتھ لیکر نیمی سے وہان چلے۔ راستے مین مٹر کے کھیت ملے جنپر چند سفید ساریان پھیلائی ہوئی دیکھین۔ اون کھیتون کے بغل مین ایک باغ تھا اوسطرف نظر اوٹھا کر دیکھا تو دس بارہ عورتین حلقہ باندھے نظر آئین اور بیچ مین ایک مرد کو دیکھا کہ آم کی ڈال تھامے ہوئے کھڑا ہے۔ یہ کیفیت دیکھکر دونون تیز قدم چلنے لگے۔ جو شخص کہ ان کے ساتھ تھا۔ خدا جانے کیا اوسکے جی مین آیا کہ آہستہ سے ایک ساری اوٹھالی وہ ہاتھ مین ایک چیتھڑا سا نظر آئی۔ وہین پھینکدی۔ اون بھوتون مین سے

ایک بھنتنی نے دونون کا پیچھا کیا اور یہ بھاگے۔ جب پھر کے دیکھتے تھے تو اوس خبیث کو قریب ہی پاتے تھے۔ بھاگتے بھاگتے ایک جھوپڑا نظر آیا جسمین کوئی کسان کھیتون کی حفاظت کے لیے رہتا تھا۔ اوسکے قریب پہونچ کے اِن دونون نے غل شور کیا وہ لٹھ لیکر اپنے جھوپڑے سے باہر نکل آیا۔ وہ بھنتنی یہ ماجرا دیکھکر بات کی بات مین نظرون سے غائب ہوگئی۔ یہ دونون دیر تک اوس جھوپڑے مین رہے۔ جب صبح ہوئی تو وہان سے روانہ ہوئے اور اپنے موضع مین پہونچے۔ عجب شانِ خدا کہ دادا سے لیکر پوتے تک کو بھوتون سے پالا پڑا۔ یہ تینون عجیب و غریب واقعے ایسے ہین جنکو نیمی مین عام طور پر لوگ جانتے ہین

فائدہ۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ بھوت کوئی شے نہین۔ صرف وہم ہی وہم ہے اور اسکو تسلیط کہتے ہین۔ وہ درحقیقت کوئی بیماری ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ وہم کو بہت کچھ دخل ہے اور بعض بیماریان بھی ایسی ہین کہ جنپر تسلیطِ خبائث کا گمان ہوتا ہے۔ مگر اسمین بھی کوئی شک نہین کہ بھوت بھی کوئی شے ہے محض انکار قابل اعتبار نہین۔ ہزارون واقعات ایسے ہوئے ہین اور ہوا کرتے ہین جہان نہ وہم کو کچھ دخل ہے اور نہ امراض کو سروکار ہے

نیمی مین بھی چند ایسے واقعات گزرے ہین۔ چنانچہ کئی برس ہوئے کہ دو تین روز تک آسمان سے ڈھیلے برستے رہے۔ ایک دفعہ پرانے بنگلے مین جو تالاب کے کنارے ہے۔ بہت سے لوگ دن کو بیٹھے تھے اور تالاب پانی سے لبالب تھا۔ یکایک تالاب کی جانب سے ڈھیلے برسنے لگے۔ اور مکانات کی نسبت تو تاویل ہوسکتی ہے کہ کسی آدمی کی شرارت ہو۔ مگر یہان تو تاویل چل نہین سکتی۔ کیونکہ وہ تالاب اتنا بڑا وسیع ہے کہ ممکن نہین کہ کوئی اوس پار سے کلوخ انداز ی کرے۔ اور یہ بھی نہین کہا جاسکتا کہ لوگون کی گپ شپ ہے۔ کیونکہ اوس مجمع مین ایسے معتبر لوگ موجود تھے جو آج تک زندہ ہین اور اسکی تصدیق کرتے ہین۔

اب ایک اور **نقل** سنیے کہ میری جدہ مرحومہ اکثر بیان کیا کرتی تھین کہ نیمی مین جہان اونکی والدہ رہتی تھین اوسکے قریب ایک تاڑ کا درخت تھا اوسپر ایک بھنتنی رہتی تھی رات کو جب دال گھجارتین تو بگھار کی آواز سنکر وہ اپنی زبان مین یون بولتی کہ "تنک ہمرا نہ دے لین" مہینون یہی حالت رہی۔ اوس زمانے مین نیمی کے بہت سے لوگ جناب شاہ **بُولا** قدس سرہٗ ساکن موضع رہوئی کے مرید تھے۔ اتفاقاً وہ نیمی پہونچے جب یہ واقعہ سنا تو آدھ سیر تیل منگوایا اور دم کرکے دیا۔ اور ترکیب بتا دی۔ رات کو حسب تعلیم وہ تیل کڑھی

مین رکھہ کر آگ پر چڑھایا گیا۔ جب خوب گرم ہوگیا تو پانی کے چھینٹے دیئے جس سے چھن چھن کی آواز آنے لگی۔ اوس بھتنی نے وہی صدا سے بے ہنگام دی۔ انھون نے کہا کہ اچھا کوئی برتن لے آؤ۔ وہ بھتنی دس بارہ منٹ تک غائب رہی اسکے بعد تیل کا ایک بڑا کٹورا لیے آپہونچی۔ انھون نے کرچھے سے وہ گرما گرم تیل نکال کر کٹورے کے بدلے اسکے ہاتھون پر دیدیا۔ وہ بھتنی کٹورا زمین پر پٹک کر گالیان دیتی ہوئی رفو چکر ہوگئی۔ اور ایسی غائب ہوگئی کہ پھر پتا نہ لگا۔ اوس تاڑ پر کا رہنا یک قلم چھوڑ دیا۔ وہ کٹورا کئی برس تک مصرف مین رہا۔ آخر کسی کے چرا لینے سے غائب ہوا۔ اب ایک اور **نقل** سنیئے کہ نیمی کے **بدری شاہ** صاحب جو آجتک زندہ اور مرد نمازی ہین اونکا بیان ہے کہ ۱۲۹۰ھ مین نیمی فلان اہیر مرگیا ہندون نے اپنی رسم کے موافق آگ دے کر گنگا مین بہا دیا۔ اوس شب کو ہم اپنے دروازے مین اکیلے سوئے ہوئے تھے۔ دو بجے رات کو ایک شخص قریب آکر پکارنے لگا کہ "سائین جی سائین جی ایک چلم تمباکو دو" ہمنے پوچھا کہ کون ہے اوسنے اوسی اہیر کا نام لیا۔ ہمارے کان کھڑے ہوگئے۔ بستر سے اوٹھ کر جو دیکھا تو جس وضع سے وہ اہیر رہتا تھا اوسی وضع سے اوسکو پایا۔ اوسکی ساری دھوتی پانی مین شرابور تھی منہ پر بڑے بڑے پھپھولے پڑے ہوے تھے۔ ہم نے دل مضبوط کرکے اوس سے کہا یہان تمباکو نہین۔ یہان سے چلا جا۔ اوسنے نہ مانا۔ تو دھمکیان دے کر مارنے کو اوٹھے وہ بھاگ کر کچھہ دور جا کھڑا ہوا۔ پھر ہم اپنے بستر پر ڈر سے میٹھہ رہے پھر وہ سامنے آکھڑا ہوا۔ تین چار بجے تک یہی چھیڑ چھاڑ رہی۔ شاید نماز کی برکت تھی کہ قریب نہین آتا تھا۔ جب صبح کے آثار نمود ہوئے تو اوسنے کہا کہ "سائین جی تم بڑے کھراب آدمی ہو ایک چلم تمباکو تم سے نہو سکا اچھا اب ہم جاہین" یہ کہہ کے غائب ہوگیا۔ دیکھیے۔ نیمی کے یہ چند واقعات ہین جنمین بعض قطعاً صحیح ہین۔ اور بعض کی صحت کا گمان غالب ہے۔ اسیطرح اور مقامات مین بھی ایسے ایسے واقعے ہوے ہین کہ جہان نہ وہم کو کچھہ دخل ہے نہ مرض کو۔ جو لوگ بھوت کے سرے سے منکر ہین اونکو کبھی بھوتون سے کام نہین پڑا۔ **الغرض** بھوتون کے وجود مین کچھہ شک نہین۔ ہان کلام ہے تو اسمین کہ اِنکی حقیقت کیا ہے۔ عام خیال یہی ہے کہ بدکار لوگون کی ارواح یا ہمزاد بھوت ہوجاتے ہین۔ شرع شریف مین کہین اسکا ثبوت نہین۔ اسی طرح انکار بھی نہین ممکن ہے کہ یہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنات جنکا وجود شرعاً ثابت ہے اون مین

جو رذیل و شریر ہین وہی متشکل و مسلط ہوا کرتے ہین اور ایسے ایسے شگونے چھوڑا کرتے ہین اور دھوکا دینے کو کسی بیچارے مُردے کا نام لے لیا کرتے ہین۔ غرضکہ ارواح خبیثہ ہون یا شیاطین الجن یا کوئی اور شے ہو کسی خاص چیز کا تعین تو کر سکتے نہین۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ بھوتون کا وجود ضرور ہے محض خیالی و وہمی شے نہین ہے۔ شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر فتح العزیز مین جہان سحر کے اقسام لکھے ہین یہ تحریر فرمایا ہے کہ "قسم سوم ازان پیدا کردن بیراست و درین سحر ضرورمی افتد کہ اول انسانے را کہ قوی القلب و البتہ مردہ باشد تفحص نمایند بعد ازان روح او را بخواندن بعضے الفاظ کہ مشتمل بر ذکر کبرائے شیاطین میباشد و تعظیم مفرط نسبت بآنہا دران بیان میکنند بخود منجذب سازند و بقوت آن الفاظ و نہادن نذر و ہدایا آن روح را در حکم و قابوے خود کنند بحدے کہ مانند غلام و نوکر ہر چہ مامور فرمایند سرانجام دہد"۔ اور جناب اوستاذنا مولانا محمد عبد الحی محدث لکھنوی مرحوم نے اپنے فتاوی جلد ثالث مین اس سوال کے جواب مین کہ "انسان بعد از موت در بدن آدمی تصرف بہ ایذا و قتل وغیرہ میکند یا نہ۔" یہ تحریر فرمایا ہے کہ علماے اہل سنت درین مسئلہ اختلاف دارند بعضے منکر شدہ اند بدلیل آنکہ انسان اگر صالح است این ایذا منافی صلاح اوست و اگر فاسق یا کافر است پس از دست موکلان عذاب چہ طور خلاص شدہ فرصت ایذا یافت و مجوزین دو فرقہ شدہ اند طائفہ گوید کہ انسان کافر یا مومن ظالم موذی یا زانی ملعن یا مرتد غیر تائب بعد موت در عالم برزخ باراد ۂ الٰہی مسخ شدہ جن میگردد و علی الخصوص ہنگامیکہ موت اینہا بر جنابت شود پس جن شدہ تصرف در بدن آدمی میکند و مسخ امت مرحومہ محمدیہ در عالم شہادت ببرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مفقود شدہ لکن در عالم برزخ بطریق تعذیب میتواند شد و نیست انمعنی کہ ہر کافر یا ہر مومن بد کار مسخ شود بلکہ ہر کہ او را خداوند تعالی خواست مسخ میشود و صلحا و اتقیا اگرچہ بر جنابت بمیرند مسخ نمیشوند ملا معین در شرح برزخ مفصلاً این معنی بیان فرمودہ و فرقہ دیگر میگوید کہ نہ انقلاب میشود نہ مسخ بلکہ نوعے است در افعال و حرکات کہ اصناف مختلفہ را باہم بہم میرسد و حکم مَن تَشَبَّہَ بِقَومٍ فَھُوَ مِنھُم ہمچون انسان را کہ کار جن میکند در عرف بھوت نامند"۔

شیخ شجاعت علی مرحوم

خدا بخشے یہ میرے منجھلے چچا تھے۔ فارسی کے علاوہ عربی بھی کچھ پڑھے تھے جن سے

پاکیزہ تھا۔ شرح[1] نصاب صبیان اور صرف۔ کی چند کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یادگار ہین۔ جناب ڈپٹی اعظم الدین حسین بلگرامی مرحوم کے محکمہ کے پیشکار رہتے۔ بطین۔ تور۔ کبوتر۔ اس قسم کے جانور پالنے کا بہت شوق تھا۔ ۱۲۷۳ھ مین ایک لڑکی جس سے اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کی شادی ہوئی۔ چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوے۔ مؤلف نے تاریخ وفات یون لکھی ہے۔

شد بجنان شیخ شجاعت علی	طالب خلاق جہان حق پسند
خامہ من سال وفاتش نوشت	رفت بہ گلزار جنان حق پسند
	۱۲۷۴ھ

منشی شرافت حسین

بن شیخ سخاوت علی عرف شیخ جوگی ممپوری مرحوم۔ ۱۲۷۶ھ مین پیدا ہوے اور ابھی تک بفضلہٖ زندہ ہین۔ حضرت سید شاہ علی حبیب ساکن قصبہ پھلواری قدس سرہٗ کے مرید ہین علم مساحت نہایت عمدہ جانتے ہین۔ ہرچند نظم و نثر اردو کی مشق کا اور قواعد کے برتاؤ کا کبھی انکو اتفاق نہین ہوا۔ مگر کچھ ایسی خداداد زبان پائی ہے کہ انکی بول چال سے اہل زبان کا نقشا آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ اس تعلقے اور لہجے کے ساتھ بولتے ہین کہ زباندانی کا مزا آجاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جسنے ایک شعر کہا ہو اور نہ کبھی اردو کی اصلاح لی ہو پھر بھی اوسکی بول چال اہل زبان سے ملتی جلتی ہوئی ہو۔

شیخ محمد شریف مرحوم

بن شیخ ظہور محمد بن شیخ حیات مزید مرحوم۔ یہ نبیسی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین۔ شیخ عبدالحکیم مرحوم کے معاصر تھے۔ ۱۲۷۵ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین۔

شیخ ثمن مرحوم

انکا اصلی نام شیخ سلیم اللہ تھا۔ شیخ مجیب اللہ بن شیخ بارالہ نیموی کے بیٹے تھے کاشتکاری

[1] یہ شرح ملا سعد کی تالیفات سے ہے جو عظیم آباد کے مشاہیر علما سے تھے۔ انکی تالیفات سے ترجمہ شرح ملا موسوم باسم تاریخی انتخاب بے بدل اور ترجمہ کافیہ فقیر کے کتب خانے مین موجود ہین۔ انکے علاوہ انکی تصنیفات سے اور بھی کتابین ہین۔ مگر افسوس کہ آج کوئی انکے نام سے واقف نہین ۱۲ منہ

وجہ معاش تھی۔ غریبانہ بسر اوقات کرتے تھے۔ بہت بڑے چالاک اور لطیفہ گو خوش طبع آدمی تھے۔ ایک سال نیمی کی ندی کے کنارے گیہون خوب پیدا ہوئے تھے۔ جب کاٹنے کے قابل ہوئے یہ ایک روز ہنسوا لیکر کاٹنے گئے۔ اتنے مین دو چار تلنگے ایک بکری اور گٹھریان لیئے پہونچے انکو کوئی رذیل آدمی سمجھکر بولے کہ ارے میان اس ندی مین کتنا پانی ہے آنکھ اوٹھاکر دیکھا اور ہنسکر بولے کہ واہ جناب ابھی تو گیہون ہم نے کاٹا تک نہین ہے اور آپ اکتی[1] کے لیئے بکری لے آئے۔ وہ لوگ انکا لطیفہ کچھ نہ سمجھے اور انھین نیلی پیلی کرکے بولے کہ ہم پوچھتے ہین کہ ندی مین پانی کتنا ہے اور یہ خدا جانے کیا بکتا ہے شیخ ثمن مرحوم نے کہا کہ جناب ندی مین تھوڑا پانی ہے وہ بولے گیہون پیچھے کاٹنا پہلے ہمکو اور ہماری چیزون کو پار کردے۔ شیخ ثمن کچھ متامل ہوئے۔ پھر کچھ سوچ سمجھکر بولے کہ اچھا صاحب پہلے آپ کی چیزین۔ پھر آپ کو پار کردین۔ یہ کہکر وہ گٹھری اوٹھائی جسمین گوشت اور روٹیان تھین۔ اور دوسرے ہاتھ مین بکری پکڑکے بہزار خرابی اسطرح پار ہوئے کہ یہ لوگ سمجھین کہ ندی مین تیراؤ پانی ہے۔ جب گھاٹ پر پہونچے تو گٹھری کھولکر گوشت روٹیان چکھنے لگے وہ تلنگے پکارے کہ ارے میان یہ کیا۔ بولے کہ ابھی آپ لوگ صبر کیجیے ذرا اسکا مزا چکھ لین تو آپ لوگون کو پار کردین۔ ندی حائل تھی جانتے تھے کہ پانی بہت ہے منہ دیکھکر رہ گئے اور وہ حضرت باطمینان گوشت روٹیان زہر مار کرکے بکری لیکر اور یہ کہکے کہ اب میرا اسلام لیجیئے وہان سے چمپت ہوگئے۔ جب گھڑی دو گھڑی کے بعد دوسرے مسافر آئے اور پار ہوئے تو ظاہر ہوا کہ ندی مین کچھ زیادہ پانی نہین۔ اونکی چالاکیون پر حیرت کرتے ہوئے وہ تلنگے تو روانہ ہوگئے اور یہ حضرت چکر کھاکے شام کے وقت بکری لیئے گھر پہونچے اور خوب اکتی کی ٹھہری۔ خدا مغفرت کرے ۱۲۵۶ھ مین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

گرامی گہر نکتہ رس شیخ ثمن	ہوا انتقال اونکا جب اس جہان سے
کہی شوق نے یہ تاریخ رحلت	بہشت برین کو گئے وہ یہان سے
	۱۲۵۶ھ

[1] اکتی یہ ایک غذا کا نام ہے جو گوشت اور گیہون کے آٹے سے پکائی جاتی ہے ۱۲ منہ

ڈاکٹر محمد صدیق نیموی

بن شیخ امانت حسین بن شیخ فضل علی بن شیخ اصغر علی بن شیخ سیف اللہ بن شیخ عبدالحکیم مرحوم۔ ۱۲۸۵ھ مین پیدا ہوئے۔ نیک اختر تاریخ ولادت ہے۔ فن ڈاکٹری مین مہارت کامل رکھتے ہین۔ برسون سرکار انگلشیہ کے ڈاکٹر خانون مین ملازم رہے ہین۔ فی الحال مظفر پور مین شفاخانہ کھولا ہے۔ بہتیرے مہلک امراض انکے ہاتھ سے اچھے ہوئے ہین۔ نہایت خلق و مروت کے آدمی ہین۔ ڈاکٹری مین منتخبات صدیقی نام ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے۔ جسمین ڈاکٹری کے علاوہ یونانی نسخے بھی چیدہ چیدہ درج ہین۔ یہ مفید کتاب انشاءاللہ عنقریب چھپنے والی ہے۔ ان کو باغ کا بہت بڑا شوق ہے۔ ۱۳۰۲ھ مین چکشا[1] ہم کے حلقہ اور نیمی کی زمین مین نہایت اہتمام سے ایک عمدہ باغ کی بنا ڈالی۔ ہر قسم کے خوشنما پھول لگائے۔ دور دور مقامات سے عمدہ عمدہ درخت منگائے۔ مالدہ کے آم بنارس کے بیر۔ الہ آباد کے امرود۔ کشمیر کے شہتوت سے اس باغ کو آراستہ کیا۔ اس باغ کے آس پاس کچھ دنون بعد جناب بھائی منشی محمد ظہور احسن صاحب اور بھائی منشی محمد میر احسن صاحب نے بھی اپنا باغ لگایا۔ یہ تینون باغ آجکل ہرے بھرے ہو رہے ہین۔ مؤلف نے ڈاکٹر صاحب کی بنائے باغ کی تاریخ یون نظم کی ہے۔

ہین جو نیمی مین ڈاکٹر صدیق	گل گلزار حکمت و تحقیق
بلبل بوستان صدق و صفا	نونہال ریاض مہر و وفا
یک بیک اونکو شوق باغ ہوا	جس سے حاسد کے دل مین داغ ہوا
لوگ کہتے ہین جسکو پچھم ٹال	جسمین ندی رواں ہوئے شمال
ہے جو عمدہ دمان تری کی زمین	جسکا پانی ہے مثل جان شیرین
اوسمین اک خوشنما لگایا باغ	جس سے دل باغ باغ تر ہو دماغ
ہر طرف جسمین بے شمار درخت	ہر طرح کے ہین میوہ دار درخت
ناشپاتی۔ شریفے۔ شفتالو	کوکے۔ شہتوت۔ ناریل۔ لیچو

[1] یہ لفظ اصل مین چکشاہم ہے۔ ہائے مختفیہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہو گئی ہے۔ پرانے کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہمہ ایک معزز عورت کا نام تھا جسکو بادشاہ دہلی سے یہان سے جاگیر عطا ہوئی تھی ۱۲ منہ

بیر جامن انار آم امرود	بیل کیلے چکو ترے موجود
ہر روش مین ہین انتخاب کے پھول	کہین لالے کہین گلاب کے پھول
کہین چنپا کہین ہزارا ہے	گل شبو بھی جلوہ آرا ہے
گل سوسن ہے صورت نیلم	موتیون سے ہے موتیا کب کم
جوہی بیلے چنبیلی کی بو باس	تازہ کرتی ہے روح و ہوش و حواس
مہتم اوسکے ہین منیر احسن	ہین جو دلدادہ بہار چمن
باغبان ہین میان تراب علی	جن سے کھلتی ہے دم مین دل کی کلی
الغرض بعد صد ہزار سخن	خوب آراستہ ہوا یہ چمن
شوق تاریخ بھی پھڑکتی ہے	کیا ہی عمدہ یہ باغ نیمی ہے

۱۳۰ھ

ضیاء اللہ مرحوم

بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الحکیم ممپوری غفر اللہ لھم یہ بزرگ ممپور کے رہنے والے تھے۔ انقلاب زمانہ سے آج کوئی انکا نام تک نہین جانتا۔ ۱۱۷۵ھ مین انکا انتقال ہوا۔

قطعۂ تاریخ

گشت چون گل زجوش صرصر مرگ	شمع بزم صفا ضیاء اللہ
خامۂ شوق زد رقم تاریخ	قدوۂ اصفیا ضیاء اللہ

۱۱۷۵ھ

فائدہ۔ اس تاریخ مین ضیاء اللہ کا ہمزہ بھی محسوب ہوا ہے۔ بعض رسائل مین لکھا ہے کہ ہمزے کا کوئی عدد نہین۔ چنانچہ ریاض العروض مین ہے کہ رہا الف محدودہ اوسکا مورخین نے ایک لیا ہے اسلیئے کہ ہمزہ بے عدد ہے اور حضرت جلال نے رسالہ افادۂ تاریخ مین لکھا ہے کہ ہمزہ جو خط سنخی سے عبارت ہے اوسکا کوئی عدد تاریخ مین نہین لیا جاتا اسلیئے کہ یہ کوئی حرف حروف تہجی مین سے نہین ہے پس مولف ہیچمدان کے نزدیک ہمزہ کا ایک عدد لینا کسی طرح صحیح نہو گا غلط بلکہ اغلط ہے کہ مورخین ثقات نے کبھی ہمزہ کا کوئی عدد تاریخ مین نہین لیا انتہے۔ اور مولف کی نظر سے بعض ایسی تاریخین بھی گزری ہین جنمین ہمزہ محسوب نہین ہوا۔ جیسے رشتاک لکھنوی کی

یہ تاریخ ع اب کیا کشتی بنی ہے ماشاء اللہ۔ المختصر لوگون کی اس قسم کی تحریر اور تاریخون سے پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ ہمزے کا عدد لینا صحیح نہین۔ مگر بعد تتبع و تفحص ثابت ہوتا ہے کہ اسکا ایک عدد لینا بلاشک درست ہے۔ یہ خیال کہ ہمزہ حروف تہجی سے نہین قابل التفات نہین کیونکہ جسطرح چے۔ جیم کے عوض ہے اوسی طرح ہمزہ الف کا قائم مقام ہے دیکھو صاحب صراح وغیرہ خباءٌ وغیرہ کو باب الالف مین لائے ہین۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمزہ الف کا قائم مقام ہے۔ اسکے علاوہ مورخین کرام نے بھی ہمزے کا ایک عدد لیا ہے چنانچہ مؤلف خزانۂ عامرہ نے یحیاے کاشی کے ترجمے مین لکھا ہے کہ مخفی نماند کہ ہمزہ کہ بعد الف می آید مورخان فرس اکثر اوقات بجای الف داشتہ در تاریخ حساب میکنند چنانچہ در ترجمہ نعمت خان عالی گذشت کہ ہمزۂ لقاء را در تاریخ مصرع نو جائز کرد اینجا التقاء ساکنین + محسوب ساختہ و گاہے حساب نمیکنند زیرا کہ شکلے از اشکال حروف تہجی ندارد چنانچہ در تاریخ میر یحیی کہ مورخ ہمزۂ احیاء را محسوب نساختہ۔ و مورخان عرب برعکس این عمل کنند یعنی اکثر حساب نمیکنند و گاہی کنند وقت ضرورت مثلاً تاریخے از قرآن یا حدیث یافتہ شود میر عبد الجلیل بلگرامی تاریخ جلوس محمد فرخ سیر بادشاہ مطابق سنہ ۱۱۲۴ھ اربع وعشرین ومائۃ والف یُؤْتِیْ مُلْکَهٗ مَنْ یَّشَآءُ یافتہ و ہمزہ یشاء را حساب کردہ اور شمس العلما مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی نور اللہ مرقدہ کہ بہت بڑے محقق تھے اون کے دیوان قسطاس البلاغۃ مین یہ تاریخین موجود ہین ع گو سیر شد بما ز زلال وصال دوست ۱۲۹۶ھ ع بناءٌ طوی کبیتِ عتیق ۱۲۹۳ھ اور اونکے دیوان مقصد البلاغۃ مین یہ تاریخ ہے ع جاء عندی خزائن الاسرار ۱۲۹۶ھ الغرض ہمزے کا لینا اور نہ لینا دونون طرح ثابت ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ ہم لوگون کو کیا کرنا چاہیے اگر یہ قاعدہ رکھا جاے کہ جہان چاہے لیجیے اور جہان چاہے چھوڑ دیجیے تو کچھ ٹھیک نہین ایسی حالت مین ایک سال کی کمی بیشی کا کھٹکا رہے گا اور تعیین زمانہ جو تاریخ سے مقصود ہے ثابت نہ ہوگی اس باب مین کوئی قاعدہ منضبط ہونا چاہیے کہ یہ خرابی دور ہو جاے۔ مین اب اس ضابطہ کا پابند ہون کہ عربی ہو یا فارسی جہان ہمزہ مستقل طور پر ہو یعنی پردہ چشم وغیرہ کی طرح کسی حرف پر نہو جیسے جاءَ و مائٌ اوسکا ایک عدد لینا چاہیے کیونکہ جب کتابت مین بھی موجود ہے اور ہمزہ الف کا قائم مقام ہے تو اوسکا خون کیون ہو ناحق

اگر کسی واقعے کی چند تاریخین ہون جن سے تعین زمانہ ہو جاتی ہے اگر اوسکی ایک آدہ تاریخ مین ہمزے کا عدد نہ لیا جائے تو چندان مضائقہ نہین - کیونکہ آخر لوگون نے ہمزے کو غیر محسوب بھی قرار دیا ہے اور دوسری تاریخون سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہان غیر محسوب ہے - کمی بیشی کا کھٹکا نہین ہو سکتا - مگر بہر صورت اولےٰ یہی ہے کہ ہمزہ مستقلہ ہر جگہہ محسوب ہو کہین نظر انداز نہ کیا جائے -

شیخ طاہر علی مرحوم

بن شیخ روح اللہ عرف شیخ روحی بن شیخ باب اللہ بن شیخ کریم اللہ مرحوم - ممپور کے رہنے والے تھے - ۱۲۳۵ھ مین انتقال کیا -

قطعہ تاریخ

جو طاہر علی تھے ممپور مین	سوے باغ خلد اونکی رحلت ہوئی
ہوئی مجھکو تاریخ کی فکر شوق	تو دل نے کہا شیخ طاہر علی
	۱۲۳۵ھ

شیخ طفیل اللہ مرحوم

بن شیخ بار اللہ بن شیخ فیض اللہ مرحوم - پرانے کاغذات سے ثابت ہوا کہ نیمی کے رہنے والے تھے - ۱۲۲۳ھ کے قبل انتقال کر چکے تھے - باقی حال کچھ معلوم نہین -

منشی محمد ظہور احسن

بن جناب والدی شیخ سبحان علی مرحوم - یہ میرے منجھلے علاتی بھائی ہین - ۱۲۶۷ھ مین پیدا ہوئے - خدا پرست ۱۲۶۷ھ تاریخ ولادت ہے - بزرگانہ انداز رکھتے ہین - فارسی اچھی جانتے ہین - کبھی کبھی تاریخین بھی کہہ لیا کرتے ہین - نیمی مین اس نام کے کئی شخص ہین - مگر اونمین کسی کو تاریخگوئی کی طرف کچھ توجہ نہین - اس تذکرے مین جا بجا انکی طبعزاد تاریخین درج ہین - جہان اس نام کی تاریخ نظر سے گزرے - انھین کا نتیجۂ فکر سمجھنا چاہیئے - انکی وہ تاریخین جو اس کتاب مین اور کہین درج نہین وہ یہان لکھی جاتی ہین -

اسم تاریخی پسر متوفی جناب اخی منشی محمد منیر احسن صاحب نیموی
محمد عبد المغنی
۹۹ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ تالیف رسالہ ازاحۃ الاغلاط مؤلفہ راقم الحروف

بارک اللہ ظہیر احسن من	گام خود در رہِ تحقیق نہاد
کرد تالیف کتابِ نایاب	ساخت تصحیح غلط با اسناد
نیک بنگر کہ بروئے عالم	باب توضیح و افادت بکشاد
کرد تاریخ رقم کلک ظہور	نسخہ شوق ہمایوں بنیاد
	۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ ولادت صبیہ اولین جناب مورخ ممدوح دام مجدہٗ

چون دخترِ نیک اخترم زاد	کردم شکرِ خدائے بیچون
دل خواست ظہور نام و تاریخ	ہاتف گفتا عفیفہ خاتون
	۱۳۰۲ھ

شیخ ظہور الحسن مرحوم

بن شیخ عامد حسین کمپوری مرحوم۔ انکے آبا و اجداد کا حال منشی امیر الحسن صاحب کے ترجمے میں گزرا۔ یہ ۱۲۷۵ فصلی میں پیدا ہوئے تھے۔ میں نے خود انکی زبانی سنا ہے کہ ظہور الحسن میرا فصلی تاریخی نام ہے۔ خدا بخشے عجب با اخلاق آدمی تھے۔ دنیا عجب جاے عبرت ہے۔ جب شیخ عبد العزیز نیموی مرحوم نے ۱۴۔ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ میں انتقال فرمایا تو انکو اونکی اولدی پر کمال افسوس تھا۔ اور باصرار و کمال تاکید اونکی تاریخ وفات کہنے کی مجھ سے فرمایش کی کہ یادگار رہے مگر غیب کی بات خدا ہی جانے۔ افسوس یہ خبر نہ تھی کہ پارسال اوسی تاریخ اور اوسی مہینے میں اپنی بھی رحلت ہے۔ بیچارے کچھ دنوں بعد بخار اور دم طمال میں مبتلا ہوئے۔ ہزار علاج کیا گیا کچھ سود مند نہوا آخر ایک لڑکی چھوڑ کر ۱۳۰۳ھ میں ۱۴۔ رمضان کو انتقال کیا انا للہ و انا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ

چون ظہور الحسن سقاہ اللہ	عن شئونی بزود رحلت کرد

ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق صدیقی نقشبندی مجددی عفی عنہ

اگرچہ میں ایک بندہ ناچیز ہوں اور دہات میں پیدا ہوا اور دہات ہی میں نشو ونما پا اور میرے آبا و اجداد بھی دہات ہی کے رہنے والے تھے مگر اللہ تعالےٰ کی عنایتیں مجھ شامل ہوئیں کہ اسقدر خلد میں ترقی کی کہ بیان سے باہر ہے آن اپنے فرض منصبی کے موافق نہایت صدق و راستی کے ساتھ بچپن سے لیکر آج تک کے واقعات مجملاً لکھتا ہوں۔ میں نے اپنی ترقی دکھائی ہے ناظرین باتمکین فضلی کا خیال نہ کریں انہیں نعمت الٰہی پر محمول فرمائیں۔

خدا بخشے میرے والد ماجد کا نام شیخ سبحان علی تھا وہ مرحوم جناب شیخ دھومن مغفور بن شیخ فتح علی بن شیخ محمد وزیر بن شیخ محمد ولی بن شیخ غلام بدر بن شیخ عبدالہادی زاہدی مرحوم و مغفور صدیقی غفر اللہ لہم کے بیٹے تھے۔ اور میری والدہ مرحومہ کا نام خدا بخشے بی بی سمرن[1] تھا اور ان کے پدر بزرگوار کا نام شیخ روشن علی تھا۔ وہ موضع بایزید پور[2] علاقہ بارہ[3] رہنے والے تھے جناب شیخ حسن علی بن شیخ جعفر علی مرحوم کے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے جمیع آبا و اجداد کو اپنے فضل عمیم سے داخل جنات النعیم فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

تم الحروف ۱۲۸۱ھ میں جمادی الاولیٰ کی چوتھی تاریخ بدھ کے روز کچھ دن چڑھے صالح پور میں اپنے خالہ مکرمہ کے گھر پیدا ہوا۔ محمد ظہیر احسن نام رکھا گیا۔ ابوالخیر کنیت اور ظہیر الاسلام[4] تاریخ ہے۔ چنانچہ اس باب میں ایک رباعی بھی میں نے کہی ہے

---

[1] اور انکی والدہ کا نام بی بی مجیدن بنت شیخ رحمت علی مرحوم ہے جو بفضلہ آج تک زندہ ہیں اور یہی میرے مولف کے یہاں رہتی ہیں ۱۲ منہ

[2] بایزید پور ایک چھوٹی سی بستی ہے جو عظیم آباد سے پورب پندرہ سولہ کوس کے فاصلے پر ہے مشہور ہے۔ عوام اسکو بازید پور کہتے ہیں ۔ ۱۲ منہ

[3] بارہ میں چار کوس کے فاصلے پر ہے ۱۲ منہ

شوق است تخلصم ظہیر احسن نام	در قصبہ دلنواز یمی است مقام
شد از پے گفتم ابو الخیر الہام	تاریخ تولدم ظہیر الاسلام ۱۲۸۷

جب مین پانچ چھہ برس کا ہوا تو بسم اللہ ہوئی اور مکتب مین بیٹھا۔ فارسی کی دو چار کتابین پڑھ کے عربی بھی شروع کی مختلف حضرات سے تعلیم ہوئی۔ مجھے یہ تو خیال نہین کہ کسی اور معلم سے مار کھائی یا نہین۔ مگر یہ خوب یاد ہے کہ والد مرحوم کے ہاتھون مجھے اتنا پٹنا پڑا ہے کہ دیکھنے والے ترس کھاتے تھے اور جنکا مزا اب تک یاد ہے۔ اوسوقت وہ چھڑیان مار سے بھی بدتر تھین مگر کیا خبر کہ ضرب الیتیم کالغارس الدہ آن ایکدن یہ مار کی چھڑیان پھولون کی چھڑیان ہوکر گلزار کی بہار دکھائین گی۔ آمین کی بدولت شاخ خامہ سے وہ وہ گل پھولین گے جنکی بو باس سے سارا ہندوستان مہکیگا اور ایک عالم کا دماغ معطر ہو جائے گا۔ لڑکپن ہی مین خدا نے طبیعت ایسی موزون بنائی تھی کہ جب مین گلستان ہی پڑھتا تھا تو فی البدیہہ شعر موزون کر لیتا تھا۔ اوسمین غلطیان تو ضرور ہونگی مگر ایسی نہ تھین کہ غیر شاعر کوئی تبصرہ کر سکتا۔ جناب والد مرحوم نے بیت بازی کے لیے بہ ترتیب حروف تہجی اساتذہ کے بہت سے ایسے اشعار جمع کر دیے تھے جنکے آخر مین ردیف تھی اور وہ اشعار مجھے یاد کرا دیئے تھے۔ مین جب کسی برات کے ساتھ غیر بستی مین جاتا اور وہان کے لڑکے بیت بازی کے لیے پھنچتے اور بیت بازیان شروع ہوتین تو مین وہی ردیف والے اشعار پڑھتا۔ جسکے جواب مین اون لوگون کا قافیہ تنگ ہو جاتا۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ حریف کو بھی کسی خاص حرف کے اشعار بہت یاد تھے جن سے مجھکو بھی دقت پڑتی۔ مگر جب استاد کا کوئی شعر یاد نہین آتا تو فوراً طبع سے جواب دیتا۔ اون بیچارون کو وہم تک نہ ہوتا کہ یہ قصر اسکا بنوایا ہوا ہے۔ کہان تک جواب دیتے۔ آخر مات کھا جاتے۔ مجھے خوب خیال ہے کہ بیت بازی کے سبب سے بھی کبھی کبھی مدرسے غائب ہوا۔ جب عربی کی پانچ چھہ کتابین نکل گئین تو شوق دل سے ابھارا کہ وطن سے کبتک رہوگے ذرا قدم باہر نکالو۔ اور شہرون کی ہوا کھاؤ۔ چنانچہ گھر والون کی محبت کو کہان سے کہان پہونچاتی ہے پہلے مین عظیم آباد پہونچا۔ اور اسوقت حضرت شمس العلما جناب مولانا محمد کبیر حسرت تونسوی مین حاضر ہوا۔ بعض کتابین اون سے اور بعض دوسرے حضرات سے پڑھین

مولینا مولوی مفتی محمد[1] رحمۃ اللہ مرحوم فرنگی محلی منیجر مدرسہ چشمۂ رحمت کی خدمت پر حاضر ہوا۔ دو بار روز اونھیں کے یہاں قیام رہا۔ پھر جاگیر کا سامان ہو گیا۔ ضلع سیتھاوان علاقہ بہار ضلع پٹنہ سے رہنے والے جناب میر نور علی مرحوم نے یہ جاگیر حسین بن بود و باش اختیار کی تھی۔ اونکے چھوٹے لڑکے سید محمد سعید سلمہٗ کے لیے مقرر ہوا۔ اکل و شرب وغیرہ کا سامان تو جناب میر صاحب مرحوم کے یہاں ہوا اور پڑھنے کا بندوبست مدرسے میں جامع الکمالات جناب مولنا مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سے ٹھہرا اور وقت جامع فضل و کمال سخنور بیمثال جناب مولنا مولوی محمد عبدالواحد صاحب تمنا دلکھنوی فرنگی محلی اول مدرسہ میں درجۂ فارسی کے مدرس اول تھے۔ فن شاعری میں خاری پور کے اکثر حضرات ان کے شاگرد تھے۔

جناب میر صاحب مرحوم کے بڑے بیٹے جناب منشی سید محمد شفیع صاحب وکیل متخلص بہ موج کو بھی شاعری کا شوق تھا۔ وہ بھی اونھیں کے شاگرد تھے۔ اکثر اپنی غزلیں سناتے اور احباب کو خوش کرتے۔ اس اثنا میں جناب میرزا کرمین صاحب ہنر غازی پوری نے یہ طرح کی ع جامہ ہستی مرے تن پر بہت بوسیدہ ہے۔ میرے کرم فرما دوست جناب موج طرح میں غزل کہنے لگے۔ اور مجھپر فرمائش کی کہ آپ بھی کہیں اور ضرور کہیں۔ چنانچہ اونکے اصرار سے شوق تخلص رکھکر میں نے یہ غزل کہی۔

---

[1] جناب مفتی صاحب مرحوم بڑے علوالہمم بزرگ تھے۔ تا صدر سلطنت لکھنؤ میں مفتی رہے۔ بعد غدر غازی پور آنے کا اتفاق ہوا یہاں پڑھنے لکھنے کا چرچا نہ دیکھکر بہت افسوس کیا ایک مدرسہ کی بنا ڈالی جو اب بنام وکٹوریہ اسکول مشہور ہے۔ پھر ایک دوسرا مدرسہ بنام چشمۂ رحمت جاری کیا جس سے سکڑوں علمیر فیضیاب ہوئے۔ حکام وقت جناب ممدوح کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ تا حیات ارزیٔ محبت فرمودہ رہے۔ ۱۴ جمادی الاولی روز سہ شنبہ ۱۳۰۵ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ اونکی تالیفات سے ہدایۃ الصبیان فی علم البیان کا تحفۃ الاحباب شرح منتخب عمدہ شرح زبدہ وقعت شرح فلاصۃ الحساب چھپکر شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] علاقہ بہار میں اسیتھا نام دو ہیں ایک معروف و مشہور یہی ہے۔ یہاں اکثر اہل کمال گزرے ہیں ۱۲ منہ

[3] میر صاحب مرحوم محب وطن تھے ۱۴ ربیع الآخر روز چہارشنبہ ۱۳۱۲ھ کو اونکا انتقال ہوا۔ منہ

Proof 1860, HL #607

غزل

سوزِ غم سے آبلہ اپنا دلِ تفتیدہ ہے
اور شرارہ جسم خاکی سے تنِ رنجیدہ ہے

کارگر کیا مرہم کافور ہو اے چارہ گر
زخمِ دل شوخیِ لعلِ لبِ خندیدہ ہے

قدرِ نیلم کیون نہو جائے خزفِ پارون سے کم
جسکو دیکھو محوِ دندانِ سیِ مالیدہ ہے

کر دیا ہے آتشِ فرقت نے کس کس کو کباب
چشم ہے گریان تو دریان پہ دل لرزیدہ ہے

تابِ دیدارِ جمالِ یار ہی مجھ مین نہین
وصل کا سودا عبث سر مین مرے پیچیدہ ہے

مثلِ سنبل ایک الجھن مین پڑا رہتا ہون مین
جب سے میرا دل اسیرِ کاکلِ پیچیدہ ہے

گلشنِ رخسارِ جانان مین نہین خطِ جلوہ گر
صورتِ سبزہ نگاہِ عاشقان روئیدہ ہے

موسمِ گل ہے اکڑتے ہین جوانانِ چمن
آہ مجھ بن قفس اک بلبلِ خوندیدہ ہے

گر تجسس گوہرِ مقصود کا ہے شوق
دل کے ویرانے مین گنجِ معرفت پوشیدہ ہے

یہ غزل کہہ کے مین نے اپنے احباب کو سنائی اون لوگون نے بہت تعریف کی جس سے دل اور بڑھ گیا۔ سوچ صاحب نے مشاعرے مین چلنے کی صلاح دی۔ مین نے کہا کہ آپکے اوستاد تو جناب مولوی عبد الاحد صاحب ہین۔ میرا تو کوئی اوستاد نہین۔ مشاعرے مین بڑے بڑے شاعر جمع ہونگے بغیر اصلاح کیونکر پڑھ سکتا ہون اگر کوئی غلطی نکل آئی تو بہت کا مضحکہ ہوگا۔ اونھون نے کہا کہ آپ بھی اونھین سے چل کے اصلاح لے لیجیے۔ مین نے کہا کہ اولاً مجھکو امید نہین کہ وہ اصلاح دینگے کیونکہ وہ بہت بڑے اوستاد ہین اور مین ٹیڈی ہون۔ دوسرے اس غزل مین حسن و عشق کے مضامین ہین مجکو شرم آتی ہے کہ اونکو اس قسم کا کلام دکھاؤن۔ اسپر سوچ صاحب نے کہا کہ بھی تم اون کے مزاج سے واقف نہین وہ ہرگز عذر نہ کرینگے۔ رہے عاشقانہ مضامین تو یہ فرضی باتین ہین۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے گا کہ آپ فی الواقع کسی پر عاشق ہین۔ جب لوگ بے تکلف اس قسم کے اشعار کہتے ہین اور اصلاح لیتے ہین اور مشاعرون مین پڑھتے ہین تو پھر آپ کے لیے کچھ مضائقہ نہین۔ غرضکہ اونکی تحریک سے مین مشاعرے کے دن کو شام کی گاڑی سے لکھنؤ کی تیاری سے روانہ ہوا کی تھی مین حضرت شرر لکھنوی کی خدمت مین حاضر ہوا اور غزل کی کاپی انھین سے بھی غزل کہی ہے اصلاح کے لیے حاضر ہوا ہون۔ اونھون نے بہایت اخلاق کر

حضرت شرر لکھنوی

غزل طلب کی اور کمال شفقت سے اوسپر جا بجا اصلاح دی - بعد اصلاح مین نے
تسلیم عرض کی اور خوش خوش واپس آیا - جب شام ہوئی مین جناب موصوف کے مکان
محفل مشاعرہ مین پہونچا - آدمیون کی کثرت تھی - کچھ دیر بعد مشاعرہ شروع ہوا - اور
واہ وا کی صدائین بلند ہونے لگین - جب میری نوبت آئی اور حضرات سامعین نے
داد دی تو مین پھولا نہ سمایا - اور لطف یہ کہ حضرت اوستاد نے ارشاد فرمایا کہ کہا بھی
اچھا ہے اور پڑھتے بھی خوب ہین اس سے اور بھی دل بڑھگیا - جی مین کہا کہ اس سے
بڑھکے دنیا مین کوئی چیز مزیدار نہین اور خوش خوش مشاعرے سے واپس آیا - اور
دو ایک دن تک اسکا عجب سرور رہا - پھر یہ حالت - ہی کہ کتب عربیہ کے درس و تدریس
سے جب کچھ مہلت ملتی تو شعر گوئی کی طرف متوجہ ہوتا - ہفتے مین ایک آدہ غزل ضرور
کہتا اور اصلاح لیتا حضرت اوستاد جو کچھ فوائد ارشاد فرماتے محفوظ حافظہ کرلیتا - اور فن
شاعری کے متعلق جو کتاب نظر سے گذرتی اوسکو بالاستیعاب دیکھ جاتا - اوس زمانے مین
جس قدر مین نے محنت کی ہے بیراہی دل جانتا ہے اور لطف یہ کہ حضرت[1] شمشاد سے پہلے
فارسی بھی شروع کردی - منشور طوری - قصائد عرفی - قصائد خاقانی - حدائق البلاغت
اون سے پڑھنے کا اتفاق ہوا - غرضکہ عربی فارسی کی تحصیل مین نظم و نثر اردو کی سخن مین
ہمہ تن مصروف ہوگیا - اکثر بارہ بجے رات تک اور کبھی دو ایک بجے تک کتابین
دیکھا کرتا - وماع موزی کیا کرتا - اللہ دے بندہ لے - اودھر اوستاد کی شفقت اودھر اپنی محنت
دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی - اور اب جب غزل کہتا تو طبیعت کو نہایت
مسرور دیتا - اور حتی الوسع خود بیت مضامین سست ترکیب الفاظ متروکہ کو دور کردیتا -

---

[1] حضرت شمشاد بیگ مدرسہ حیدرآباد کے مدرس تھے اب بجائے مولانا مفتی رحمت اللہ مرحوم دہان کے منیجر ہین
فارسی اور فن عروض مین بدطولیٰ رکھتے ہین عربی مین بھی اچھی استعداد رکھتے ہین شعر و سخن مین جناب طلق لکھنوی مرحوم
سے تلمذ ہے اسی سلسلہ کے شاگرد ہین - بیدار اور ناکھیالی مین ممتاز سمجھے جاتے ہین - اردو مین دو دیوان طبع ہوچکے
ہین - پہلا دیوان چھپ چکا ہے دوسرا بھی عنقریب چھپنے والا ہے - اور کتابین بھی آپکی مطبوعات سے ہین - حدائق البلاغۃ کا حاشیہ جسکا نام بہار الفاظ
ہے اس کتاب کے ساتھ چھپ چکا ہے - بہار الانشا کے حاشیے اور دیباچے مین جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید ہے - شمشاد
ہین اپنے کے تلمذ کو حضرت سے کیا - حضور والا شکر دل دام اقبالہ آپ کے بہت بڑے قدردان
ہین - اکثر طلب فرماکر خلعت و خطاب سے نوازتے رہتے ہین - منہ

پھر حضرت اوستاد سے اصلاح لیتا۔ مشاعرہ منعقد ہوئے۔ دکن میں پہلے جناب مولوی عبدالصمد صاحب تعمد وکیل غازی پور نے یہ طرح کی ع آباد کبھی گوشہ ویرانہ دل تھا۔ میں نے بھی اس زمین میں غزل کہی اور شریک مشاعرہ ہوا۔ اور یہ انتخاب ہے۔

غزل

وہ پردہ نشین جلوہ گر خانہ دل تھا
آباد کبھی گوشہ ویرانہ دل تھا

دم بھر شب وصل زبان اپنی ہوئی بند
کچھ اپنی کہانی تھی کچھ افسانہ دل تھا

کیونکر نہ اوبلتا میں سر محفل جانان
لبریز مئی عشق سے پیمانہ دل تھا

سمجھے تھے جسے شمع شب افروز وہ تم تھے
جو جان سے تھا صدقے وہ پروانہ دل تھا

آنکھوں میں پھرا کرتے کسی دیدہ کے آنسو
درد دہاں تک مرا افسانہ دل تھا

جو بات کہی منہ سے وہ تیر سے تھی بھاری
ٹوٹا جسے وہ گوہر یکدانہ دل تھا

کیوں چار طرف شوق پریشان سا تم
مطلوب تو رونق وہ کاشانہ دل تھا

اس غزل کے بعض بعض اشعار پر حضرت اوستاد تو صاد کر ہی چکے تھے مشاعرے والوں نے بھی نہایت داد دی۔ اس مشاعرے کے بعد ایک مدت تک وہاں مشاعرہ موقوف رہا۔ میرا شوق تو بڑھا ہوا تھا باوجود مسافرت محلہ چہل ستون میں میں نے خود مشاعرے کرنا شروع کیے۔ وہاں کے حضرات کرم فرماتے اور شریک مشاعرہ ہوتے میرے اہتمام سے جو پہلا مشاعرہ ہوا اوسکی طرح یہ تھی ع ذرا انصاف او صیاد کرنا۔ میں نے اس زمین میں جو عاشقانہ غزل کہی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔

غزل

کچھ اگلے عہد و پیماں یاد کرنا
پھر اے بیداد گر بیداد کرنا

تمہارے ہی تصور کا یہ گھر ہے
سمجھ کر دل مرا آباد کرنا

برنگ غنچہ گو صد چاک ہے دل
نہیں آتا مگر فریاد کرنا

شب ہجر اے خیال دلربا تو
تسلی دل ناشاد کرنا

رہے کچھ دیر تک دیدار قاتل
کبھی اتنے عجب فریاد کرنا

یہ گستاخی معاف اے بندہ پرور
کہاں سیکھا ہے یہ بیداد کرنا

لب سے تیرے سیکھے ہے ہم دلبلون نے
ہمچو ہم فریاد کرنا

رہے گلزار مین تو ہم قفس مین
ذرا انصاف اے صیاد کرنا

ہمین بھی یاد کر لینا پس مرگ
جو غیرون پر کوئی بیداد کرنا

چلے آنا سوے ویرانۂ دل
جو ہو منظور اسے آباد کرنا

مزاج اونکا بہت نازک ہے اے شوق
سمجھکر نالہ و فریاد کرنا

کچھ دنون بعد ایک صاحب خبر لائے کہ لکھنؤ مین یہ سخت طرح ہوئی ہے ع زمین شعر مین کرتے ہین ہم تعمیر تجھ پتھر کی - پتھر کی ردیف ہے اور تعمیر قافیہ - مین نے یہ سنکے طبیعت آزمائی کی اور بفاصلہ اس زمین مین پچیس شعر کہہ ڈالے - پھر پتھر کی ردیف بدلکے لوہے اور چاندی - اور سونے کی ردیف مین بھی غزلین کہہ ڈالین - اونمین سے چند اشعار چھانٹ کے باقی ہدیۂ ناظرین ہین - ملاحظہ فرمائین کہ غزل گوئی کا پہلا یا دوسرا سال ہے - پھر بھی اس سنگلاخ زمین کو کس گرم جولائی کے ساتھ طی کیا ہے

غزل

ہوا جب چلکے سرصرصر جھگی تو تعمیر پتھر کی
کیا چشم بتان مین گھر نے تقدیر پتھر کی

کیا گہوارہ مین جب نالہ خارا شکن مین نے
سلیمن اوڑھ اوڑ گئین صد سے دو دو سو پتھر کی

ہوے آویزہ گوش بتان یاقوت کے بندے
خدا کی شان ہے چمکی عجب تقدیر پتھر کی

گرے گا قصر تن جب ایکدن سنگ حوادث سے
عمارت خوبرو کرتے ہو کیون تعمیر پتھر کی

مٹائے نقش جو اوس بت کی لوح دل سے شوکن نے
تعجب ہے کہ پانی سے مٹی تحریر پتھر کی

نہ سمجھا کوہکن برہادی یکتائی شیرین
تراشی بیستون پر جابجا تصویر پتھر کی

دھوین اسکے اوڑادے آہ سینے سے اگر کیون
جو ہو سقف فلک بالفرض والتقدیر پتھر کی

صفا بخشے نہ کیون اے کوہکن دھونا مجھے
لہو مین تجکو نہلائیگی جوے شیر پتھر کی

نہایت کا دن دل سے جو مین نے یہ غزل لکھی
زمین شعر مین اے شوق کی تعمیر تجھ پتھر کی

ترے دروازے مین ہے یہ بڑی زنجیر روے کی
کرین کیونکر نہ دیوانے تری توقیر روے کی

دلِ شوریدہ کی تدبیر پہلے چارہ گر کرلے
پھر آگے دست و پا میں ہتکڑی زنجیر ہونے کی

بنایا غیرتِ مجنوں مجھے لیلا سے گیسو نے
نہو کیوں دست و پا میں ہتکڑی زنجیر ہونے کی

پڑا آئینہ فولاد میں عکسِ رخِ خود بین
دلِ روشن سے میرے بڑھگئی توقیر لوہے کی

بہار آتے قفس سے ہم پہونچ جائینگے گلشن میں
پھڑک کر تیلیاں توڑینگے بے تاثیر لوہے کی

مرا لوہا عدو سے سنگدل نے جان سے مانا
جو دیکھی دیدۂ انصاف سے تحریر لوہے کی

مرا جوہر بھی دیکھیں شوق جو ارباب بینش ہیں
بدل دیتا ہوں میں چاندی سے اب تقریر لوہے کی

جو کی زیبِ گلو اوس شوخ نے زنجیر چاندی کی
ہوئی گردن سے بھی بڑھکر کہیں توقیر چاندی کی

یہانتک محو اسے قاتل ہوئے شوقِ شہادت میں
کہ ہم سمجھے ہلالِ عید کو شمشیر چاندی کی

تجھے ایسا حسین اے سیمتن پایا کہ ہم سمجھے
کڑھی ہے نور کے سانچے میں یہ تصویر چاندی کی

پسندِ دل ہوئی ہے جب حسینوں کو پئے زیور
قیامت تک رہیگی عزت و توقیر چاندی کی

طلا یہ نسخہ نایاب حالِ کیمیا گر ہے
رہا مفلس جسے ہے حرص دامنگیر چاندی کی

مجھے دل سے بتانِ سیمتن کی کیوں نہو خواہش
محبت ایک عالم کو ہی دامنگیر چاندی کی

بڑھاؤ قدر و قیمت اور سونے کی غزل لکھکر
بہت اے شوق میں کر چکے تحریر چاندی کی

نہیں کچھ قدر پیشِ صاحبِ اکسیر سونے کی
سنہرا گو کہ وہ اوس شوخ نے کنٹھے میں ٹانکا ہے

ہوا ہمرنگ اسکا چہرۂ عشاق زردی میں
عجب کیا اب حسینوں میں بھی ہو توقیر سونے کی

سمجھکر شعلہ کو زر شمع پر تو جوٹ کرتا ہے
تجھے بھی پھونک دیگی حرص اے گلگیر سونے کی

سنہری رنگ کا تیرے پڑا پرتو جو پانی پر
اوٹھی جو موج دم میں سنگیں زنجیر سونے کی

ہوئے وابستہ دونوں فرق عشق و حسن ہے اتنا
مری کڑیاں ہیں لوہے کی تری زنجیر سونے کی

سنہرے رنگ کا اوسکے جو وصف اے شوق لکھتا ہے
مرے ہر صفحۂ دیوان میں ہے تحریر سونے کی

جب میں یہ غزلیں کہہ چکا تو دیوان ناسخ میں پانچ قصر کی ایک غزل نکل پڑی جسکا مطلع یہ ہے

ہر چند کہ ممکن ہی نہیں کان کے موتی + دیکھے ہیں مگر ہے ترے کان کے موتی +

می مین آیا کہ اسس زمین مین بھی غزل کہنا چاہیے کہ سونے مین سہاگا ہو جا آخر غزل لکھی

غزل

ای غیرت انجم ہین یہ کس شان کے موتی
ہین عرش کے تارے کہ ترے کان کے موتی

دندان مصفا ترے ہنسنے مین جو چمکے
ہنس اوترے ہر پر ہے اونھین جان کے موتی

آنسو ہین روان آنکھون سے ہین یا دامن مین پھیلے
دریا کے وہ ہین یہ ہین بیابان کے موتی

تا ہم تجھے کہ پہلو مین ہے یہ خوشۂ پروین
چمکے ہو شب وصل ترے کان کے موتی

ہر شعر ہو ہے گوہر مضمون سے مرصع
تلتے ہین تمن مین مرے دیوان کے موتی

سنتے ہین وہ جی سے مرے اشعار گہربار
نقد یہ چمکی کہ بنے کان کے موتی

دریاے سخن مین ہین گہر اور خزف بھی
شوق آج نکالے ہین مگر چھانکے موتی

اوس زمانے مین ایک دن شاعر ہمپایہ کلیم جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی کی مثنوی مسمّی بہ شام غریبان نظر سے گزری جسکو دیکھکر دل لوٹ پوٹ ہو گیا حضرت تسلیم کے شاگردون مین سے جناب منشی رسالک رام صاحب رسالک ساکن قصبۂ گرداور ضلع بلیا۔ اون دنون وہین مقیم تھے مجھسے اور اون سے کمال اتحاد تھا۔ مین نے اون سے اوس مثنوی کی تعریف کی۔ اونھون نے کہا کہ تسلیم کا کلیات بھی چھپ گیا ہے اور میرے پاس ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ مین نے کمال شوق سے وہ کلیات اون سے لیا۔ اور سیر کی۔ شعر کہتے کہتے مزاج عاشقانہ ہو گیا تھا۔ طبیعت کو پر درد اشعار سے عشق تھا۔ وہ کلیات دیکھکر مین بے اختیار ہو گیا حضرت تسلیم کی شاگردی کا بھی سودا ہوا۔ اون دنون

---

۱ حضرت تسلیم جناب نسیم دہلوی مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ شاعری مین جو انکا پایہ ہے وہ ایک عالم جانتا ہے۔ نالۂ تسلیم۔ شام غریبان۔ صبح خندان۔ تاریخ بدیع۔ دل و جان۔ یہ سب لاجواب مثنویان اور دیوان انکی تالیفات سے ہین جنمین اکثر چھپکر شایع ہو چکی ہین۔ فی الحال ایک ضخیم مثنوی لکھ رہے ہین۔ چھ سال سے ریاست رامپور مین مختلف عہدون پر مامور ہین لکھنؤ محلہ محمود نگر مین انکا مکان ہے دو دفعہ رام پور مین اور ایک دفعہ لکھنؤ مین مجھکو ملازمت حاصل ہوئی ہے۔ اس انکسار و اخلاق کا کوئی آدمی آجتک میری نظر سے نہین گزرا ۱۲ سنہ ۱۵ اس مثنوی کی بحر مین مولف نے بھی ایک مثنوی لکھی ہے جسکا نام سوز و گداز رکھا ہے۔ ابھی چھپی نہین قابل دید ہے عنقریب چھپکر نظر افروز ہوتی ہے ۱۲ سنہ

جناب موصوف رامپور مین خلد آشیان والی رامپور کے یہان ملازم تھے۔ بتا دیا گیا ہے کہ کے اونکی خدمت مین بھی چند غزلین اصلاح کے لیے بھیجین۔ آخر وہان سے بھی اصلاح ہو کر آگیین۔ اوسروز سے اس فن مین میرے دونون حضرات اوستاد ٹھہرے مگر صحبت فیض زیادہ تر مجھے حضرت شمشاد کی نصیب رہی۔ اور اونکی مجھپر کچھ ایسی عنایت خاص تھی کہ بارہا خلعت نیابت سے سرفراز فرمایا۔ جب کبھی کہین تشریف لیجاتے تو میرے طلبہ کی تعلیم میرے ہی سپرد کر جاتے۔ اور لوگون کا سخن فہم کچھ ایسا میرے ساتھ بڑھا ہوا تھا کہ بارہا بعض تلامذہ اوستادنے اولا مجھی کو دوستانہ کلام اپنا دکھایا۔ پھر حضرت اوستاد سے اصلاح لی۔ قدیر ہمیشہ زبانِ حال سے کہتی تھی کہ ابھی تو تمکو جانشینی اوستاد مبارک ہو۔ کچھ دنون بعد دیکھنا تم کہان سے کہان پہونچتے ہو۔ المختصر غازی پور مین عجب عجب چلے رہے جنکا سمان آنکھون مین پھر رہا ہے۔ جب سنہ ۱۲۷۵ھ نے اپنا جلوہ دکھایا تو جناب خالو شیخ بشارت علی عرف شیخ بودھائی صاحب صالح پوری بن شیخ منگا مرحوم بن شیخ پیر علی مرحوم کی بڑی لڑکی سے جمادی الآخرہ کی بارھوین تاریخ شب جمعہ کو میری شادی ہوئی جسکی تاریخ شمس العلما جناب مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی ذرا للہ مرقدہ نے یون ارشاد فرمائی۔

مشفقی مولوی ظہیر احسن	کتخدا گشت چون بفضل خدا
سال تاریخ شد بروے جمیل	از دواج ظہیر احسن ۱۲۷۵

جناب مولانا مرحوم کے دو دیوان فارسی ہین۔ اور دونون چھپ گئے ہین۔ یہ قطعہ تاریخ دیوان اول موسوم بہ قسطاس البلاغۃ کے صفحہ ۲۹۰ مین درج ہے۔

شادی کے بعد یہ قصد ہوا کہ اب لکھنؤ چل کے تحصیل علم کیجئے اور وہان کی بہار لوٹیے۔ یہ قصد کر کے مین نیمی سے غازی پور پہونچا۔ اور دو چار روز رہ کے وہان سے رخصت ہوا۔ احباب غازی پور گنگا کنارے تک پہونچانے آئے۔ برسات کا زمانہ تھا۔ ادھر بیڑے کی جھڑی بندھی ادھر درد جدائی سے دل بھر آیا ؎ ابری بارد وسن مشوم ار یار جدا من جدا گریہ کنان ابر جدا یار جدا + المختصر جون توں وہان سے بیڑا پار ہوا۔ اور ریل پر سوار ہوا۔ رمضان پور علاقہ بہار کے رہنے والے مولوی محمد ابراہیم صاحب ساتھ تھے دونون آدمی خدا خدا کر کے لکھنؤ پہونچے۔ شب بھر وہان رہے اور کل اسباب انکے

پھر کر کے تین پھیرے ریل گاڑی میں ہوا رہوا۔ اور سہ پہل مراد آباد پہنچا اور
حضرت استاذی جناب تسلیم کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ ہفتہ عشرہ وہان رہ کے
مراجعت کی۔ ایک زمانے سے جامع شریعت غرا جمع طریقت بیضا مخزن عرفان معدن ایقان
حضرت سیدنا مولانا فضل رحمن مدظلہ کی قدمبوسی کی تمنا تھی۔ سندیلہ تین ریلگاڑی
سے اوتر گیا اور وہان سے بقصبہ گنج مراد آباد پہنچا۔ زیارت سے مشرف ہو کر حضرت اقدس
کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر وہان سے میں لکھنؤ پہونچا۔ اور زبدۃ المحدثین عمدۃ المتقنین
حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی نور اللہ مرقدہ کے حلقۂ تعلیم میں
قراءۃ و سماعۃ علوم عربیہ کی تکمیل کرنے لگا۔ اور طب میں عمدۃ الاطباء جناب حکیم سید
یا قر حسین دام فیضہ ساکن محلہ پاٹانالہ سے رجوع کی۔ چار پانچ برس وہان رہا۔ عجب
عجب صحبتیں رہیں۔ طرح طرح کے معرکے رہے۔ میں بولی اور لکھنؤ ایسا شہر۔ مگر خدا کی
کچھ ایسی عنایت رہی کہ میں جس مشاعرے میں پہونچتا۔ اپنا رنگ جما دیتا۔ ایک دفعہ جناب
فصاحت لکھنوی کے کسی شاگرد نے بڑی دھوم دھام کا مشاعرہ کیا تھا۔ بڑے بڑے
نامی اساتذہ شریک تھے۔ خندان کا ایمان کا کی زمین تھی۔ حسن اتفاق سے
اس زمین میں میری غزل کہی ہوئی تھی۔ میں جناب نثار مہتمم پیام یار کے ساتھ وہان
پہونچا۔ اور یہ اشعار

غزل

ہوئی ہے ان کی نظر دل کا بجز ایمان کا	ہے الا اللہ آوازہ مرے چاک گریبان کا
ورق مجلو جو ہو آجائے خورشید تاباں کا	تو لکھوں وصف روئے پاک کچھ محبوب یزدان کا
کوئی پیغام لائی ہے مقرر رو در دندان کا	بنسم خلد رستا پوچھتی ہے کوئے جانان کا
خیال تن میں پھر آیا جو نکلی روح قالب سے	رہا ہو کر نہ دیکھا خواب بھی یوسف نے زندان کا
لگی دل کی بھڑک اٹھی دہن تک	مراجودم ہے رشتہ سے چراغ داغ پنہان کا
ہوئیں کیسے نگہ دشت کا منون وحشت	جہاں کپڑے پھٹے اسنے تن عریان میں صحرا کا
کسی کا دماغ تو میں کھینچے گا مگر نقشہ	ورق سادہ پڑا ہے آجتک مہر درخشان کا
سے پھر جگر تام مداوا اسنکے سینے میں	دکھائی آنکھ آنسو نے جب آیا ذکر طوفان کا
میں پان کھا کر خون کیا لعل بدخشان کا	کرو گے پان کھا کر خون کیا لعل بدخشان کا

تجسس کر رہے ہیں وہ مجھے کیسی ندامت ہو
گری تنکا کر اسمان سے اگر سینے میں پیکان کا

وہ محروم مداوا ہوں کہ گل صد چاک کی صورت
نہ دیکھا منہ کبھی زخم جگر نے میرے درمان کا

گری بجلی غضب کی پرتو رخسار روشن سے
ہوا اوس پردہ نشین نے دفن دیوار و دالان کا

ہزاروں بلبلیں کیوں دامن گلچین سے لپٹی ہیں
چرا کر لیجلا ہے کیا کوئی پتا گلستان کا

خیال دشت گردی گو ہیں طرفہ تماشا ہے
کہ شاید ملا ہے مجکو دامان بیابان کا

وہاں جوش جنوں میں آجکل سر گرم جولان ہوں
کہ ہے یہ آسمان بھی اک بگولا اس بیابان کا

بسر کرتا ہوں مثل نخل شعلہ باغ عالم میں
نہ بے برگی کا میں شاکی نہ شاکی گرنہ سامان کا

خدا جانے کہاں دست جنوں نے پھاڑ کر پھینکا
گریبان کا پتا پایا نشان اب تک نہ دامان کا

کسی پردہ نشین کے عشق میں کپڑے جو پھاڑے ہیں
تو غنچوں کی طرح عالم ہے ہر چاک گریبان کا

عجب شاداب ہے لاکھوں گل زخم اپنے کھلے ہیں میں
نہال دل مرا سینچا ہوا ہے آب پیکان کا

وہ پتلا نور کا کچھ دن رہے آیا جو کوٹھے پر
تو دامان افق میں صبح نے منہ دھویا کتان کا

ہزاروں غول صحرائی ہیں مجھ وحشی کی زینت پر
دکھایا جذبہ وحشت نے اک عالم چراغان کا

برنگ قد شعلہ پیرہن سے عار ہے مجکو
نہ دامن کا پشیمان ہیں نہ شرمندہ گریبان کا

توقع نفع کی بیہودہ ہے ارباب رفعت سے
ملا ہے کسکو ابر نوبہار اے دوستان کا

فروغ اسکی نہ قسمت میں نہ صبح اسکے مقدر میں
اگر روز سیہ اختر شمار ہجراں کا

ہوئے ارباب محفل خوش خدا نے آج
کہ تھا شوق اتفاق اسد ہمدم کا

حسن اتفاق سے یہ غزل اوس مشاعرے میں اسی بھی
اس نہ جما۔ بعد ختم مشاعرہ بھی لوگ اسکے مداح رہے ا
لکھنوی نے تو صاف فرمادیا کہ یہ مشاعرہ آپ ہی کے
شعرا بھی مجکو قدر کی نظر سے دیکھنے لگے۔
اوسی زمانے میں شمس العلما جناب مولانا[1] محمد سعید
لکھنؤ سے یہ چند غزلیں میں نے بھیجیں جنکی رسید

[1] جناب مولانا اعاظم علما و مشاہیر فضلا سے تھے جو بیل کی
[2] شعبان شب جمعہ کو ۱۲۷۵ھ میں آپ کا وصال ہو
[3] سرکار کالج سے آپ کو شمس العلما کا خطاب عطا ہوا تھا
[4] دو دیوان فارسی اور چھ چھ سو شعر ہیں

غزلیات مرسلہ

تمھاری بیوفائی سے ہمارا دم نکلنا تھا
پشیمان ہو کے پھر تمکو کف افسوس ملنا تھا

کسیکو دیکھکر کر قابو سے کب ایدل نکلنا تھا
بلا سے چوٹ کھائی تھی سر محفل سنبھلنا تھا

کہان تک آنسوؤن کو ضبط کرتے تیری فرقت مین
مقدر مین تو چاہ خشک سے دریا ابلنا تھا

تمھارا جی بہلتا اور میری روح خوش ہوتی
کبھی تو میری تربت پر تمھین آکر بہلنا تھا

مرے ہوتے اجی ناحق گئے تم سیر گلشن کو
دل پروانہ مین آتے اگر تمکو بہلنا تھا

مرے آگے نہ کیون وہ گر بحوشی غیر سے کرتے
کہ مجکو اونکی محفل مین بہ رنگ شمع جلنا تھا

برا یا وہ بھلا سمجھین کہونگا سنگدل انکو
نہین تو میری آہ گرم سے آخر پگھلنا تھا

عدو کے سینے پر ہاتھ آپنے کس پیار سے رکھا
دل بیتاب کی نسبت مین دو دو ہاتھ اوچھلنا تھا

حسینون کو عبث تھا ناز اپنے جوبن پر
انھین جب دو ہی دن مین دو بہر کیطرح ڈھلنا تھا

شب فرقت جو مینے سرد آہین بھر کر کھینچین
نہ اثر مجکو ہوئی تھی تمھارا ہی دہلنا تھا

نہ کیون وہ غیر کو ہمراہ لاتے میرے بالین پر
کسی کی جان جانی تھی کسی کا دم نکلنا تھا

رقیبون پر بھی اشکو ہو گیا درد نہان ظاہر
تمھین کچھ ضبط کرنا تھا نہ یون مجمع مین ڈھلنا تھا

نہ کیون دل مین لگاتا آگ عشق کا گل بیجان
ہماری آرزوؤن کو دھوان نیکر نکلنا تھا

جنازہ آج نکلا تھا ترے عاشق کا اے ظالم
تجھے مہندی لگانا یا پس تابوت چلنا تھا

سر محفل کہین اے شوق تم نے راز کی باتین
شراب معرفت پی کر نہ یون تمکو اوبلنا تھا

کیون پریشان ہو ایجان کھلے سر کیون ہو
غیر کا حال ہے کیا غیر مکدر کیون ہو

ستم و جور کی فریاد سی ہم در گذرے
ایسے گھبرائے ہوئے تم سر محشر کیون ہو

مین نے مانا کہ یہ بیتاب رہا کرتا ہے
پھیر دو مجکو مرا دل تمھین دو بھر کیون ہو

اور بھی روح پریشان ہوئی جاتی ہے
بال بکھرائے کھڑے میری لحد پر کیون ہو

سینے پر ہاتھ جو رکھدو تو ابھی تسکین ہو
تم علاج دل بیتاب مین مشغد کیون ہو

اے مرے جذبۂ دل اور ٹھہر جا دم بھر
شرم آتی ہے کہ بے پردہ باہر کیون ہو

دل تو کھا دیتی ہین آہین تو ہوا کیا پھر بھی
تمھین انصاف سے کہدو کہ ستمگر کیون ہو

آج کچھ اور ہی سامان نظر آتے ہین | دل دھڑکتا ہے کہ دیتے ہو کیون آتے ہو

رنگ پھر سے کا تو کچھ اور کہے دیتا ہے
سچ کہو شوق پریشان مرا کیون ہو

یاد مژگان جو عمر بھر نہ گئی | جیتے جی کاوش جگر نہ گئی
خانۂ دل کو چھوڑ کر نہ گئی | کبھی حسرت ادھر ادھر نہ گئی
جسکا تھا یہ ہجوم درد و الم | آرزو دل مین دب کے مر نہ گئی
کسکا پاس ادب یہ تھا اے آہ | آسمان سے جو تا در نہ گئی
تھا پس مرگ ضعف کا یہ اثر | کہ مری یاد تک خبر نہ گئی
اس دل حسن دوست کا ہو برا | ہوس دید عمر بھر نہ گئی
پھول جوڑے مین تم نے تو رکھا | اب سنبھالو مکر مگر نہ گئی
تھا پائی کی خو نہین اچھی | دیکھو زلف رسا بکھر نہ گئی
تم تو پہلو مین رات بیٹھے تھے | بدگمانی کدھر کدھر نہ گئی
خاک چھنوائی اس تمنا نے | مجھے پہلے ہی کیون یہ مر نہ گئی

عرش ہی کو ہلا دیا تو کیا
یار تک آہ شوق اگر نہ گئی

خبر ہے ڈھونڈھنے والو وہ کس منزل مین رہتے ہین | سراپا آرزو بنکر کسی کے دل مین رہتے ہین
جو پامال اسکو کرتے ہو کرو لیکن سمجھ رکھو | تمھارے ہی تو ارمان آجکل اس دل مین رہتے ہین
نقاب اولٹو کہین جھگڑا نہ چھگے گبر و مسلمان کا | کہ اک مدت سے یہ جنگ حق و باطل مین رہتے ہین
دھڑکتا ہے کلیجا بدگمانی بڑھتی جاتی ہے | سنا ہے آجکل وہ غیر کی محفل مین رہتے ہین
اگر کچھ جھوٹ سچ ہے شب فرقت کی کیفیت | تم اپنی یاد سے پوچھو کہ کس مشکل مین رہتے ہین
جو رکھتے ہو ارادے وہ چھپین گے کب چھپائے سے | کہ ہم یاد عدو بنکر تمھارے دل مین رہتے ہین
شب غم چین آتا ہے نہ دم اپنا نکلتا ہے | تمھارے وعدۂ دیدار کی مشکل مین رہتے ہین
یہ کچھ اچھا نہین اے درد اوٹھنا میٹھنا تیرا | لحاظ اسکا نہین مجکو کہ وہ اس دل مین رہتے ہین
اگر ایفا نہ کرنا ہو تو یونہین جھوٹ سچ کہدو | کہ لاکھون لطف ہیں بھی وعدۂ باطل مین رہتے ہین
تصور بھی تمھارے اے صنم پردہ نشین نکلے | جو تم آنکھون مین رہتے ہو تو یہ بھی دل مین رہتے ہین

لبِ معشوق کی صورت دہانِ زخم نے جو سا — مزے کیا کیا زبانِ خنجرِ قاتل میں رہتے ہیں
تمنائے شہادت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی — کہ ہم اکثر لہو بنکر رگِ بسمل میں رہتے ہیں
جنہیں سب پتلیاں سمجھے ہیں وہ تو عکس ہیں اُنکے — کہ آنکھوں میں نہیں بھی جاتے ہیں گو وہ دل میں رہتے ہیں
جو آنکھوں سے ہوا کرتی ہیں باتیں غیر کیا سمجھیں — اشارے میرے اور اون کے بھری محفل میں رہتے ہیں
سمجھتے ہیں یہی دل میں جو جلتے ہیں یہ پروانے — کہ نورِ شمع کے پردے میں وہ محفل میں رہتے ہیں
پیا ہیں سے کبھی اغیار و نہیں گو لاکھ ڈھونڈھا ہے — کہ مدت سے وہ اک خلوت سرائے دل میں رہتے ہیں
عبث اے شوق تم بے سمجھے بوجھے آہ کر بیٹھے — تمہیں دیکھو وہ بیتابی سے کس مشکل میں رہتے ہیں

حضرت مولانا قدس سرہٗ نے ان غزلوں کی رسید میں مجھکو اس نامہ سے سرفراز فرمایا۔

خط

یگانۂ زمن بلبل نغمہ سرائے شعر و سخن سلمہ اللہ ذوالمنن

پس از سلام مسنون الاسلام داعیہ وافیہ حصول مقصد و مرام واضح ضمیر محبت ارتسام باد کہ نامہ محبت طراز در خیمہ دل از غم پرداز باغزلہائے آبدار در تاریخ چہارم ربیع الآخر رقمزنیہ گوی گریبان درد گردیدہ۔ دیدہ را فروسینہ را سرور بخشیدہ ذوقیکہ بدیدن کلام حلاوت انضمام آنعزیز نصیب این متہام گردید خارج از شرح و بیان و بیرون از احاطہ تقریر قلم و زبان است۔ بندہ ہرچند از کوچہ اشعار اردو نابلد ہستم لیکن این قدر میتوانم گفت کہ لطف زبان و آدابندی و ناز خیالی و تلاش مضامین ہمہ درین اشعار فراہم آمدہ آفرین بر طبع وقاد و ذہن نقاد آن صاحب استعداد خداداد باد کہ درین کم عمری چندین علوم و فنون حاصل کردند و آنچہ درباره دیوان پریشان فقیر نوشتہ اند مقتضائے محبت ایشان است بالجملہ تمنائے راقم ہمین است کہ آن دیوان از اول تا آخر از نظر آن عزیز بگذرد۔ وای بر جان سخن گر بسخندان نرسد۔ و این خط از کمال شغف خاطر بآن عزیز بدست خود نوشتہ اند فقط

اس وقت تک میری شاعری صرف غزل گوئی اور لکھنؤ تک کی محدود تھی۔ اور تو اور دو ایک کے سوا وطن کے حضرات بھی واقف نہ تھے کہ اسکو شعر و سخن کا بھی مشغلہ سبب کیا کہ اس وقت تک نہ میرا کچھ کلام چھپا تھا اور نہ میں کسی کو کچھ سناتا تھا۔

تا مرد سخن نگفته باشد * عیب و ہنرش نهفته باشد * بیت سنہ قدیم رکھا
تو میرے حوصلے نے پاؤں نکالے اردو مین ایک پدرد مثنوی لکھی تاریخی نام
نغمہ سے راز رکھا۔ اور لکھنؤ مین چھپوائی۔ شائع ہونا تھا کہ ماہران فن سے داد
وی کہ بیان سے باہر ہے۔ اور اخبار والون نے ریویو مین دو دو صفحے کالم سے
ہندوستان مین اسکا ڈنکا بجگیا۔ شمس العلما مولانا حسرت عظیم آبادی نے اس خط سے
سرفراز فرمایا۔

خط

رقصد قلم از شوق چو نام تو نویسند
در پوست نگنجد چو سلام تو نویسند

یگانۂ زمن ماہر ہر علم و فن سلمہ اللہ ذوالمنن۔ بعد اہدائے ہدیۂ سلام مسنون و
اشتیاق لقای مسرت مشحون واضح ضمیر محبت کمنون باد کہ مثنوی نغمہ راز سراپا سوز و گداز
طبع زاد آن عندلیب زمزمہ پرداز گلشن ناز و نیاز معشوقان طناز و عاشقان جانباز
بانوشتۂ محبت سرشتہ نہم ذیقعدہ روز چہارشنبہ وقت عصر بسبیل ڈاک رسیدہ دامن نگاہ
را پر از گلہاے رنگارنگ و جیب سمع را مملو از نغمہ ہاے خوش آہنگ گردانیدہ۔ در زمان
مثنوی را از اول تا آخر دیدم بسیار بسیار محظوظ گردیدم۔ از صفاے بندش و روانی الفاظ
و نزاکت معانی و لطافت مضامین ہر چہ باید و شاید در کہ جان اشعار عاشقانہ است
از ہر شعر آن مے بارد چنانچہ ہنگام دیدنش اشک از چشم بارید و این گوہر ہاے آن نظم
دلکش گردید اللہ در کم ثم۔ اللہ در کم۔ بس ممنون الطاف آنعزیز شدم کہ بصیران گلستان
ہمیشہ بہار درین موسم خزان بدستیاری ایشان بپاے نظر در آمدم ع اے وقت تو
خوش کہ وقت ما خوش کردی * از دو کلمہ جواب این سطور پریشان مسرور خواہند بود
زیادہ۔ زیادہ۔ محمد سعید عفی عنہ ۱۱۔ ذیقعدہ روز جمعہ ۱۳۰۳ ہجری

حضرات ناظرین یہ خط تو ملاحظہ فرما چکے۔ اسیطرح اور بھی خطوط ہین۔ جو طوالت کے
خیال سے نظر انداز کیے گئے۔
نامی اخبارات کے اڈیٹرون کے ریویو ملاحظہ فرمایئے۔

ہزار داستان حیدرآباد مطبوعہ
۲۱-اگست ۱۸۸۶ء

نغمۂ راز۔ یہ نادر اور دل پسند مثنوی جسکا ہر مصرع نشتر دل ہے۔ دفتر پیام یار سے طبع ہوکر ہمارے پاس پہونچی ہے۔ ہمنے اول سے آخر تک اسکا مطالعہ کیا اور یہ کہہ سکتے ہین کہ اسکی عمدگی مین کوئی کلام نہین۔ ناظرین اس گوہر بے بہا کو ہاتھ سے دینا اور اسکے خرید کرنے مین توجہ نہ کرنا آپ کی خوش نیتی اور علم دوست ہونے کی شان کے خلاف ہے۔ ایک نظر دیکھہ لیجیے پھر ہمارے دعوے کو اگر پورا نہ پائیے تو اختیار ہے۔ منگا بھیجکر دفتر پیام یار لکھنؤ سے طلب فرمائیے۔ اسکے مصنف جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی ہین۔ جنکی لیاقت کا آج شہرا ہے۔ اور منشی محمد نثار حسین صاحب مالک پیام یار کے اہتمام سے قومی پریس لکھنؤ مین طبع ہوئی ہے۔ جو صاحب خریداری مین تامل فرمائین گے ہاتھ ملتے رہجائینگے پھر کتاب ہاتھ نہ آئیگی۔

مشیر قیصر لکھنؤ۔ ۵-اکتوبر ۱۸۸۶ء

چند کتابین ہمکو جناب منشی نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار و مالک قومی پریس نے عنایت کی ہین۔ انمین ایک چھوٹی سی کتاب نغمۂ راز ہے جسکے مصنف جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی ہین۔ یہ مثنوی اردو زبان مین نہایت پاکیزہ خیالات کے ساتھہ تصنیف ہوئی ہے جو بطور داستان کے ایک پر درد قصۂ عاشقانہ ہے۔ مصنف کا مذاق شاعری نہایت اچھا ہے۔

شرف الاخبار بہار ۶-دسمبر ۱۸۸۶ء

نغمۂ راز۔ اس نام کی ایک مثنوی دفتر پیام یار لکھنؤ سے ہمارے اخبار کے دفتر مین محصول ہوئی ہے۔ ہمکو اس مثنوی کا طرز بیان نہایت پسند آیا ہے۔ ہم باشندگان صوبۂ بہار کی آنکھون مین اگر اس مثنوی کی زیادہ قدر و قیمت ہو اور ان اضلاع مین اوسکی بہت قدردانی کیجائے تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے۔ اسکے مصنف ہمارے ہمصر و ہموطن مولوی محمد

ظہیر احسن صاحب شوق نیموی قلمی گلدستہ آبادی ہین - الحق کہ وطن کے متعلق دنیا مین اور کون سی چیز ہاے دل اور دماغ اور آنکھون کے لیے زیادہ خوش آئند اور خوشبودار اور خوشنما ہوگی - ہان باغ بہشت مین جو کچھ ہے اسے

ان پرچون کے علاوہ اور اخبارون مین بھی اس مثنوی کا حال چھپا تھا - مگر افسوس وہ سب پرچے تلف ہو گئے -

بہرکیف صاحب ہزار داستان نے جو یہ لکھا تھا کہ "جو صاحب خریداری مین تامل فرمائینگے ہاتھ ملتے رہجائینگے - پھر کتاب ہاتھ نہ آئیگی - بہت صحیح نکلا کہ ہرچند پہلی دفعہ بارہ سو جلدین چھپی تھین پھر بھی ہاتھون ہاتھ کل نسخے بک گئے - آخر کثرت طالبین دیکھکر مین نے اوپر نظر ثانی کی اور بعض مقام پر گھٹا بڑھا کے اوسکا رنگ اور ہی چمکا دیا - اور جناب نثار مہتمم پیام یار نے اوسکو دوبارہ چھاپا - اب طبع ثانی کے بہت کم نسخے رہ گئے ہین عجب نہین کہ عنقریب پھر چھپے -

اس مثنوی نے یہانتک حسن قبول پیدا کیا ہے کہ بعض تالیفات مین اسکی بحر تک کی نقل دیگئی ہے - چنانچہ لکھنؤ کے نامی شاعر جناب خورشید اپنے رسالہ افادات مین بحور مثنوی کے بیان مین لکھتے ہین کہ "دوسرے بحر رمل مسدس مخبون محذوف علاتن علاتن فعلن بحرکت عین جسمین مثنوی نغمہ راز دفیرہ ہے" المختصر خدا کے فضل سے ہندوستان مین نغمہ راز کا طوطی بولتا ہے وَنِعْمَ مَا قِیْلَ ع قبول خاطر و حسن سخن خدا داد است -

بہرکیف جب میری مثنوی نغمہ راز پہلی دفعہ چھپی اور ملک نے قدردانی کی تو مین نے رسالہ ازاحۃ الاغلاط کو چھپوایا - یہ رسالہ عربی و فارسی کے غلط الفاظ کی تحقیقات مین ہے جسمین سند کے سیکڑون شعر درج ہین - یہ رسالہ اسکی تالیف مین مین نے محنت شاقہ اوٹھائی ہے - مہینون دماغ سوزی و دیدہ ریزی کی ہے - الحمد للہ کہ میری محنت ٹھکانے لگی کہ ایک عالم نے جان و دل سے پسند کیا - اکثر اخبار والون نے اس کتاب پر ریویو لکھا تھا - مگر افسوس کہ دو ایک کے سوا اسکے پرچے بھی تلف ہو گئے - پھول نہین تو پنکھڑی سہی - جو پرچے ہم پہونچے اونمین کی نقل کیجاتی ہے -

آرہ گزٹ - مطبوعہ ۹ - دسمبر ۱۸۸۶ء

ازاحۃ الاغلاط یہ رسالہ جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی تعلیم یافتہ

[illegible] کا تالیف کیا ہوا جناب منشی محمد نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار کے قومی پریس کا [illegible] طبع اور خوشخط چھپا ہوا ہم تک بھی پہونچا۔ یہ رسالہ صحت اغلاط و تحقیق الفاظ عربی و فارسی [illegible] ایک بے مثل رسالہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہین کہ بعد بہار عجم کے متعدد مثالون کا ذخیرہ اسی [illegible] رسالے کے سوا کسی کتاب مصطلحات مین کم پایا جاے گا۔ افسوس جب فارسی کا رواج اٹھ گیا [illegible] یہ رسالہ تالیف ہوا۔ ورنہ مولف کی محنت کی پوری داد ملتی۔ مگر اب بھی اردو زبان کے فصحا [illegible] اسکو قدر سمجھ سکتے ہین۔ اللہ اسکی محنت کی تھوڑی بہت داد دلا سکتی ہے۔ مین جناب مولف [illegible] کی اس محنت کا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور ترقی روز افزون کی دعا دیتا ہون۔

یہ رسالہ مرقیت کو قومی پریس لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

راقم۔ سید فرزند احمد صغیر بلگرامی آرہ مقامی

تحفۂ مدراس مطبوعہ جون ۱۸۸۸ء

اغلاط الاغلاط۔ اس فارسی رسالہ کے مطالعے سے ہمین ثابت ہوتا ہے کہ مولف [illegible] کا ایک اعلیٰ درجے کی فارسی لیاقت رکھنے والا ہے۔ اور حد درجہ جانکاہی کی ہے جب یہ رسالہ مرتب کیا ہے اسمین ہزارون متروک اور غلط الفاظ کا بیان مجداگانہ فصلون [illegible] مین برعایت حروف تہجی باسناد اشعار اساتذہ مسلم الثبوت بسط طور سے لکھا گیا ہے اور آخر [illegible] مین بعض فوائد متفرقہ اور اختلاف حرکات کا بیان ہے۔ ملک کو اسکے مولف مکرمی محمد دمی جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی کا احسان ماننا ہوگا جسنے غلطی کی تاریکی مین تحقیق کی روشنی دکھلادی اور ہمین ٹھوکرین کھانے سے بچایا۔ غرض یہ رسالہ اپنے طرز مین پہلا ہے۔ شعرا کو اس کتاب کا دیکھنا خالی از استفادہ نہو گا۔ خط۔ کاغذ چھپائی کا اہتمام قابل صاد ہے۔ قیمت مع محصول ۸ر انتہا۔

خدا بخشے جناب صغیر بلگرامی مرحوم نے جو یہ تحریر فرمایا تھا کہ "اب بھی اسکی محنت کی تھوڑی بہت داد مل سکتی ہے۔" خدا جانے کس وقت اور کس دل سے لکھا تھا کہ بہت ہی [illegible] اس کلا ہفتہ عشرہ بھی نہ گزرا تھا کہ یہ رسالہ خلد آشیان نواب کلب علیخان بہادر مرحوم [illegible] رامپور کی نظر سے گزرا۔ وہ دیکھکر بہت ہی خوش ہوے اور کمال قدردانی سے [illegible] کے لیے مجھکو لکھنؤ سے رامپور بلا بھیجا۔ مین لکھنؤ سے روانہ ہوا اور رامپور پہونچکر

خلد آشیان کے حضور مین حاضر ہوا۔ اور یہ قصیدہ پیش کیا۔

وحشت زدہ ہون بوے گل تر سے زیادہ
مشکل ہے ٹھہرنا نہین دم بھر سے زیادہ

تقدیر اوڑائے لیے پھرتی ہے شب و روز
ہر تار نفس ہے مجھے شہپر سے زیادہ

دن رات مجھے راہ طلب مین مری امید
سرگرم سفر رکھتی ہے صرصر سے زیادہ

ٹکراتا ہون سر چار حد دہر مین در سے
دنیا ہے مجھے خانہ بے در سے زیادہ

غم سے ہے مرے نشہ شادی کو ترقی
خون جگری ہے مے احمر سے زیادہ

نقش قدم مور ہون ہر دم پے پامال
ذرہ ہے مجھے چرخ ستمگر سے زیادہ

کیونکر نہ ہون سب سے الگ باغ جہان مین
بے برگ و ثمر ہون مین صنوبر سے زیادہ

ہون اشک چکیدہ نہین جز خاک مجھے چین
ہے فرش زمین بالش و بستر سے زیادہ

جز چادر خاکی نہین رکھتا تہ و بالا
ہون سوختہ تقدیر مین اخگر سے زیادہ

امید سے نادم دل ناکام تمنا
امید پشیمان دل مضطر سے زیادہ

پابندی زنجیر تعلق سے مجھے ننگ
آزاد ہون مین مرد قلندر سے زیادہ

دوری وطن باعث راحت ہے جہان مین
میدان قیامت ہے مجھے گھر سے زیادہ

ہر چند کہ ہے تا بگلو چشمہ حیوان
لیکن ہون جگر تشنہ سکندر سے زیادہ

---

۱ اس قصیدے مین دو ایک شعر اور بھی تھے جو بوجہ کمال غلو خارج کر دیے گئے۔ اور بعض اشعار مین کچھ تغیر و تبدل بھی ہوا ہے ۱۲ منہ ۲ بظاہر یہ ردیف یہان زائد و حشو معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت مین لطف سے خالی نہین کیونکہ اس کلمے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مین راہ پر مین کچھ دن تو رہ سکتا ہون مگر زیادہ ٹھہر نہین سکتا اور اگر یون نظم ہوتا کہ دم بھر ٹھہرنا مشکل ہے تو اس سے یہ بات مستفاد نہین ہوتی کہ کچھ دن رہ سکتا ہون ۱۲ منہ ۳ اس شعر پر بعضون نے یہ شبہہ کیا کہ دنیا تو ہر گھر سے وسعت مین زیادہ ہوتی ہی ہے حالانکہ وسعت مین زیادتی مقصود نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ خانہ بے در سر ٹکرانے کی جگہ ہوا کرتا ہے دنیا اس وصف مین اوس وصف سے بھی زیادہ ہے ۱۲ منہ ۴ اس قصیدہ مین اس قسم کے چند شعر نظم ہوے ہین جنھین صاف طور پر ظاہر نہین کیا گیا کہ کس وصف مین زیادہ ہے۔ بعضون نے بے سمجھے یہ اعتراض جمایا ہے کہ مقدار یا وسعت مین زیادتی یعنی چہ۔ حالانکہ زیادتی اوس وصف مین مقصود ہے جو پہلے مصرع سے مستفاد ہوتا ہے مثلاً اس شعر مین فرش زمین بالش و بستر سے چین دینے مین زیادہ ہے اور اس قسم کی بندش کلام اساتذہ مین جابجا موجود ہے ۵ بیتابی مین بوجہ مرکب جیا ہون ہی قلق مین مجھے تم سے زیادہ۔ دیوان ہر شہر جس مین ہجر مین اڑ دی ہے افزون ہر گل ہے پریشان کہ کدورت سے زیادہ ۶ آتش کلی مری تپیدنی سی کہتی ہے کہ مجھ کم بساط سے

صد شکر کہ بادا نہمہ ہر دم تہ گردون
حاصل ہے تفاخر مجھے قیصر سے زیادہ

ایسے کا ثناخوان ہون کہ اوصاف مین جسکے
وسعت گہ تخیل سخنور سے زیادہ

جمشید حشم ظلِ خدا کلب علیخان
دارائے جہان بخش سکندر سے زیادہ

دے آبرو دانے کو جو وہ بحرِ سخاوت
شبنم کا ہر اک قطرہ ہو گوہر سے زیادہ

پھیرے سرِ منقاد اگر حکم سے اوسکے
دشمن کو گریبان ہو خنجر سے زیادہ

ہو معرکہ آرا تو صفِ فوجِ عدو کو
تنہا تہ خنجر کرے لشکر سے زیادہ

پیغام اجل ہے پئے دشمن غضب اوسکا
ہے چین جبین تیغ دو پیکر سے زیادہ

بڑھ کر دمِ شمشیر زنی ترکِ فلک سے
آفاق ستان خسرو خاور سے زیادہ

مشہورِ جہان جود مین ہمت مین کرم مین
قوت مین شجاعت مین فغفور سے زیادہ

دیکھے نگہِ کم سے اگر جانبِ الماس[1]
بیقدر زمانے مین ہو پتھر سے زیادہ

شیرین سخن ایسا کہ دمِ سحر بیانی
باتون مین مراقدِ مگر سے زیادہ

ہر شمسہ ایوانِ فلک اوج ہے روشن
دزات مہ و مہر منور سے زیادہ

گھر کرتی ہے آنکھون مین مکانونکی سپیدی
دیوار ہے محبوب سمن بر سے زیادہ

کیا اسپ سبک گام کی لگنون مین ستائش
بیچین دلِ عاشقِ مضطر سے زیادہ

جانے مین خیالِ حکما آنے مین ادراک
ہر حال مین ہے اشہبِ حرصر سے زیادہ

پڑ جائے اگر عکسِ ہلالِ سمِ توسن
تابندہ ہر اک ذرہ ہو اختر سے زیادہ

اعداز دحشم اوسکی سخاوت کی بدولت
حاصل ہے فقیرون کو توانگر سے زیادہ

دریا دلی اوسکی جو یہی ہے تو عجب کیا
ہو جائے بلند آبِ گہر سر سے زیادہ

اس دور مین رکھتا ہے ہر اک شخص نغل مین
اسباب طرب شیشہ و ساغر سے زیادہ

[1] اس شعر پر دو اعتراض ہوئے ہین ایک یہ کہ نظر کم نگہ کم کسی نے باندھا نہین دوسرے الماس خود پتھر ہے پھر پتھر سے زیادہ بیقدر ہونی چہ۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ چشم کم نظر کم نگاہ کم سے دیکھنا عبارت سے دیکھنے کے معنون مین بہت آیا ہے۔ صائب ؎ قاتلش غازی و مقتولش بود صائب شہید + پیچ کافر را درین عالم چشم کم مبین + اسیر ؎ جاہلون کو نظر کم سے نہ دیکھ اے زاہد + انہین اندھون مین کوئی حافظ قرآن ہو گا۔ اور دوسرے شبہے کا جواب یہ ہے کہ پتھر جب مطلق بولا جاتا ہے تو سخت پتھر مراد ہوتا ہے سعدی ؎ گر سنگ بود لعل بدخشان بود بہ + ور تم بود لعل سنگ کجان بود ۱۲

مبنائے مے عیش ہے شادی سے دل ملق	ہر لب متبسم ہے گل مدعا زیادہ
کس[1] درجہ ہے شوق رقم مدح شہنشاہ	لکھوں نہ میں اگر ایک صفت لاکھ کے بدلے
اے شوق شب و روز پہ حضرت ہے مدح	ہو جزو قصیدہ ہر اک دفتر سے زیادہ
یارب مرے سلطان کو صحت رہے حاصل	کر عرض یہی خاقان اکبر سے زیادہ
ہو دیدہ بد بین کے لیے خس مژگان	ہو عمر عطا خضر پیمبر سے زیادہ
اقبال و حشم دیکھ کے حاسد ترے افلاک	ہنگام نظر کاوش نشتر سے زیادہ
	جلتے رہیں دندات حسد دے سے زیادہ

جناب نواب صاحب اس قصیدے سے بہت خوش ہوئے اور خلعت انعام سے سرفراز فرمایا اور مصاحب منزل میں جناب داغ وغیرہ موجود تھے یہ قصیدہ سنکر پھڑک اوٹھے اور نہایت ہی داد دی۔ حق تو یہ ہے کہ رامپور اوس زمانے میں مجمع کمال تھا۔ خلد آشیاں نے اپنی قدر دانی سے کاملین فن کو سمیٹ رکھا تھا۔ میرے قتل کے لیے بھی اوہ سے تحریک ہوئی مگر میرے دست مجھکو منظور نہ تھا۔ کیونکہ علم طب کی تکمیل ہنوز نہ ہوئی تھی۔ بیتے تالدیا۔ ہفتہ عشرہ تک وہان رہا۔ جب طبیعت گھبرائی تو اجازت چاہی چلتے وقت بطور انعام معتدبہ روپے عطا فرمائے۔ اور سال بھر میں دو ایک دفعہ آنے کی تاکید کی۔ غرضکہ میں اعزاز کا خلعت حاصل کرکے پھر لکھنؤ پہونچا۔ اور پہونچتے ہی اردو انشا پردازی کے متعلق میں نے ایک رسالہ تالیف کیا جسکا نام اصلاح ہے۔ اسکی تعریف میں بھی اخبارون نے بہت کچھ عزت بخشی۔ چنانچہ بعض پرچون کی نقل لکھی جاتی ہے۔

اختر اودھ لکھنؤ مطبوعہ مئی ۱۸۹۵ء

اصلاح۔ اس نام کا ایک رسالہ ہمارے معزز کرم فرما جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی نے اپنے بہت کچھ قیمتی وقت کو صرف کرکے تالیف کیا ہے۔ یہ رسالہ اون شاعران نوشق کو جو دہلی اور لکھنؤ سے سیکڑون کوس دور ہونے کے سبب یا کسی مشفق اوستاد میسر نہ آنے سے بہت کچھ دقتین پڑتی ہین نہایت ہی مفید ہے کیونکہ نقائص شعری بہت توضیح اور صفائی کے ساتھ جتائے گئے ہین۔ اگر خدا نے کچھ بھی سمجھ

[1] اس شعر کی بندش و مضمون قابل ملاحظہ ہے ۱۲ منہ

عطا کی ہے تو صرف ایکبار شروع سے آخر تک اس رسالے کو ذرا غور سے پڑھجانے پر
ہر ایک صاحب ان غلطیون سے محفوظ رہ سکتے ہین - جن سے بسبب عدم واقفیت انکے
کلام کی وقعت جاتی رہتی ہے - اور یون تو عموماً ہر ایک شخص جسکو شاعری کی طرف کچھ بھی
رجحان ہے اس سے کماحقہ فائدہ اوٹھا سکتا ہے - قیمت بھی کچھ ایسی بہت زیادہ نہین -
صرف ۲ نمبر ۔ عاشق لکھنوی

مشیر قیصر لکھنؤ - مطبوعہ ۲۱ - جون ۱۸۹۶ء

اصلاح - اس نام کا ایک اردو رسالہ جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی
عظیم آبادی مقیم لکھنؤ نے تصنیف فرماکے چھپوایا ہے جو طالبان فن شعر و انشا وغیرہ
کے لیے نہایت بکار آمد ہے - اگر کوئی شخص ایک مدت تک کسی اعلیٰ درجے کے کامل
و محقق کی خدمت مین رہے جب بھی ممکن نہین کہ اسقدر فائدہ حاصل ہو سکے جتنا کہ اس
۲۰۰ صفحہ کے رسالے کے دیکھنے سے ایک ساعت مین حاصل ہو سکتا ہے اور ۲ نمبر قیمت
جسکے پر کتاب موصوف مل سکتی ہے -
اڈیٹر

آرہ گزٹ مطبوعہ ۲ - مارچ ۱۸۹۶ء

اصلاح - یہ اون نادر رسالے کا نام ہے جسکو جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق
نیموی عظیم آبادی مؤلف ازالۃ الاغلاط نے تالیف کرکے شایع کیا ہے - شعرا اور زبان
کے درست کرنے والون کے لیے ہادی اور معلم ہے اسمین الفاظ مترکہ کی اطلاع اور
تقید اور شتر گربہ اور پہلوے ذم اور ابتذال اور اعلا اور اختلاف تانیث و تذکیر وغیرہ
بہت کچھ ہے - قیمت ۲ نمبر ۔ راقم صفیر بلگرامی

اب مین ایک خط نقل کرتا ہون جسکو لکھنؤ کے شاعر خوش فکر دیکتا جناب مرزا تسبیر علیخانصاحب
رسانے رسالہ اصلاح وغیرہ کی رسید مین لکھا ہے - ناظرین بغور ملاحظہ فرمائین -

خط

قبلہ بوسہ گاہ تحقیق و درست باد ہ تدقیق رہبر ارباب ذوق جناب مولوی محمد
ظہیر احسن صاحب شوق دام مجدکم - تسلیم - مزاج اقدس - رسائل مرسلہ سامی پہونچے

رسید مین اس سبب سے عرصہ ہوا کہ مین نے چاہا کہ تمام دکمال اونکی سیر کرلون تو آپ کو لکھون - چنانچہ بالاستیعاب وہ رسالے مین نے دیکھے - اشہد باللہ مین اس لفظ سے تعریف نہین لکھتا کہ آپ نے مجھے کتابین بھیجی ہین سو اتعریف کرے اور کیا لکھون اور نہ اس قسم کا میرا مزاج ہے - ثم باللہ آپ کی ان کتابون کا نظیر و عدیل ہی نہین کچھ مبتدی ہی پر موقوف نہین منتہی کو بھی انتہا سے زیادہ مفید ہین - قاعدہ ہے کہ بعض الفاظ علماء ایسے مشہور و زبان زد ہوتے ہین کہ اونپر غلطی کا گمان ہی نہین ہوتا کہ انسان اونکی تحقیق کرے - اس سبب سے اونکو فصیح لغت مین نہین دیکھتا - اور وقت پر ذلیل ہوتا ہے - ان کتابون نے بیٹھے بٹھائے بے محنت و مشقت مین سب کو سب باتون سے باخبر کردیا - مین تو صاف آدمی ہون - واللہ مجھے تو اکثر الفاظ کا فائدہ ہوا - چاہے کوئی اور نہ مانے مگر مین احسان فراموش اور ہٹ دھرم نہین ہون - مجھے جس قدر آپ کی ان کتابون کو دیکھکر سرور ہوا اور مطبوع خاطر ہوئین اوسی قدر رنج بھی ہوا - وہ یہ کہ افسوس آپنے ان جواہرات کو لٹا دیا - اون لوگون کو جنہین سوا موزون کرنے کے اور نسبت کی خبر ہی نہ تھی کہ شاعری کیا چیز ہے اور اوستادی کا دعویٰ فرمایا کرتے تھے - اب آپکی بدولت وہ لوگ بھی کچھ ہو جائین گے - اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ کاش اس سے فائدہ اوٹھاکر کچھ احسان ہی مانین یہ بھی نہین - امید کہ ہمیشہ خط و کتابت سے سرور فرماتے رہیے

راقم آثم بشیر علی رسا - عفی عنہ - مورخہ ۱۱ - جنوری ۱۹۰۲ء - از مقام لکھنؤ محلہ سرائے معالیخان - قریب مکان نواب بڈھن صاحب

حضرات ناظرین - یہ کل ریویو اور تحریرین اون حضرات کی ہین جن سے نہ تو صاحب سلامت تھی اور نہ اونکو مجھسے کسی قسم کا تعلق تھا - ان لوگون نے جو کچھ لکھا ہے محض آزادی سے لکھا ہے اور لطف یہ ہے کہ بعض تالیفات مین بھی اہل لکھنؤ کی زبان قلم سے بیساختہ رسالہ اصلاح کی تعریف نکل گئی ہے - چنانچہ جناب خورشید جونامی اساتذہ لکھنؤ سے ہین وہ اپنے رسالہ انحادات ۹ مین لکھتے ہین کہ دو تین برس کا عرصہ ہوا کہ ایک رسالہ اصلاح نام میرے مہربان دلی مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی نے نہایت مفید عام فہم زبان اردو مین لکھا ہے اور وہ چھپ بھی گیا ہے - اوسمین متروکات کا بھی ذکر ہے اوسی کو دیکھ لینا کافی ہے "

اے بہار سے پیارے ہموطنو۔ اے صوبہ بہار کے رہنے والو ذرا کان لگا کر سنو کہ آپ کچھ خاک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جو ہمیں علوم عربیہ عطا کیے ہیں۔ وہی ہمارے لیے مایۂ فخر ہیں اور اونھیں کو ہم دین و دنیا کا سرمایۂ عزت جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی جو ابھی تک اردو کے بیان کے وسیع میدان میں اپنے اشہبِ قلم کو جولان نہیں کیا ہے۔ اور صرف اردو زباندانی کی ترقی کے اظہار میں اسقدر خامہ فرسائی کی ہے اور اپنی زبان حق بیانی پر تعلی کے داغ خودستائی کے دھبے قبول کیے ہیں۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ صوبہ بہار کے بیشتر تاریخ دان ہمارے لائق ہموطن جناب شاد عظیم آبادی نے نوائے وطن میں نہایت حسرت کے ساتھ یہ اوبھارنے والی تحریر عبرت انگیز فقرہ۔ جوش پیدا کرنیوالی عبارت لکھی ہے کہ "افسوس ہے کہ صوبہ بہار کے عالی خیال مصنف اس زباندانی کی گھوڑ دوڑ میں اپنے ملکی شہسواروں کے مقابلے میں بالکل پھسڈی ہوئے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اب تک اس ملک سے خاص اردو زبان میں کوئی ایسی تصنیف نہیں نکلی کہ ملک ملک اور دور دور کے مصنفوں کی اوسپر آنکھیں اوٹھ جاتیں"

حضرات ناظرین۔ نوائے وطن کی یہ حسرت آمیز و عبرت انگیز تحریر ملاحظہ کر چکے۔ اب شان خدائی سنیئے ع اوسے فضل کرتے نہیں لگتی بار + اوس کتاب کی اشاعت کے کچھ قبل ہی خدا نے مجھ ایسے ننگِ صوبہ بہار کے دل میں زباندانی کا شوق ڈالدیا۔ اور بات کی بات میں ایسا شہسوارِ میدان تحقیق بنا دیا کہ دم بھر میں میں نے عرصہ گاہ تالیف میں جھنڈا گاڑ دیا۔ اور حرف غلط کی طرح صوبہ بہار کی مقدس پیشانی سے ننگ کا ٹیکا مٹا دیا۔

اگر حضرات ناظرین مجکو حقیقت نگاری کی اجازت دیتے ہیں تو مجھے اس امر کے اظہار میں قطعاً تامل نہیں کہ خدا کے فضل سے ہندوستان میں شاید کوئی ایسا شہر ہو گا جہاں میری تالیف و تصنیف نے جلوہ نہ دکھایا ہو اور اپنا رنگ نہ جمایا ہو۔

اب میں وہ خط درج کرتا ہوں جو عظیم آباد کے چند رؤسا و شرفا کی طرف سے خاص مؤلف نوائے وطن کے نام لکھنؤ پہونچا تھا۔

خط حضرات عظیم آباد

مجمع کمالات مصدر حسنات کاشف رموز سخن ماہر فن جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب

شوق نمودی دام برکا تکم۔ تسلیم باہزاران شوق ملاقات وتکریم۔ یہ نیازنامہ ہم لوگ نہایت خلوص دلی سے خدمت عالی مین بھیجتے ہین۔ اور شکرگذاری آپکی اون تصانیف محققانہ کی نسبت ادا کرتے ہین۔ جنکو آپ نے بڑی کوشش اور جانفشانی سے ملک کی نفع رسانی کے لیے مرتب فرماکر چھپوادیا۔ ازاحۃ الاغلاط اور اصلاح یہ دونون کتابین علی الخصوص ہم اہل عظیم آباد کے لیے مایہ ناز ہین۔ اور ہم لوگون کو بیشک اس بات کا فخر ہے کہ ہمارے وطن نے ایسی قدر کی کہ ملک بھر کے ممتاز لوگ اوسکی قدر کرتے اور اوسکی تصانیف سے فائدہ اوٹھاتے ہین۔ خداوند عالم آپ کی عمر مین برکت عطا کرے اور آپکی ہمت بلند مین روز افزون ترقی عنایت کرے۔ آمین۔

اس مضمون کے بعد جناب مشار الیہ اور دوسرے حضرات عظیم آباد نے اپنا اپنا نام لکھکر اور دستخط کرکے اس خط کو خرین کیا ہے۔

اے میرے پیارے ہموطنو۔ اب مین ثابت کرچکا کہ آپ کے صوبہ بہار کے ایک غریب رہنے والے نے زبانداني کے باب مین جو کچھ کر دکھایا ہے وہ ایسا نہین ہے کہ کوئی منکر آنکھون پر دیوار اوٹھا سکے۔ اور مجھی پر کیا موقوف ہے جو کوئی محنت کرے گا ضرور پھل پائیگا۔ مگر مجھے کمال افسوس ہے کہ صوبہ بہار مین آج بھی کچھ ایسے لوگ ہین جنکی زبانداني کا پایہ نہایت ہی بلند ہے۔ مگر کچھ ایسے اسباب جمع ہوگئے ہین کہ بیچارے ہاتھ پاؤن ہلا نہین سکتے۔ اور اپنا جوہر دکھا نہین سکتے۔ مگر مجکو کامل امید ہے کہ اگر اونکی ہمت پست نہ ہوئی تو ضرور ایک نہ ایک دن اپنی پیشانی سے کلنک کا ٹیکا مٹا دینگے اور اپنا سکہ بٹھا دینگے۔

المختصر مین جبتک لکھنؤ مین رہا تحصیل علوم عربیہ مین سرگرم رہا۔ مگر جب کچھ فرصت ملتی تو اردو فارسی کا بھی مشغلہ رکھتا۔ ازاحۃ الاغلاط مین کہین کہین جناب جلال لکھنوی کی تنقیح اللغات سے اختلاف ہوگیا تھا۔ ضمناً بعض جگہہ اونکے اقوال کی رد ہوجاتی تھی۔ اون سے اور مجھسے دونون صاحب سلامت تھی مین کچھہ نہ سمجھا کہ صرف اتنے اختلاف سے در پردہ مجھسے صاف نہین ہین۔ اونھون نے برقع تردید نام ایک رسالہ لکھا اور ازاحۃ الاغلاط پر بیجا خامہ فرسائی کی۔ اور اوسکو اپنے ایک شاگرد کے نام سے چھپوایا۔ مین بفضلہ تعالے علوم عربیہ کی تحصیل سے فارغ ہوچکا تھا۔ آج کل مین فاتحہ فراغ پڑھکر گھر آنے والا تھا کہ

وہ رسالہ مجکو وہان ملا۔ مین اوسکو لیکر ۱۲۱۸ھ مین شوال کے مہینے مع الخیر وطن پہونچا۔ اور اوسکے جواب مین قلم اوٹھایا آخر اوسکی رد لکھہ ڈالی اور سرمہ تحقیق نام رکھتا۔ چونکہ جناب جلال کو اپنے اہل زبان ہونے پر زعم تھا۔ اور رد تردید مین مجکو پوربی سمجھکر منہ آئے تھے مین نے اوس کتاب مین پوری خبر لی۔ بہت سی ایسی لغزشین جو اردو محاورات مین اون سے واقع ہوئی تھین ظاہر کردین اور اوس رسالے کے ساتھہ جناب قدس[1] پیر ساناری کے دو رسالے طومار الوبیخ اور دندان شکن اوسی رسالہ رد تردید کی رد مین شایع کیے گئے۔ اور منشی[2] محمد بشیر[3] بکا کوٹی کا ایک رسالہ تذکرۃ الشوق نام بھی اوسکے ساتھہ درج کیا گیا۔ اس رسالے مین مولف نے فقیر حقیر کے حالات قلم بند کیے ہین۔ اور اسکا تاریخی نام ظہیر المحاسن رکھا ہے۔ جسمین کہ رسالہ سرمہ تحقیق مع رسائل ثلثہ چھپکر نظر افروز عالم ہوا۔ حضرت جلال سے اس رسالہ کا جواب تو نہ ہوسکا مگر ندامت مٹانے کو حضرت جلال یا جلال والون نے ماہ فروری ۱۸۱۰ء کے گلدستہ نخمہ بہار مین یہ جعلی اشتہار شایع کیا۔

مولف سرمہ تحقیق کا مراسلہ

یہ جدید رسالہ مین لکھہ کر اور ہدیہ ناظرین کرکے نہایت نادم اور کمال پشیمان ہون اور ہر بار اپنے اوپر نفرین کرتا ہون کہ یہ کیا نادانی اور جہالت مجھسے سرزد ہوئی کہ مین ایک قصبہ کا رہنے والا اور قصبہ بھی وہ قصبہ کہ عظیم آباد کے مضافات سے ہے۔ لکھنو کے معاملے

[1] جناب قدس کا نام منشی محمد عبد الاحد ہے۔ عالیجناب حافظ عبد الصمد صاحب خلفہ اور پیر ساناری ضلع بلیا کے بیٹے ہین۔ جنکا سرکار دولت کے نزدیک اچھا رسوخ ہے انگریزی اور بنگالہ مین عزت کی کرسیان پاتے ہین۔ استادی حضرت شیدا دلکشا کے شاگردون سے مولف کے اعلے درجے کے کرمفرما احباب مین ہین شعر و سخن مین طبیعت نہایت چلبلی پائی ہے۔ عاشقانہ غزل خوب کہتے ہین۔ یہ چند شعر ہدیہ ناظرین ہین ؎ کوئی پردہ نشین بدنام ہوگا ۔ شکایت کیا کروں درد نہان کی ؎ مقدر قدس نے چوسا لب یار ۔ دوشنہ ستانہ ہے اس نوجوان کی ؎ کسی پہلوئہ شب ہجر مجھے چین لا ۔ آخر اوٹھنا اسی رانڈ اور کے خیال پکو ؎ اگر دنیا سے اٹھے درد کی صورت تو کیا غم ہے ۔ دل احباب مین ہم نقش حسرت بنکے بیٹھے ہین ؎ انہین پر چھوڑ دے انصاف تو اے داور محشر ۔ جو لاکھون ظلم کرکے آج بھولے بنکے بیٹھے ہین ؎ حسینون کی بھری محفل مین ہم بیٹھے تو کیا پروا ۔ تخلص قدس ہے ہم پاک باطن بنکے بیٹھے ہین ۱۲ منہ۔ انکا تخلص بھی تبرکا ہے جناب شیخ عبد الحکیم صاحب بیکا کوٹی ضلع بلیا کے بیٹے ہین جناب قدس کے عمزاد بھائی ہین شعر و سخن مین مولف سے انکو تلمذ ہے ۱۲ منہ

سے بھی نہیں۔ محاورات اہل زبان سے اسقدر نابلد کہ "چہان بتاں" کی جگہ "چہان بین"، اکثر جگہہ بول گیا ہون۔ اور علی ہذا القیاس اور محاورے بھی ایسے ہیں کہ زبان پر ہین خلاف روز مرہ فصحا سے لکھتے ہین۔ باوجود ایسی فضیحتون اور عیوب سے مجھکو کہ آج محقق دوران سرآمد اہل اُردو زبان افصح الفصحا مشہور ہو یعنی حضرت جلال لکھنوی دام فیضہ جسکو تمام سخنور ہندوستان مانتے ہوے ہون اوسکی تالیفات و تصنیفات پر بیجا معترض ہوکر آپ اپنا قصیانی اور بے علم محض ہونا اہل زبان اُردو اور صاحبان علم پر ثابت کیا۔ لہذا اب مین خود اپنی سراسر نادانی اور سرتاپا خطا ہونے کا مقر ہون اور ناظرین سے امیدوار عفو جریم ہون اور مجملاً لکھتا ہون کہ اب کبھی ایسا امر مجھسے وقوع مین نہ آئے گا۔

الراقم
محمد ظہیر احسن شوق نیموی عظیم آبادی

چھاپنے کو تو چھاپا مگر قلعی کھل گئی۔ مشیر قیصر مطبوعہ ۷ مارچ ۱۸۹۹ء مین اس اشتہار کی تکذیب کیگئی اور اسکا جعلی ہونا ظاہر کیا گیا۔ اور لفظ چہان بین کی نسبت جو مخبر سے آئے تھے اوسکی نسبت اوڈیٹر مشیر قیصر جناب نفیس دہلوی نے یہ لکھا کہ چہان بین خاص اہل دہلی کا محاورہ ہے پس اگر اہل لکھنو کے خلاف ہوا تو کیا مضائقہ۔ اسکو مولانا شوق کی غلطی نہین کہہ سکتے۔ کچھ ضرور نہین کہ وہ ہر بات مین لکھنو کا تتبع کرین۔" مولف کہتا ہے کہ بلاشک مین صرف زبان لکھنو کا پابند نہین۔ کیونکہ نمک خوان فصاحت بحمدہ کردہلی کے محاورات بھی استعمال کیا کرتا ہون۔ فریاد ہند جو دہلی کی زبان مین لکھی گئی ہے اوسکے صفحہ ۱۰ مین یہ لفظ موجود ہے۔ اور جناب نفیس دہلوی نے صاف صاف اسکی تصحیح کردی ہے۔ رہی یہ بات کہ لکھنو کا محاورہ ہے یا نہین۔ تو مین کہتا ہون کہ بارہا مین نے زبان کے لوگون سے "چہان بتان" کے بدلے "چہان بین" بھی سنا ہے۔ اور بعض کتابون مین بھی یہ لفظ میری نظر سے گزرا ہے۔ غرضکہ اسکی صحت مین کچھ کلام نہین۔ بہرکیف جب مشیر قیصر مین اوسکا جعلی ہونا ظاہر کیا گیا تو اخبار مشیر اعظم مراد آباد کے اوڈیٹر نے یکم اپریل ۱۸۹۹ء کے پرچے مین یہ مضمون لکھا

جلال کا جعل

اخبار مشیر قیصر سے جلال لکھنوی کی عجیب چالاکی معلوم ہوئی۔ مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی

عظیم آبادی نے سُرمۂ تحقیق لکھ کر جلال کی چشمِ تحقیق مین سُرمہ لگایا تھا۔ سیکڑون لاجواب اعتراض کیے۔ ہزارون غلطیان پکڑین۔ جلال کی زباندانی کے دعوے سب گرد ہوگئے۔ خوب منہ کی کھائی۔ کچھ جواب بن نہ پڑا۔ جب جلال نے دیکھا کہ یہ تو بڑی کرکری ہوئی۔ شاگردون کو مُنہ دکھانے کے لائق نرہے۔ اُستادی کا دعوی لوٹ گیا۔ چار ناچار اونھون نے ایک عجیب چالاکی کی۔ رسالہ نغمۂ بہار کو اپنے اہتمام مین لے کر آدمیون جانب شوق کی طرف سے ایک مراسلت چھپوائی جسمین مؤلف سُرمۂ تحقیق کی طرف سے ایک معذرت چھاپدی۔ دست خود دہان خود اپنا ہی رسالہ اپنا ہی قلم جو چاہا سو لکھ لیا۔ مؤلف سُرمۂ تحقیق جو اتنی بڑی لیاقت رکھتا ہے جسنے جلال کے تمام کلام کو درہم برہم کر دیا اوسکو معذرت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی جعلی کارروائیون سے تو جلال کی ذلت ہرگز نہین مٹ سکتی۔ اگر کچھ ہمت تھی تو سرمۂ تحقیق کا جواب لکھ کر اپنا الزام مٹایا ہوتا۔ انتہے

پھر مین نے قلم اوٹھایا۔ اور اخبارون مین تعقبات کرنا شروع کیے۔ اور ملک پر ثابت کر دیا کہ کسی معرکے مین اس پوربی دہاتی کے تیور پیلے نہین ہو سکتے۔ اور عجب شان خدا کہ اس گھمسان کی لڑائی مین حضرت جلال کی طرف سے جسنے سر اوٹھایا منہ کی کھائی۔ ۲۹ مئی ۱۸۹۹ء کے مشیر قیصر مین میرا یہ مضمون چھپا۔ جسمین معرکہ و میدان کے مناسب اکثر محاورات مستعمل ہوئے ہین۔

قلم اوٹھاتے ہین پھر ہم جلال والون پر

پھر پڑے گا یہ شیر ژیان شغالون پر

جلال والو تم لاکھ لام باندھو۔ ہزار گیدڑ بھبکیان دو۔ یہان تیور پیلے نہین ہو سکتے۔ تمکو بھگا دینا کچھ ٹیڑھی کھیر نہین۔ معرکہ مار لینا کوئی بات نہین۔ جس دم میرا کلک شیر نیستانی ڈکارتا ہوا ٹوٹ پڑے گا پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑے گا۔ دھاک بندھ جائے گی۔ رن پل اوٹھیگا دم بھر مین تم تتر بتر ہو جاؤگے میدان سنسان نظر آنے لگے گا۔

تم نے جعلی اشتہار کیون چھاپا۔ طوفان کیون اوٹھایا۔ طومار کیون باندھا۔ تمھاری چھیڑ چھاڑ سے دل پکا پھوڑا ہو رہا ہے۔ آنکھون مین خون اوتر آیا ہے جبتک تم سری ٹیک

تہ کرو گے اس معرکے کا پالا تھنڈا نہ ہوگا۔ دیکھو اس گھمسان کی لڑائی میں کسکو کلغی طرّہ لگتا ہے اور کسکا بول بالا رہتا ہے۔ کون جھنڈے پر چڑھتا ہے اور کون فتح کا ڈنکا بجاتا ہے۔ آج حضرت جلال کی غلط بیانی اونھیں کے کلام سے ثابت کیجاتی ہے۔ تکتا نہیں کہ تم آنکھون پر دیوار اوٹھاؤ۔ مجال نہیں کہ کچھ ہاتھ پاؤن ہلاؤ (۱) سرمایہ زبان اردو مین لکھتے ہین "روپیا" سکہ دار چاندی کو کہتے ہین۔ جمع اوسکی فصحا روپے بولتے ہین اور یہ جو ہاے مختفی سے روپیہ لکھا جاتا ہے مؤلف امید ان کے عندیے مین غلط ہے غلطی کی وجہ غالبًا آپ یہ سمجھے ہین کہ یہ لفظ ہندی ہے اور الفاظ ہندیہ کے آخر مین ہاے مختفیہ نہین لکھی جاتی تارا، کلیجا۔ اس قسم کے الفاظ ہاے مختفیہ لکھنا صحیح نہین۔ افسوس اسکا تو خیال کیا مگر اسکی خبر نہین کہ متاخرین عجم نے استعمال کیا ہے۔ ہندی سے مفرس ہوگیا ہے پس بہاے مختفی غلط نہین۔ آپ دو گلشن فیض مین "چہری روپیہ" کے بارے مین لکھتے ہین۔ باے فارسی و تحتانی ہر دو مفتوح۔ بہاے مختفیہ بجاے الف یہان و بہاے مختفیہ دست ٹھہرے اور وہان غلط قرار پاے (۲) سوچنا۔ نون غنہ کے ساتھ۔ ایذا شہید ان کا ترجمہ ہے۔ لوگ جو اسکو بدون نون غنہ کے پڑھتے ہین یا لکھتے ہین۔ نون کے نزدیک غلط ہے" غلط لکھدیا تو آپ کے باین ہاتھ کا کھیل ہے۔ بندہ نواز غلط ہرگز نہین۔ صح نون اور بے نون دونون طرح صحیح ہے اسکا حاصل مصدر "سوچ۔ لوچ" کے قافیہ مین آگیا ہے اور آپ خود گلشن فیض مین "سوچی" کے بعد اور "سوچت" کے قبل لکھتے ہین۔ سوچ سین مہملہ واو مجہول و جیم فارسی" جلال والو نکچھ سمجھے یا نہین۔ جب سوچ سے نون صحیح ہوا۔ تو سوچنا سے نون کیون غلط ہونے لگا (۳) غلیم بسکون لام کو فتح مین بہر صورت پڑھنے اردو مین بھی غلط بناتے ہین اور خود ہی دیوان اول ص۱۱۵ مین فرماتے ہین ص۵ طوفان سے بیڑا نوح کا تو نے بچا دیا ۔ فرعون پر کلیم کو غلبہ عطا کیا۔ جب غلبہ بسکون لام غلط ٹھہرا تو یہان بسکون کیون باندھا گیا۔ حق یہ ہے کہ آپ کی تغلیط ہی غلط ہے اور بسکون لام بھی صحیح ہے۔ کما حقق فی الازاحۃ (۴) کارآمد شعرا اس لفظ کے بارے مین "جیسے جہان و چنین لکھتے ہین" لیکن حق یہ ہے کہ اکثر فصحا کے نزدیک لفظ مذکر ہے اور مؤلف بھی اسکی تذکیر ہی کا قائل ہے "جی ہان آپ ضرور تذکیر ہی کے قائل ہین۔ فاتحۂ طبع مین آپ نے جو یہ شعر تحریر فرمایا ہے ص کس ترقی پہ ہے حسن کہ اللہ اللہ ۔ شوخ لفظین

ہین دو وطن معنی رنگین نوشا ۵ - اسمین لفظ مدکر نہ ہوتا ہے یا مونث ہے اور نون کے ساتھ مونث کی جمع ہوتی ہے یا مذکر کی -

جلال والو تم نے پوربی دہاتی شوق نیموی کا کمال دیکھا - آج کیسی خبر لی - قلعی کھل گئی - ممکن نہین کہ تم آنکھون مین دھول ڈال دو - تل کی اوٹ پہاڑ کچھ تاویل کرکے جان بچاؤ - آج تمھین لوہا ماننا پڑے گا اور حضرت جلال کی غلطیون کا استدراک کرنا ہوگا -

از محمد ظہیر احسن شوق نیموی

حل لغت محاورات

بھیڑنا حملہ کرنا - لام باندھنا لشکر جمع کرنا - کان پر جون نہ رینگنا - نہایت ہی غافل ہونا - ٹیڑھی کھیر کا مشکل دھاک باندھنا - رعب غالب آنا - بھری ٹیک خوشامد - پالا ٹھنڈا ہونا - کسی ہنگامے کا سرد ہونا - کلنگ کا ٹیکا - داغ رسوائی - بول بالا - بلند نامی - جھنڈے پر چڑھنا - رسوا ہونا - تل کی اوٹ پہاڑ جب کسی چھوٹی شے کے پردے مین کوئی بڑی چیز ہوتی ہے اوسوقت یہ مثل بولتے ہین اور "تل" کی جگہہ "رائی" بھی بولتے ہین - لوہا ماننا بہادری کا اقرار کرنا ۱۲ منہ

اسکے بعد ۲۸ - اگست ۱۸۷۹ء کے مشیر قیصر مین میرا یہ مضمون چھپا جسمین باغ کے مناسب اکثر محاورے استعمال کیے گئے ہین -

طبع رنگین نے کھلائے پھر نئے دو چار گل
پھر ہوا باغ ہوس حاسد ہو گیا یکبار گل

جلال والون نے اپنے گلدستہ نغمہ بہار مین جلی مراسلہ چھاپ کے اگرچہ کچھہ دنون تک اپنی ہوا باندھی - مگر چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھہ آخر پیل منڈھے نہ چڑھی - سچ پوچھو تو اپنے حق مین کانٹے بوئے - وہ لوگ کس باغ کی مولی تھے - ہمارے خامہ رنگین نے ہتیلی پر سرسون جماکے وہ شاخین نکالی - شگوفے چھوڑے کہ دم بھر مین رت بدل گئی - ہوا پھر گئی - گلشن فیض وایے کی آم گھاس کا رنگ جو جم گیا تھا - پھر نہال ہو رہے تھے - پھولے نہ سماتے تھے - وہ یکہ پھیکا ہو گیا - صاف اوکھڑ گیا - جلال کا بولتا

طوطی چپ ہو گیا۔ خدا جانے ابھی کیا کیا گل پھولین گے۔ آج چمن ہمارا کلک رنگین گلفشانیان کرتا ہے صفحۂ قرطاس کو پھولون کی ڈالیان بنا کے ملک سخن سے بھیجتا ہے۔ گلزار سخن کے ہوا خواہ آؤ بہار بیخزان لوٹو ۵ جلال لکھنوی سے جا کے اے باد صبا کہنا کہ شوق نیموی نے آج کیا کیا گل کھلائے ہین ۱۲۔

(۱) تنقیح اللغات مین ارشاد ہوتا ہے کہ غل بمعنی غوغا و متعارف ہے مشہور ہے کہ یہ لفظ ہندی ہے عربی فارسی مین اس معنی پہ نہین آیا۔ حالانکہ غل بمعنی شور و غوغا شعرائے متاخرین کے کلام مین موجود ہے۔ ملا نظامی ہفت پیکر مین کہتا ہے مثنوی برشکستہ ہزار دیو بدیو ۱۲ از در و دشت بر گرفتہ غریو ۱۲ ہمہ صحرا بجائے سبزہ و گل ۱۲ غول در غول بود و غل در غل اے سبحان اللہ سلف سے لیکر خلف تک کوئی ان معنون مین غل کی فارسیت ثابت نہ کر سکا مگر باکمال صاحب کی تحقیق کا کیا کہنا کہ نظامی ایسے مسلم الثبوت شاعر کی سند دیدی مگر اتنا نہ سمجھے کہ غل کے معنے طوق کے بھی ہین۔ اور مدور ہونے کے سبب سے گل کو طوق کے ساتھ فی الجملہ مشابہت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ صحرا ایسا خوفناک و پر بلا تھا کہ بجائے سبزہ سیکڑون غول بیابانی اور گلون کے بدلے لاکھون طوق آہنی نظر آتے تھے ۱۲۔ سرمایۂ زبان اردو مین لکھتے ہین "چہہ جیم فارسی مخلوط الہاء اور ہائے مظہرہ کے ساتھ عدد معروف ت شش ع ستہ اور کبھی اس لفظ کو بجائے ہائے مظہرہ ہائے مختفیہ کے ساتھ بھی بولتے ہین اور فصیح یہی ہے۔ یعنی ہائے مظہرہ کی جگہہ ہائے مختفیہ سے بولنا" اور گلشن فیض مین یون ارشاد ہوتا ہے "چہہ جیم فارسی مخلوط الہا مفتوح بہائے ہوز دو عدد یست مشہور ت شش ع ستہ چنانکہ شیخ امداد علی بحر گوید ۵ چہہ لاکھہ جبرئیل کے پر ہین تو رشک کیا ۱۲ دو ہاتھہ آدمی کو بھی ہین دو کرور پر۔ وگا ہے در آخر این لغت بجائے ہائے مظہرہ ہائے مختفیہ آرند یعنی ہائے غیر ملفوظہ و فصیح ہمین است یعنی بجائے ہائے مظہرہ بہائے مختفیہ خوانند" ہمارے باکمال صاحب کا کیا کہنا کہ ایسے پیچیدہ اور لاینحل مطلب کی ہندی کی چندی کر کے اور اٹھارہ دفعہ یعنی کہہ کے اچھی طرح سمجھا دیا۔ شاباش فارسی ہو تو ایسی ہو مضمون ہو تو ایسا ہو۔ بہرکیف یہ تو پوچھیے کہ ہین ہندی لفظ کا کوئی لہجہ ایسا ہو کہ اوسکو گاہ گاہ بولتے ہین اور مشہور دوسری طرح سے ہے وہ بلا وجہ فصیح کیون ہونے لگا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ یون بھی بولتے ہین اور پھر اوسی کو فصیح بتانا طرفہ ماجرا ہے۔ خیر اسکو بھی جانے دیجیے

یہان تو ایسی بات لکھی ہے کہ مکتب کے لڑکے بھی سنتے ہین - طفل دبستان تک جانتے ہین کہ سرمہ سرمایہ لالہ - پیالہ کی ایسی ہی ہا ہے مخفیہ کہلاتی ہے اور کوہ ابوہ - راہ - ماہ - شہ - رہ - مہ - گنہ - سیہ - کی ایسی ہے ہا ہے ملفوظہ بولی جاتی ہے - اب حضرت باکمال کی استناد کملاے ماضی و حال سے یہ پوچھیے کہ جو یہ ہاے ملفوظہ بروزن رہ وغیرہ دشنہ - تو برا مخمس بھی نہین بولتے آخر کس جنگل کی زبان ہے - اور مزا تو یہ ہے کہ بحر کے شعر سے اوسکا یہ ہاے ملفوظہ ہونا ثابت فرماتے ہین - ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا - چہ عالی کیا چہہ رہ دشنہ دمہ وغیرہ کے قافیہ مین پڑا ہے جو یہ ہاے ملفوظہ کہا جاتا ہے یہان بھی یہ ہاے مخفیہ ہے - اسکی تشریح یہ ہے سنیے کہ اس لفظ مین چہے کا فتحہ کبھی دبی زبان سے بولا جاتا ہے جیسے ع ساتھ اوسکے چہہ لاکھ آدمی تھے - اور کبھی کھینچ کے پڑھا جاتا ہے بحر کے شعر مین چہہ یا اشباع فتحہ بندھا ہے جیسے ع یہہ ہوا و ہوس ساختی - مین ہہ کی حرکت یہہ یا اشباع بندھی ہے - اس اشباع سے یہ لفظ یہاے ملفوظہ نہین کہلاے گا کیونکہ ہم کہہ چکے ہین کہ کوہ دستوہ رہ مہ کی ایسی ہے ہا ہے ملفوظہ کہلاتی ہے - افسوس کہ باکمال صاحب کو آج تک یہ ین ریش وفش ہاے ملفوظہ و ہاے مخفیہ مین فرق معلوم نہین -

(۳) سرمایہ زبان اردو مین ہونٹ کے بارے مین ارشاد ہوتا ہے کہ اس لفظ کے آخر مین ہوتے ہاے مخلوط التلفظ بڑھا کر ہونٹھ بولتے ہین اور لکھتے ہین مولف ہیچمدان کے عندیے مین نادرست ہے - یا ایہا العالمین باکمال صاحب کو ہم کہانتک سمجھائین - غلط کے سوا کچھہ پڑھا ہی نہین - اوستادون کے دیوان اوٹھا کر دیکھیے کہ یہ لفظ ردیف الہا مین ہے یا نہین - ناسخ ؎ اے گل جو تو نے پان چبا کر دکھائے ہونٹھ - حسرت سے کیا ہی غنچہ گل نے چبائے ہونٹھ - قانع لکھنوی ؎ دانتون سے جبکہ اوس گل تر کے دبائے ہونٹھ + بولا کہ صاحب اپنے سے کچھو پرائے ہونٹھ - سخن سنجو - اس لفظ کی تحقیق سے سنو کہ اہل زبان ابتدا سے برابر ہونٹھ کہتے اور لکھتے آئے اور آجتک بہت سے زیادان ہی طرح لکھتے پڑھتے ہین - البتہ کچھہ دنون سے بعض شعرا ہونٹ لکھتے ہین - باکمال صاحب کسی معتبر سے سنا ہوگا کہ ہونٹھ کی جگہہ ہونٹ لکھنا چاہیے - اس پیچیدہ جملہ کا مطلب کچھہ کا کچھہ سمجھے کہ متروک بعض کو دھڑے غلط بنا دیا کیا نہین دیکھتے کہ یہ بجاے پر بعض شعرا ہے

وجوبًا ترک کر دیا ہے مگر اس سے یہ غلط نہیں ہو سکتا

حل بعض مصطلحات

ہوا یا مد ہونا۔ اعتبار پیدا کرنا۔ بیل منڈھے چڑھنا۔ مطلب پر آنا۔ کانٹے بونا۔ بد ایمان کرنا۔ ہتھیلی پر سرسوں جمانا۔ جلد کوئی کام کرنا۔ شاخیں نکالنا۔ عیوب ظاہر کرنا۔ شگوفے چھوڑنا۔ عجیب و غریب باتیں کہنا۔ رت بدلنا۔ تبدل زمانہ و تغیر فصل۔ ہوا پھیرنا تغیر حال زمانہ۔ آم گھاس۔ رطب و یابس۔ رنگ جمنا۔ رونق پانا۔ نہال ہونا خوش ہونا۔ رنگ اڈھڑنا۔ بیرونق ہونا۔ گل پھولنا۔ عجیب و غریب امر ظاہر ہونا گل کھلانا تعجب خیز امر ظاہر کرنا۔

اسکے بعد ۴۔ ستمبر ۱۸۵۹ء کے مشیر قیصر میں میرا یہ مضمون چھپا۔ جمین پانی کے مناسب اکثر محاورے متعلق ہوئے ہیں۔

جو اپنے فن میں پختہ ہیں کسی سے کب وہ ڈرتے ہیں
جو کچے ہیں وہی کچے گھڑے پانی کے بھرتے ہیں

حضرت جلال لکھنوی کی چھان بنان کی جو خواہ مخواہ ہوا بندھ گئی تھی مثل مشہور ہے کہ کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی۔ آخر ہمارے کلک دریا بار نے اپنی تحریر کے زور سے اودی گنگا بہا دی۔ پانی پھیر دیا۔ آج بحر ہمارا دریائے دل بحر مواج کی طرح لہرا رہا ہے۔ سیکڑوں مضامین کے پنڈے اوچھل رہے ہیں۔ خامہ نہنگ سیرت گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والا اسوقت چھان بین کے سمندر کو جھیل رہا ہے۔ دیکھ لینا طوفان اوٹھانے والے جو ناحق برس پڑتے تھے۔ پانی میں آگ لگایا کرتے تھے۔ آج اوپر گھڑوں پانی پڑ جائیگا۔ پسینے پسینے ہو جائینگے۔ چلو بھر پانی میں ڈوب مرینگے۔ المختصر ہمارے سحاب قلم کی گہر باریاں دیکھو (۱) تنقیح ۔ ارژنگ کی بحث میں ارشاد ہوتا ہے کہ امیر خسرو شیریں سخن کی زبان سے کہا ہے ؎ تصویر دولتم مانی وارژنگ ۔ طراز سحری لعبتند ریسنگ ۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ ارژنگ مانی کا معاصر کوئی اور نقاش تھا، اس شعر سے دونوں کا ہمعصر ہونا تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ہمعصر نہ ہوتے

قوں جل کے شیرین کا تصرف دولت کیونکر بناتے۔ بلکہ یہ بھی فرما دیجیے کہ تمہیدن بھی انکے ہمعصر تھی۔ اب کچھہ دنون کے بعد جلال کے نام پر اوا فرمائینگے کہ ہمارے باکمال صاحب نے یہ شعر فرمایا ہے ؎ قیس ہے دشت جنون مین کہہ جلال نہ آگے آگے چل مری زنجیر کھینچ قیس اور حضرت جلال دونون معاصر تھے اور آپ کو کبھی دشت جنون مین پھرنے کا اتفاق ہو گیا تھا۔ تو قیس سے مدد مانگی تھی ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست (۲) مصدر عقیل یعنی عاقل جو مشارف ہے صحت کے مخالف ہے کتب لغات معتبرہ یہ لفظ بمعنی مذکور نہین پایا جاتا۔ بندہ نواز اگر جناب عقیل لکھنوی سن لینگے تو ناک بھون چڑھا لینگے جناب عالی آپ نے حضرت سلیم کے باپ کا نام عقیل سنا ہوگا۔ آخر اس نام کی کوئی وجہ تسمیہ ہے یا نہین۔ کاش آپ نے منتخب اللغات ہی کو دیکھہ لیا ہوتا۔ اوسمین صاف لکھا ہوا ہے کہ نام پسرانی طالب کہ دانا تر بود بہ نسبت قریش (صفحہ) گلشن فیض صفحہ ۲۳۲ پیٹ بہ تحتانی مجہول شکم و پہ تحتانی معروف پشت۔ طفل و بستان تک جانتے ہین کہ پشت کی ہندی پیٹھہ ہے نہ پیٹ۔ مرزن پیٹ باکمال صاحب پیٹ اور پیٹھہ دونون کو ایک ہی کیا چاہتے ہین۔ آخر استادی کس دن کام آئیگی۔ دیکھو جناب ہلال لکھنوی ردیف الہاء مین فرماتے ہین ؎ جو بعد مرگ بھی یاد آگئی تمہاری پیٹھہ ۔ زمین سے نہین لگنے کی پھر ہماری پیٹھہ دوستو غالباً تم جناب ہلال کو نہین جانتے ہوگے۔ انکا نام امیر علی خان تھا۔ جناب رشک کے شاگرد تھے۔ حضرت جلال نے انھین کی کشش برداری سے حصہ شاعری کا رتبہ پایا۔ ابتدا سے مشق سے انھین سے اصلاح لیتے رہے۔ ہلال کے وزن پر جلال نے بھی رکھا۔ جب ہلال شاگردن مین جاتے جلال اونکی بیاض ہمراہ لیجاتے اور جب ہلال اپنے استاد یعنی جناب رشک کی خدمت مین اصلاح کے واسطے حاضر ہوتے تو جلال کی غزل پر اصلاح دیے ہوئے آتے اور جلال اونکا بستا ساتھہ لاتے اور ہلال جلال کی اصلاحی غزل کو احتیاطاً رشک کو سنا دیتے۔ اسی وجہ سے جلال رشک کے شاگردون بیٹھے ورنہ رشک نے انکی ایک غزل پر بھی اصلاح نہین دی ہے۔ جب برق کی تقدیر چمکی یا دشاہ کے یہان انکی رسائی ہوئی جلال اس خیال سے کہ مجھے سونے کی چڑیا ہاتھہ آئیگی برق کے شاگرد بنگئے۔ غرضکہ ہمارے حضرت جلال گو برق سے بھی کسی قدر شاگرد ہین۔ مگر فی الواقع ہلال ہی کے چمکائے ہوئے ہین۔ رشک سے کچھہ سروکار نہین۔ چنانچہ تیرہ صدی مین

جس قدر تذکرے چھپے ہین اکثر مین ہلال کی شاگردی لکھی ہوئی ہے۔ دیکھئے تذکرہ بیخود مین لکھا ہے کہ "برق ہلال اوستاد او" اب ہمارے جلال بہادر کی بہادری دیکھئے کہ ہلال کی شاگردی سے مکر گئے۔ اور جب اگلے لوگ قبرون مین جا بسے آنکھ کا پانی ڈھل گیا۔ آپ نے ہلال کے بدلے رشک کی شاگردی کا ڈنکا بجا دیا۔ مین حضرت جلال سے پوچھتا ہون کہ اگر فی الواقع آپ رشک کے بھی شاگرد ہین تو کارآمد شعر اپنے آپ نے صرف برق کو کیون اپنا اوستاد لکھا۔ اور گلشن فیض کی تقریظ مین جو شعرا مین آپ کے شاگرد جناب یاس نے لکھی ہے اوستادی رشک کو کیون بھول گئے۔ اور صرف برق ہی کو کیون چمکایا۔ جناب من ایسی حالت مین کہ رشک کی شاگردی پر آپ کو ناز ہو پھر بھی برق تو اوستاد لکھے جائین اور رشک چھوڑ دیئے جائین ع دال مین کچھ ضرور کالا ہے۔ باکمال صاحب آپ ہلال کی شاگردی کا نام سنکے جو ناک بھون چڑھاتے ہین محض لغو حرکت ہے ؎ فراموش کردن حق اوستاد بود دوستی بدار المعاد ؎ سنو جو ہونہار شاگرد محنت کرکے اپنے اوستاد سے بڑھ جاتا ہے اور شاگردی سے منحرف نہین ہوتا وہ دین و دنیا دونون مین سرفراز رہتا ہے۔ دینی اعتبار سے تو ظاہر ہے دنیا مین اسلئے کہ کہنے والے یہی کہا کرتے ہین کہ کیسا لائق آدمی ہے کہ اپنے اوستاد سے بھی بڑھ گیا۔ اور اوستاد جس وقت اپنے شاگرد کی نشو و نما دیکھتا ہے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اوسکی محنت ٹھکانے لگجاتی ہے اور دل سے دعائین دیتا ہے کہ دن دونی رات چوگنی ترقی ہو کہ میرا نام اور بھی روشن ہو۔ المختصر جلال نے ہلال کے ساتھ اچھا سلوک کیا اونکی روح لب گور سے کیا کیا دعائین دیتی ہوگی۔ اور عجب نہین کہ اسی کا اثر پڑا ہو کہ جلال سے جا بجا فاش غلطیان ہو گئی ہین۔ اور آخر یہ برے دن آئے کہ ملے دھجیان اوڑ رہے ہین (۴) گلشن فیض اور سرمایہ زبان اردو دونون مین ارشاد ہوتا ہے "ہاتھی ہزار لٹے پھر لاکھ کا" اس مثل کی تراش خراش لفظون کی بندش ہی چلا رہی ہے کہ جلال پورہ کی زبان ہے ورنہ فصیحون بولتے ہین۔ "ہاتھی ہزار لٹے جب بھی سوا لاکھ کا ملے گا" ہر شخص کا مذاق سلیم دونون مین فرق نکال سکتا ہے کہ کون فصیح ہے اور کون قبیح ہے۔ (۵) سرمایہ زبان اردو صفحہ ۳۰۲ رفو چکر ہونا کسی کا سرگردان اور حیران ہونا۔ اتھلی۔ ضایا جانے یہ لفظ آپ نے کہان سے گڑھے اسکے معنے تو فرار ہونیکے

ہین بولتے ہین کہ فلان شخص رفو چکر ہو گیا یعنے بھاگ گیا۔ جلال دا لوچ کہنا جعلی
استہنار مچھا پنے کا مچلکا لکھوانے کا کیسا مزا چکھا دیا کہ عمر بھر یاد رکھوگے۔ دانت کھٹے
کر دیئے۔ چھکے چھوڑا دیئے۔ ناک چنے چبوائے۔ خبردار پھر کبھی کسی کے تن مین طومار نہ باندھنا

حل بعض محاورات

کچے گھڑے پانی کے بھرنا۔ ہر طرح فرمانبردار ہونا۔ ہوا باندھنا۔ شہرت و اعتبار پیدا ہونا۔
اوٹی گنگا بہانا۔ جس امر مشکل کی آسیب نہ ہو اوسکو کر دکھانا۔ پانی پھیرنا۔ خراب و تباہ
کر دینا۔ مینڈھا اوچھلنا۔ موج کا اوٹھنا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینا۔ آزمودہ کار ہونا۔
لہرا پانی کا موجزن ہونا۔ طوفان اوٹھانا۔ بہتان کرنا۔ برس پڑنا۔ طعن و تشنیع الی
باتون کی بوچھار کرنا۔ پانی مین آگ لگانا۔ ایسی بات کرنا جو کسی سے نہو۔ گھڑون
پانی پڑنا۔ سخت شرمندہ ہونا۔ بعض شرابے گھڑے پانی سے پڑنا بھی استعمال کیا ہے۔
اسیر لکھنوی ع حضور چشم ترکس پر گھڑے پانی کے پڑتے ہین۔ پسینے پسینے ہونا۔ سخت
منفعل ہونا۔ چلو بھر پانی مین ڈوب مرنا۔ سخت شرمندہ ہونا۔
ناک بھون چڑھانا۔ آزردہ خاطر ہونا۔ سونے کی چڑیا۔ مالدار آدمی اور بیش
قیمت چیز۔ آنکھ کا پانی ڈھلجانا۔ بے شرم ہو جانا۔ چھکے چھوڑانا۔ بدحواس کر دینا۔
ناک چنے چبوانا۔ نہایت عاجز کرنا۔ طومار باندھنا۔ بہتان کرنا۔ بہت جھوٹ بولنا۔
اسکے بعد ۱۶۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مشیر قیصر مین میرا یہ دھواں دھار مضمون چھپا جسمین
آگ کے مناسب اکثر محاورات مستعمل ہوئے ہین۔

کبھی فلک کو پڑا دلجلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

اگرچہ یار ہا ہمارا قلم آتشین قدم دھواں دھار اعتراضون سے حضرت جلال کے بہت کچھ
دھوئین اوڑا چکا ہے مگر سچ پوچھیے تو ابھی تک دل کے پھپھولے نہین پھوٹے۔ آج وہ
مخلصانہ بیانیان ہوتی ہین کہ پانی مین آگ لگائے۔ ہائے انگارون پر لوٹین۔ مگر جلال دا

دیکھتے ہی آگ بگولا ہو جائیں گے۔

(۱) سرمایۂ زبان اردو ص۱۳۱ بعضے زیور مذکر یعنی جگنی کو جگنو بڑا و معروف بولتے ہیں پس مولف ہیچمدان کو بنابر محاورۂ فصحوا سے لکھنؤ کے اسکی صحت میں کلام ہے۔ البتہ جگنو کرمک شب تاب کے معنی پر صحیح ہے "جناب عالی جگنی۔ جگنو دونوں صحیح ہیں" بند ۹ سرکا دوپٹا شب کو جو گرون کے پاس سے ہو جگنو کی طرح یار کا جگنو چمک گیا ہو (۲) ص۱۴۲ چالیسوان اہل اسلام کے مردوں کا فاتحہ جو مرنے کے چالیس دن کے بعد ہوتا ہے ف چہلم اور گلشن فیض میں ارشاد ہوتا ہے فاتحہ مرد گان اہل اسلام باشد بعد چہل روز از مردن "چالیسوان کہیں تو تین چالیسوں روز ہوتا ہے۔ اور کہیں چالیس دن کے قبل۔ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت جلال کو کون ایسی شی دنیا ہاتھ آگئی ہے جہاں چالیسوان چالیس دن کے بعد ہوتا ہے (۳) تقید الشعرا ص۱۱ نقاب علی مختلف فیہ ہے۔ شعرائے متقدمین نے مذکر کہا ہے۔ شعرائے متاخرین نے علی الخصوص شیخ ناسخ اور تلامذہ شیخ ناسخ نے جہان فرمایا ہے مونث فرمایا ہے۔ چنانچہ تتبع کلام اساتذہ پر پوشیدہ نہیں۔ شیخ ناسخ سے دیکھا جو دوپہر کو جلال آفتاب کا ہو آیا دامن خیال کسی کے نقاب کا جناب من آپ نے جو نقات کی تانیث شیخ ناسخ کے اس شعر سے ثابت فرمائی وہ کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ اگر جلال یا جلال والے یا کوئی دوسرے صاحب اس شعر سے نقاب کی تانیث یا تذکیر ثابت فرمادیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اونکو ہزار روپے دونگا۔ جناب عالی بھلا غور تو کیجئے کہ (کسی کے نقاب) اتنے لفظوں سے نقاب کی تانیث کیونکر ثابت ہو سکتی ہے کی یا سے معروف پڑھئے تو مونث ہو جائے گا اور سے کے یا سے مجہول پڑھیے تو مذکر ٹھہرے گا۔ اور مزا تو یہ ہے کہ حضرت جلال کے رسالے میں اور دیوان شیخ ناسخ کے متداول نسخوں میں بھی اسکا املا یا سے مجہول ہی کی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور اگر بالفرض اوسمیں اور دیوان ناسخ میں یا سے معروف ہی کی طرح اسکا املا ہوتا تو بھی ہرگز اس شعر سے نقاب کی تانیث یا تذکیر ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ کاتبوں کو اتنی تمیز کہاں ہے کہ یا سے معروف و مجہول کے املا کا خیال رکھیں۔ حضرت جلال کی تالیفات ہی کو دیکھیے کہ سیکڑوں جگہ یا سے معروف و مجہول کا املا خلاف پایا جاتا ہے۔ اور اگر احیاناً کوئی کاتب تمیز دار بھی ہوا تو قافیہ کی چوک ایسی ہے کہ کہیں نہ کہیں خلاف ہو ہی جاتا ہے

مین نے آج تک کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جسمین یا سے معروف و مجہول کے ابلا
کا ہر جگہہ برتاو ہو۔

خدا کی قسم تانیث نقاب کی سند مین حضرت جلال سے وہ فاحش غلطی ہوئی ہے کہ
نہتہ یان سخن سے بھی ایسی چوک نہین ہوتی۔ اور اسی نقاب پر کیا موقوف ہے
بہت سے الفاظ کی تذکیر و تانیث کی سند مین حضرت جلال نے وہ ٹھوکرین کھائی
ہین کہ خدا کی پناہ۔

راقم۔ شوق نیموی۔

حضرات ناظرین۔ جب رسالہ مرقع تحقیق چھپا۔ خصوصاً جب سے اخبارون مین میرے
مضامین شائع ہونے لگے تو لکھنؤ مین ہوا بندھ گئی۔ ہر کسی کی زبان پر جلال لکھنوی
و شوق نیموی کا تذکرہ تھا۔ منشی احمد علی صاحب شوق جگدری مصنف نرالہ شوق
و اخبار آزاد لکھنؤ کے اوٹیٹر سے جب مین لکھنؤ مین تھا راہ چلتے ایک آدہ دفعہ
صاحب سلامت ہو گئی تھی۔ وہ اپنے ہم تخلص شوق نیموی کی یہ دھوم دھام دیکھ کر
میرے دوست بنکر اس معرکہ قیامت خیز مین شریک ہو گئے۔ اور آزاد مورخہ ۲۵
اکتوبر ۱۸۹۹ء مین یہ خط برشائع کی۔

حضرت جلال و حضرت نیموی

بعض جگہہ ہمارے دوست مولوی ظہیر احسن صاحب نیموی نے زیادتی پر کر کسی حضرت
جلال سے جگنی اور جگنو مین فرق بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس فرق کو اڑا کے
جگنی اور جگنو دونون کو حضرت جلال کی ضد مین صحیح کہہ دیا۔

حضرت جلال کے لغت مین اغلاط مین اسمین کچھہ شبہہ نہین ہے۔ ہم سے اور حضرت جلال
سے بارہا زبانی بات چیت ہوئی اور اونھون نے نہایت سچائی اور صفائی سے کہدیا کہ
مین نے تیس برس اودہر کی زبان لغت مین لکھی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بول
چال مین جو تغیر ہوا ہے اوسکی نسبت حضرت جلال کو دعوی نہین ہے۔ تاہم جگنی اور جگنو
کا فرق جو حضرت جلال نے لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ رند کے کلام سے حضرت نیموی جگنو
کی سند لائے ہین۔ اونکو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ رند کی کتنی مستند اساتذہ مین ہے یا
نہین ہے۔ جہان تک ہم واقف ہین۔ نہین ہے۔ رند کے یہان اغلاط بہت ہین گے

اب
اپنے کو
شوق
قدردانی
لکھا ہے
ہین ۱۲ فی
محمد عبد الرشید فرنگی
ابن شوق
نیموی ۱۲۶
اپریل ۱۹۳۵ء
۱۳ شعبان ۱۳۵۳ ہجری

یہی سبب ہے کہ آزاد کو پہلے کسی نے مستند مانا ہے اور نہ اب مستند مانتا ہے۔ ناسخ
تاسخ صبا۔ وزیر اسیران کے کلام کی سند ہو تو ٹھیک ہو۔ آج کل تو اسیر علی جان
ماہر یہ لوگ سند کے قابل موجود ہیں۔ مگر ان کے یہاں کہیں جگنی اور جگنو دونوں
ایک ہی معنی پر نہ ملیں گے۔ اس وقت دیوان ہمارے سامنے نہیں ہے۔ لیکن ہماری
یاد اگر خطا نہ کرتی ہو تو خواجہ وزیر کا مصرعہ ہے ع کہیں اڑ جائے نہ جگنی تری چنگاری
ہو کر۔ گو قافیے میں نہیں ہے مگر کتابت جگنی کی شہادت دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ملا ظہوری
نے زیور کے معنی میں قصداً جگنی بولے ہیں۔ اور کرک شب تاب کے معنی میں جگنو۔ اور
یوں ہی صحیح ہے۔ اس صورت میں حضرت نیر کی کا اعتراض جلال پر صحیح نہیں ہو سکتا
اور نہ یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ جگنی اور جگنو ایک ہی معنی پر دونوں صحیح ہیں۔
ہمکو امید ہے کہ ایسے صریحی اغلاط پر حضرت مشیر قیصر زوائد دے کے ہمارے نیوی دوست
کو اور ملک کو واقف کر دیا کریں اسلیے کہ ایسے مضامین سے فی الفقہ غلط بول چال کا
صحیح ہونا مقصود ہے نہ یہ کہ صحیح بول چال غلط ہو۔ حالانکہ موجودہ حالت کے ساتھ ہمکو کیا
کسی کو اس بات کی امید نہیں ہے کہ ہمارے دوست نیوی لکھنؤ کی زبان جانتے ہیں اور
اوسکی صحت کر سکتے ہیں۔ ہاں وہ علم میں جلال سے اچھے ہیں۔ اور صرف اسی رستے
پر رہیں تو اچھے رہیں۔
اب راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اڈیٹر آزاد نے اگرچہ دوستی کے پیرائے میں اسے
عنوان سے یہ مضمون لکھا ہے جس سے دیکھنے والوں کو بادی النظر میں غرور و دھوکا ہوا
ہوگا کہ جو کچھ لکھا ہے انصافاً لکھا ہے۔ مگر غور کرنے سے کاشف ذی الفہم پر روشن ہے
کہ جا بجا تعصب کو بہت کچھ دخل دیا ہے۔ اسی کو دیکھیے کہ اسی وجہ سے کہ اونکا بھی مخلص شوق
ہے ہمیں شوق کو شوق نہیں لکھا۔ حالانکہ سخن سنجان ہند میں میرے نام و القاب سے بہ مخلص کو
زیادہ تر شہرت ہے۔ اور جلال کے مقابلے میں شوق ہی مناسب تھا۔ بہرکیف ہمکو ہنوز اس
اختلاف کی خبر بھی نہ تھی کہ اڈیٹر مشیر قیصر لکھنؤ کی یہ تحریر بمورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء
آزاد کے جواب میں شائع ہوئی۔

جلال با کمال اور حضرت شوق

حضرت شوق صاحب اڈیٹر اخبار آزاد نے جلال با کمال اور حضرت شوق نیموی کی

علمی چھیڑ چھاڑ کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے جو ۲۵-اکتوبر کے آزاد مین چھپی ہے- اس رائے مین شوق صاحب شوق صاحب سے یہ اختلاف فرماتے ہین یعنی یہ کہ جگنو اور جگنی جو شوق نیموی نے دونو صحیح ثابت کیے ہین وہ فرماتے ہین کہ یہ غلط ہے زیور کے معنی مین جگنی ہی صحیح ہے اور رند کا شمار مستند اساتذہ مین نہین- اخیر مین فرماتے ہین کہ ہمکو امید ہے کہ حضرت مشیر قیصر خود نوٹ دے کے ہمارے نیموی دوست کو اور ملک کو واقف کردیا کرین" ہم اپنے معزز دوست اڈیٹر آزاد کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اڈیٹر مشیر قیصر آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ بلاشک بعض بعض باتون مین ہمارا اور حضرت شوق نیموی کا اختلاف ہوجاتا ہے مگر نہایت افسوس ہے کہ جگنی اور جگنو کے باب مین میری تحقیق اس پایہ کی نہین کہ مین اس سے اختلاف کرسکون بلکہ اتفاق ہی کرتے بنتی ہے- کیونکہ جہان تک راقم نے اس ہفتہ مین بھی لکھنو کے شرفا سے تحقیق کیا مجکو یہی معلوم ہوا کہ جگنو اور جگنی دونو بولتے ہین جگنو بڑی جگنی کو کہتے ہین اور جگنی چھوٹے جگنو کو- دہلی مین بھی جگنی جگنو دونون بولتے ہین مگر آپکی تحقیق کو بھی مین غلط نہین کہہ سکتا- غالبًا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ اور جلال فرماتے ہین ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے معزز ہمعصر ہمکو اس باب مین معذور سمجھین گے-

تحقیق مزید محلات کے لوگون کی زبانی معلوم ہوا کہ فی زمانا جگنی کو جگنو نہین بولتے- چھوٹی بڑی ہر قسم کی جگنی کو جگنی ہی کہتے ہین اور جگنو بجز کرمک شب تاب کے اونکی اصطلاح مین اور کسی چیز کو نہین کہتے- اسواسطے زیور معروف کے معنون مین جگنو بیگماتی زبان مین متروک ٹھہرا مگر مکرر تحقیق کیا گیا کہ عموماً شہر مین تو بھی بہت لوگ جگنو بولتے ہین انتہے-

عجب اتفاق کہ اسی پرچے مین میرے ایک شاگرد "بیڈ ہب" لقب کی طرف سے جنکا تخلص واصل ہے آزاد کے خلاف یہ مذاقانہ مضمون چھپا-

برہمی اے خوبرو اچھی نہین
یہ اولجھہ پڑنے کی خو اچھی نہین

ایک عرصے سے میان آزاد جگوری کو ہم دیکھ رہے ہین کہ خواہ مخواہ دل دکھانے کا آپ کو چسکا پڑگیا ہے- عمدہ رایون سے اختلاف کرنے کی عادت ہوگئی ہے- اوسپر طرہ یہ کہ مزاج یار کی طرح آپ متلون بھی ہین- طرفہ یہ کہ اگر کسی کتاب پر ریویو لکھنے بیٹھے تو وہ بے پر کی اوڑانے لگے کہ

تو پھبلی - ہمنے بارہا چاہا کہ اودھپنچ کرکے آپ کو سمجھا دین مگر اس مصرع نے ہمین روک رکھا ع کلام تلخ سے زیبد لب لعل شکر خارا - اس ہفتے کے مشیر قیصر مطبوعہ ۱۶ اکتوبر مین مولانا تپش اونکے بارے مین لکھتے ہین "انتہا کے نازک طبع بلکہ مزاج یار معلوم ہوتے ہین" یہ مضمون پڑھتے ہی ہم پھڑک اوٹھے - کیونکہ اسمین ایک خاص لطف ہے جو ہمارے مولانا تپش کو بھی معلوم نہو گا - سنیے میان آزاد صاحب اپریل ۱۸۸۹ء کے پیام یار مین فرماتے ہین ؎ کیا مرین ہم ہین ابھی کم سن حسین + کچھ دنون جینا پڑا انکے لیے - ہم ہین ابھی کمسن حسین - کی بھی ایک ہی کہی ع ہاتھہ لانا نگار کیا کہنا -

راقم - بیڈ ہب - از پٹنہ

اڈیٹر صاحب آزاد و مشیر قیصر مین یہ مضامین دیکھہ کر جامے سے باہر ہو گئے - بیڈ ہب کے مضمون کو تو بالکل کھا بدے - اور جگنو کے باب مین آزاد مورخہ ۸ - نومبر ۱۸۸۹ء مین یہ تحریر دھر گھسیٹی

جگنی اور جگنو

چوک ہمیشہ انسان سے ممکن ہے پھر اگر نیوی سے ہو تو کچھہ تعجب کی بات نہین - تحقیق مزید مین حضرت مشیر قیصر نے انصاف کو دخل دیا ہے اور محلات کی زبان مین زیور کو جگنی ہی تسلیم فرمایا ہے - وہ جہان تک فصحا کے دایرے مین جگنی اور جگنو کو پیش فرمائین گے زیور کے معنی مین جگنی اور کرک شب تاب کے معنی مین جگنو پائین گے - پھر وہ تحریر فرماتے ہین کہ عموماً بہت لوگ جگنو بھی بولتے ہین - اس موقع پر وہ خود انصاف فرمائین کہ عوام کی بول چال پر زبان کا اعتبار کہان تک صحیح ہے - شاید وہ خود اعتبار نہ فرمائین گے - اس لیے کہ بازارون مین قصبات اور دہات والون کے میل جول سے عام زبان صحیح نہین رہتی - اسی سبب سے ہمیشہ فصحا کی زبان پر اعتبار کیا جاتا ہے اور لکھنؤ کے فصحا اس سرے سے اوس سرے تک زیور کے معنی مین جگنی ہی کہتے ہین - جیسا حضرت جلال نے لکھا ہے - ہاتھہ کنگن کو آرسی کیا - اب چھان بنان ممکن ہے - البتہ قصبات اور دہات مین جگنو بولتے ہین - مگر انکی بول چال ٹکسال باہر سمجھی جاے -

آزاد مین تو یہ چھپا اور جو بیلی پیپر مورخہ ۱۶ - نومبر ۱۸۸۹ء مین ایک دوسرا مضمون سب دشتم آمیز نصرت علیخان نصرت لکھنوی کی طرف سے شایع ہوا - مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ مضمون

نصرت صاحب کا نہین ہے۔ کیونکہ جس کسی کو نہ جلال سے کچھ تعلق ہو اور نہ مجھسے کچھ رنجش ہو اوسکی زبان قلم سے ایسے مضامین سرزد ہونا جنمین گالیون کی بھرمار ہو نہایت مستبعد ہے۔ قرینہ ایسا کہتا ہے کہ اڈیٹر آزاد نے خود لکھکر نصرت کے حوالے کیا اور بیان نصرت نے نعت کا مضمون پاکے بے سوچے سمجھے اپنے نام سے جوبلی پیپر مین چھپوا دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہرکیف وہ مضمون یہ ہے۔

جلال اور شوق نیموی

شوق نیموی نے پھر وہی وحشت کی لی اور نیمی کی زبان پر آپ جلال سے پھر اوبجھے۔ کہتے ہین جگنو اور جگنی دونون ہم معنی ہین۔ چہ خوش آپ کو خبر بھی ہے کہ راے جمانے ہی کی ٹھہرادی۔ ایجناب گفتگو زبان لکھنؤ مین ہے۔ زبان نیمی ضلع پٹنہ مین نہین ہے۔ جلال نے جگنو بمعنی پرندہ کرمک شب تاب۔ اور جگنی بمعنی زیور تحریر کیا تو صحیح اور بہت صحیح ہے فصحاے شہر لکھنؤ اسے یون ہی کہتے ہین۔ البتہ گنواری زبان نیمی کی چاہے جو ہو۔ میان نیموی سیدھے سیدھے چلے جائین تو چلے جائین مگر اونکو اس جنون لاطائل نے کیون گھیرا ہے کہ وہ زبان لکھنؤ پر جلال سے بحث کرتے ہین۔ حالانکہ جلال لکھنوی اور وہ نیموی ہین۔ نیموی صاحب کو شاید یہ جائے نازش ہے کہ وہ چند دنون بغل مین کتاب دبا کے فرنگی محل مین پڑھے ہین۔ یہ مشکل تو زبان دانی کی نہین ہے۔ اور پھر کتنے دنون لکھنؤ مین قیام پذیر رہے وہ خود ہی کہین۔ واقعی وہ اسقدر کم عرصے تک صرف بشکل طالب علمی رہے ہین کہ لکھنؤ کی معمولی بول چال سے بھی نابلد رہے نہ کہ زبان فصیح پھر اونکا یہ کہنا کہ جگنو اور جگنی بمعنی واحد ہین۔ کوئی جاے تعجب نہین ہے مشیر قیصر جو نیموی کی تتبع پر ہے وہ بیفایدہ اپنے آپ کو نہوآتا ہے۔ وہ طرفدار بھی کیسا ہے۔ ایک نیمی کے باشندے کا۔ اور کس بحث مین زبان لکھنؤ کی بحث مین۔ اور پھر کسکے مقابلے مین جناب جلال کے مقابلے مین فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مشیر قیصر نے اخبار مورخہ ۳۔ اکتوبر مین حق کو تسلیم کرنے کا کچھ ارادہ کیا اور اس قدر تسلیم بھی کر لیا کہ محاورات لکھنؤ کی زبانون پر جگنی ہی بمعنی زیور ہے۔ مگر اسکے ساتھ اپنی معمولی عادت کے موافق یہ بھی لکھدیا کہ عموماً لوگ جگنو بھی بولتے ہین۔ عموماً مین اگر آپ سے لوگ بولتے ہین یا اور بازاری عوام بولتے ہین تو ہمکو کچھ بحث نہین ہے۔ ہمتو فصحاے شہر کی جانب توجہ کو محدود

قرار دیتے ہین جنکی گفتگو گویا زر سخن کے واسطے معیار ہے۔ مین حضرت جلال یا نیموی انمین سے کسی کا جنبہ نہین کرتا بلکہ حق بات کہتا ہون اور وہ یہ کہ نیموی جو زبان لکھنؤ سے ناواقف محض اور کوچہ زباندانی سے نابلد ہین اون کو اس فضول نویسی سے کہ جگنو اور جگنی دونون ہم معنے ہین سوائے لغو سمجھنے کے اور کوئی کیا خیال کرسکتا ہے مثال بھی کسکی پیش کی تھی رند کی جنکی سند آجتک کسی نے نہین تسلیم کی۔ بہت دفاتر موجود ہین کسی کتاب مین کسی فہمیدہ شخص کے قلم سے کوئی شعر رند بطور سند کے نیموی دکھادین تو مین جانون۔ حق یہ ہے۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے ایک زمانہ دراز تک لکھنؤ کی خاک چھانے تب شاید نیموی کچھ بول سکتے۔ ابھی وہ نیمی ہی کی جنگلی ہانک بولتے ہین۔ حضرت مشیر قصیر کچھ اون سے دو ہاتھ اونچے جاتے ہین حضرت آزاد بھی شدت کے نافہم ہین جو مشیر قصیر کو اس امر کا مشورہ دیتے ہین کہ جہان نیموی سے چوک ہو وہ تصحیح کردیا کرین جب مشیر قصیر کو خود بھی معلوم ہو کہ صحیح کیا اور غلط کیا ہے۔ راقم یعقوب علیخان قصر

ان پرچون کا جواب باصواب میرے ایک شاگرد کی طرف سے مشیر قصیر مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۸۸۹ء مین اس طرح چھپا۔

رند کی توثیق اور جگنو کی سند

عجیب تماشا ہے کہ جو صاحب حضرت جلال باکمال کے ہمدرد ہو کے سر میدان تشریف لاتے ہین اونکی اچھی طرح مرمت ہو جاتی ہے۔ جگنو یعنی زیور مخصوص کے باب مین حضرت جلال کی تغلیط تو کچھ تعجبات سے نہین۔ کیونکہ چشم بد دور صحیح الفاظ کو غلط کہدینا اونکا تکیہ کلام ہے۔ مگر سخت تعجب تو ہمین اپنے پرانے دوست حضرت جگوری سے ہے کہ حضرت جلال کی طرح جلال مین آکے ۲۵۔ اکتوبر کے پرچہ آزاد مین آپ نے بھی جگنو کو ان معنون مین غلط فرمادیا ع وزیر چنین شہریارے چنان۔ اور طرفہ یہ ہے کہ مولانا شوق جگنو کی سند مین جو رند مرحوم کا شعر لائے ہین آپ نے اسکے جواب مین بیچارے رند کے گلے پر چھری پھیر دی کہ اونکو غیر مستند شاعر بنادیا۔ پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ رند کو نا واقفین نام کیون رکھتے ہین۔ اسکو یون سمجھیے کہ امیٹھوی ہونے کے سبب سے حضرت اسیر پر بھی اونکے معاصرین منہ آیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ تو دہاتی ہین یہ کیا اور اونکا کلام کیا۔ اسی طرح رند کے معاصرین کہا کرتے تھے کہ اونکا مولد و منشا تو فیض آباد لکھنؤ مین بود و باش کرنے سے قابل اعتبار نہین ہوسکتے۔ حالانکہ انصاف پسندون نے

یہ تعصب آمیز باتین ہرگز پسند نہ کین اور اسیر و رند وغیرہ کو مستند مان لیا۔ چنانچہ خود حضرت جلال نے انکو مستند مان لیا ہے کہ جا بجا انکی سندین لائے ہین چنانچہ "جنم" کی تذکیر کی سند رند ہی کے شعر سے دی ہے۔ پس حواریان جلال کو کچھ جائے گفتگو باقی نہی۔ جب حضرت رند مرحوم کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو جگنو کے باب مین اونکا یہ شعر ضرور قابل استناد ٹھہریگا ؎ سرکا دوپٹہ شب کو جو گردن کے پاس سے — جگنو کی طرح یار کا جگنو چمک گیا۔ رہی یہ بات کہ رند کے سوا اور شعرانے بھی استعمال کیا ہے یا نہین۔ تو ہم بہ آواز بلند کہتے ہین کہ استعمال کیا ہے اور ضرور استعمال کیا ہے۔ اور دیوانون کو جانے دو۔ ہمنے دیوان اقتون اس خیال سے اوٹھایا کہ ہمارے حضرت جگوری اسیر یہ ہین اور اس دیوان کے مصنف جناب آغا حیدر صاحب تخلص بہ اقتون جناب اسیر کے شاگرد ہین۔ اور یہ دیوان حال کا ہے۔ اگر اسمین سند ملجائے تو ہم اپنے پرانے دوست کی اچھی طرح خاطر مدارات کرین۔ خدا کی شان دیکھیے کہ فدا سی اولٹ پلٹ مین یہ شعر نکل آیا ؎ شب کو یاد آئے اگر اوسکے گلے کا جگنو — جو ستارہ ہے مری آہ کا جگنو ہو جائے۔ اب ہم اپنے دوست سے پوچھتے ہین کہ کہیے کیسی کہی۔ اور کیسی زبانہ انی کی قلعی کھلی۔ اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ حضرت جگوری آج کل لکھنؤ ہی مین ہین اور پھر بھی انکار کرتے ہین۔ حالانکہ ۳۰۔ اکتوبر کے مشیر قیصر مین حضرت متین تحریر فرماتے ہین کہ "جہان تک راقم نے اس ہفتے مین بھی لکھنؤ کے شرفا سے تحقیق کیا مجکو یہی معلوم ہوا کہ جگنو اور جگنی دونون بولتے ہین" پہلے ہم حضرت مشیر کی اس تحقیق کا بہت شکریہ ادا کرکے کہتے ہین کہ اگر بالفرض آج کل کے اہل لکھنؤ اپنی لاعلمی بیان کرتے تو بھی مولانا شوق کے کچھ خلاف نہ تھا کیونکہ بہت سے الفاظ ایسے مستعمل شعرا ہین کہ وہ عام طور پر نہین بولے جاتے۔ اسکے علاوہ اگر یہ لفظ بالفرض شعرائے حال کا متروک الاستعمال بھی ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ کیونکہ صحت و عدم صحت مین بحث ہے نہ متروک و غیر متروک مین۔ اور اگر یہ کہیے کہ بقول حضرت مشیر بیگماتی زبان مین اسکا متروک ہونا ثابت ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت مشیر کو دو چار محلون مین دریافت کرنے سے یہی معلوم ہوا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ اونکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہان کی کل بیگمات کی زبان دریافت کرتے۔ اسکے علاوہ یہ کام کچھ آسان نہین۔ جس قدر اونھون نے تحقیق کی وہی قابل قدر ہے۔ بہرکیف اگرچہ ہم لکھنؤ سے اسوقت کوسون دور ہین مگر ہمکو یقیناً معلوم ہے کہ ہنوز وہان کی اکثر بیگمات جگنو بھی زیور مخصوص کے معنون مین بولا کرتی ہین

حضرت جگوری یعنی شوق قدوائی ۱۲ محمد حیدر رشید فوٹانی ابن شوق نیموی ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء و سنہ ۱۳۴۳ ہجری

جسکو شک ہو وہان خوب اچھی طرح دریافت کرے۔ بہرکیف بیگماتی زبان مین مستعمل ہونا متروک اس لفظ کی صحت مین کچھ کلام نہین اور حضرت جلال کی تغلیط محض غلط ہے۔ اور مولانا شوق نیموی کی یہ تحریر کہ جگنی جگنو دونون صحیح ہین پتھر کی لکیر ہے کہ کسی کے مٹائے مٹ نہین سکتی۔

اب ہم ناظرین باذاق سے عرض کرتے ہین کہ حضرت جگر نے جگنو کو ناپسند اور جگنی کو پسند کیون فرمایا۔ آپکا یہ شعر ؎ کیا مرین ہم ہین ابھی کم سن حسین پر کچھ دلون جینا پڑا انکے لیے مشیر قصیر مین یارون کا زیر مشق تو ہو ہی رہا ہے ادھر مشیر کی تحریر یہ کہہ رہی ہے کہ اکثر لوگ بڑی جگنی کو جگنو اور چھوٹی کو جگنی کہتے ہین۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کمسن کو چھوٹی جگنی مناسب ہے۔ اب تمہارے ایک دوست اور بھی پھڑک اوٹھین گے اور بار بار یہی فرمائین گے ع یہ حسین ملجا مین دو دل کے لیے۔ اور حضرت جلال بہادر یہ کہہ کہہ کے اوبھاریگے۔ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نہ پوشید۔

راقم واصل عظیم آبادی

اور اڈیٹر مشیر قصیر نے اپنا یہ حاشیہ چھاپا کہ اس ہفتے مین ہمنے کئی معزز رئیسون کے علاوہ پانچ نامی بیگمون سے اونکے محلون مین معتمد عورتین بھیجکر دریافت کیا تو اونھون نے فرمایا کہ ہم لوگ جگنو بولتے ہین۔ مگر صرف ایک بیگم صاحبہ نے جو واجد علی شاہ کا محل ہین جگنی فرمایا۔ اس سے جگنی جگنو دونون کا صحیح ہونا اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ جلال کی تحقیق ناقص ثابت ہوئی۔ حضرت آزاد اپنی تغلیط واپس لین۔ مشیر

اسکے بعد مشیر قصیر مطبوعہ ۴ دسمبر ۱۹۰۹ء مین بیان واصل کا یہ مضمون چھپا۔

جگنو کی فتح

چل کے اب عرض کرو حضرتِ آتش سے رند معرکہ آپ کا یہ طفلِ دبستان جیتا

مولانا شوق نیموی نے جو زیور خاص کے معنون مین جگنی اور جگنو دونون کو صحیح فرمایا تھا اور حضرت جلال کے خیال کی تغلیط کی تھی تو ہمارے پرانے دوست حضرت آزاد بھی ؎ تاکہ مشہور ہون ہزارون مین ہم بھی ہین پانچون ہی سوارون مین۔ اس معرکے مین خم ٹھوک کر کود پڑے۔ اور خاصے زباندان بلکہ اہل زبان بن بیٹھے۔ پھر تو کچھ نہ پوچھیے کبھی تو یہ دھر گھسیٹا (لکھنؤ موجودہ زیور کے معنی مین فصحا جگنی بولتے ہین اور کرمک شب تاب کے معنی مین جگنو اور یون ہی صحیح ہے) اور کبھی یہ لکھا (لکھنؤ کے فصحا اس سرے سے اوس سرے تک زیور کے معنی مین جگنی ہی

کہتے ہین جیسا کہ حضرت جلال نے لکھا ہے) اور سپر طرہ یہ کہ یہ بھی فرما دیا (آج حکیم امیر علی میان - ماہر - یہ لوگ سند کے قابل موجود ہین مگر ان کے یہان کہین جگنی اور جگنو دونون ایک ہی معنی پر نہ ملین گے) ابی حضرت ایسی دھمکیان اپنے لالہ چرنجی لال ہی کو دیا کیجیے - یار لوگ معلومات جناب سے خوب واقف ہین بہر کیف جگنو کے باب مین جو کچھ ہم پہلے لکھ چکے ہین وہی کافی ہے مگر ایک دوسری طرح سے آپ کی خبر لیتے ہین - اب سنبھل جائیے آپ جناب ماہر کو مستند مان چکے ہین ذرا خط ذیل ملاحظہ فرمائیے -

خط جناب ماہر لکھنوی بنام جناب شوق نیموی

مجمع الفضائل دام لطفہ بعد سلام مسنون کے التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ پہونچا - مطالب مندرجہ معلوم ہوے - شعرائے لکھنو نے جگنو اور جگنی دونون صورتون سے اس لفظ کو نظم کیا ہے میری رائے مین بھی استعمال لفظ مذکور کا دونون طور سے صحیح ہے - موافق آپ کے لکھنے کے بعوز معائنہ عنایت نامہ دو شعر نظم کیے ہین اونھین لکھتا ہون -

کبھی آیا نہ چمکتا ہوا آنکھون کو نظر — بخت کا میرے ستارہ ہے کہ جگنو تیرا
ہلال طوق کا اوس مہ جبین کے پرتو ہے — سہیل عکس ہے اوسکے گلے کی جگنی کا

آئندہ اپنی تصنیفات کے ارسال سے سرور فرمایا کیجیے فقط

۱۳۰۷ھ

حررہ السید مہدی حسین ماہر عفی عنہ - ۲۱ - ربیع الاول

لکھنؤ - محلہ پاٹا نالہ

اب فرمایئے میان آزاد صاحب آپ کی وہ لسانیان کدھر گئین اور اس سرے سے اس سرے تک " والا دعوی کیا ہوا کیسے کھیت کسکے ہاتھ رہا اور کانگ کا ٹیکا کسکو لگا - لکھنؤ کا رہنا آپ کو کچھ کام نہ آیا اور آخر ہمنے گھر بیٹھے بھگا دیا - اسوقت تو ہمین چلو بھر پانی والی مثل یاد آتی ہے - آپ اکثر لوگون کو دبایا کرتے تھے - مگر اب عمر بھر یاد رہیگا کہ مسیر قیصر کے کسی نامہ نگار سے کام پڑا تھا خیر گزشت آنچہ گزشت - اب اسی مین خیر ہے کہ اپنے پرچے مین اپنی غلطی کی مقر ہوکے صاف صاف جگنو کی صحت کا اقرار کیجیے +

راقم - واصل عظیم آبادی

اور ۱۱ - دسمبر ۱۸۸۹ء کے مشیر قیصر مین میان بیڈھب کا یہ مضمون چھپا -

قیس و فرہاد گئے اب مری باری آئی

کہان ہین مدحیان زبان جو زیور کے معنون مین جگنو کو غلط بتاتے تھے۔ یہ تو بہت کچھ سندین لکھی جا چکی ہین۔ اور مولانا شوق کی طرف سے سیکڑون اسناد پیش ہو سکتے ہین۔ مگر مین نے جو عرقریزی کی ہے اوسکو ملاحظہ فرماین۔ والی رامپور خلد آشیان مرحوم ؎

کھا لین گے شب وصل رکاوٹ کی اداپر ٭ ہیرے کی کنی وہ جو ہے جگنو مین تمہارے ٭

نہین نہین مجھے چوک ہوئی کہ نواب رامپور کی سند پیش کی۔ ممکن ہے کہ اونھون نے رامپوری زبان استعمال کی ہو۔ اور حضرت امیر لکھنوی اونکے استاد سے یہ غلطی ہوئی کہ اونھون نے اسکو درست نہین کیا۔ خیر اسکو جانے دیجیے۔ جناب خورشید لکھنوی ؎

ملا تھا جو اکدن وہ گلرو گلے سے ٭ چلی آتی ہے پھولون کی بو گلے سے ٭ اوٹھاون مین

آنکھون کا تارا سمجھکر اوتارے جو وہ ماہ جگنو گلے سے ٭ جناب شبیر علی خانصاحب رسا لکھنوی

؎ عاشقون کے بخت کا اختر بھلا کوئی تو ہو۔ گر گلے مین آپکے جگنو نہین جگنی تو ہو۔

کہان ہین میان آزاد صاحب جو بڑے دعوے کے ساتھ جگنو کو غلط فرماتے تھے وہ ملاحظہ فرمائین کہ سب بلا کے کتنی سندین ہوئین۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ لوگ کچھ سخن سے اسقدر نابلد ہین کہ باوجودیکہ سلامتی سے آج کل لکھنو ہی مین ہین۔ پھر بھی انکو معلوم نہین کہ جگنو بھی صحیح ہے۔ استغفراللہ جہالت کا یہ زمانہ آگیا کہ ناواقفان لکھنو تو صحیح لفظون کا خون کرین اور یار لوگ اوسکی تصحیح مین خون جگر کھائین۔ المختصر جو لوگ جگنو کے منکر تھے اونکی شیخی کرکری ہوگئی اور زباندانی کی قلعی کھل گئی۔ اب اونھین کسی کو شرم سے منہ نہ دکھانا چاہیے ٭

راقم۔ بیدار سب۔ از پٹنہ

اور اس مضمون کے ذیل مین اڈیٹر مشیر قیصر نے یہ تحریر لکھی۔

مشیر۔ اخیر کے شعر سے علاوہ جگنو کی سند کے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ بعض اہل لکھنو کا بیان جو ہم نے مشیر قیصر مطبوعہ ۳۰۔۱۰ اکتوبر مین قلمبند کیا تھا کہ بعض کے نزدیک جگنو بڑی جگنی کو کہتے ہین اور جگنی چھوٹی جگنی کو۔ اخیر کے شعر سے وہ مدعا ثابت ہے ورنہ ایک مصرع مین "جگنو نہین جگنی تو ہو" کے کیا معنی ہونگے۔ الحمدللہ کہ یہ بحث بحسن و خوبی انجام کو پہونچی۔ انتہے۔

اور ۸ - جنوری ۱۸۷۹ء کے مشیر قیصر میں پھر یہان بیڈ پب کا یہ مضمون چھپا جسمین مثنوی ترانہ شوق مصنفہ اڈیٹر آزاد کی کچھ خبر لیگئی ہے -

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

حضرت تپش نے اپنے نازک مزاج دوست کی سفارش لکھی ہے اپنے اشہب قلم کی باگ روک لی - مگر جب وہ نہین مانتے اور خواہ مخواہ اول بجھتے ہین تو کیونکر بدلہ نہ لون - دیکھو آج پھر قلم اٹھاتا ہون اور اڈیٹر آزاد کی مثنوی کی کچھ خبر لیتا ہون - حضرت مشیر معاف فرمائین اور ناظرین قہقہے لگائین -

؎ برق ابر سیاہ کہیے + کالے پانی کی راہ کہیے - آپ نے یہ سیدھی مانگ کی تعریف لکھی ہے مگر تماشا تو یہ ہے کہ برق جب چمکتی ہے تو اسمین پیچ و خم ضرور نظر آتے ہین -

؎ اونگلی جو لبون کے درمیان ہے + ما بین دو لب الف عیان ہے - یہ اور ہی شگوفہ ہے کہ شاہزادی کی تصویر جس وقت کھینچی جاتی تھی اوسوقت وہ دانتون کے نیچے انگلی دبائے تھی - ورنہ لبون کے درمیان اونگلی یعنی چہ -

؎ رخسارے حباب مثنہ ہے چشما + مجملی ہے زبان گفتگو کیا - آپ کو واللہ ذرا دیکھیے تو کہ حباب کیا ہین اوس چشمے کے لیے پہاڑ ہین کہ کبھی نہ سما سکین اور شاید اوسکے گال پھولے ہوئے تھے کہ بلبلے قرار دیے گئے -

؎ تو رخ ہے ملک فرنگ گویا + مثنہ قلعہ ہے ہر خبگ گویا - اہو ہو دمامہ توپ بھی نہین بلکہ قلعہ تھا شاید اس مشہور شعر کا جواب ارشاد ہوا ہے ؎ ای موٹے میان وصف تری موٹی کمر کا + بھینسے کی کمر پر قلم تجھ سے لکھون گا +

؎ اب قابل صاد سنیے باتین + سینہ تو ہے لوح یہ دواتین - چھاتیون کی تعریف مین جو یہ شعر ارشاد ہوا ہے بیشک قابل صاد ہے ایک صاد بھی نہین بلکہ دو دو صاد کیونکہ طفل دبستان تک جانتے ہین کہ ہر لوح کے لیے دو دو دواتین ضرور ہوا کرتی ہین -

؎ قلعہ ہے شکم تو در ہے وہ ناف + یا بحر شکم تو در ہے وہ ناف - یہ دوسرا قلعہ ہے جسکا پھاٹک بھی اعجوبۂ روزگار ہے - ان انکے خیالات کے کیا کہنے - آخر آجکل آپ گولا گنج مین

Scanned by CamScanner

رہتے ہین نا۔

سہ تعریف سُخن مین عقل گم ہے ۔ خاطر کو گران شانِ نم ہے ۔ بیکش یون مست
گفتگو ہین میخانے مین تقریبی سبو ہین ۔ سُخن تو تقریبی سبو ٹھہرے مگر یہ میری سمجھہ مین نہین
آتا کہ میخانہ کسکو تصور کیا ہے ۔ کہین پیخانے کو تو نہین تجویز فرمایا ہے ۔ اب خیال فرمایئے کہ
دو دو رقون مین اتنے شگوفے چھوڑے گئے ہین ابھی تو ساری ثنوی پڑی ہے ۔

یاد رکھو کہ مین وہ موم کی ناک پوربی نہین کہ خواہ مخواہ ہلدا تحفان فن کے آگے سر جھکا
کرون ۔ یہ لوگ جب سزا دلوائین گے منہ کی کھائین گے ۔ اب مین حضرت مشیر کی خاطر
سے کچھ دنون کے لیے پھر آشہبِ قلم کی باگ روکتا ہون ۔ آئندہ دیکھا جاے گا ۔ جو کچھ ہو
مگر با کمال صاحب کا یہ جملہ بھی " اے مردان کجوشید تا جامۂ زمان نپوشید " غضب کا
پُر اثر تھا کہ حمایتون نے جان تک لڑا دی اور واہ رے مین کہ بال تک بھی بیکا نہ ہوا ۔

راقم ۔ بیدؔ ہب ۔ از پٹنہ ۔

اسکے بعد مشیر قیصر مطبوعہ ۱۲ ۔ مارچ ۱۹۰۹ء مین میرا یہ آخری مضمون چھپا ۔

کوسون جلال والون کو مینے بھگا دیا
اس معرکے مین فتح کا ڈنکا بجا دیا

حضرت جلال لکھنوی کے باب مین اگر انصاف سے دیکھیے تو کبھی مجھے زیادتی نہین ہوئی
تالیف و تصنیف کا وہ نازک معاملہ ہے کہ اُستاد اور شاگرد مین بھی کہین نہ کہین اختلاف
ہو ہی جاتا ہے ۔ ازاحۃ الاغلاط مین اگر ضیا اونکی تنقیح اللغات کی رد بعض جگہہ
ہو جاتی تھی تو انکو مجھے بگڑنا نہ تھا ۔ مگر وہ اپنے زعم مین کسی کو کچھہ سمجھتے ہی کیا تھے ۔
ذرا نہ سوچے کہ اسکا مآل کیا ہے اور آناً پ شتاب ردّ تردید دھر ہیٹی جسکا جواب باصواب
رسالہ سُرمۂ تحقیق لکھا گیا ۔ اور جواب شبہات کے علاوہ بہت سے جدید تعقبات کیے گئے
جب اُسکا جواب نہ ہو سکا تو بول بالا رہنے کو جعلی مراسلے مین سخت لفظون کے ساتھہ
میری طرف سے معذرت چھاپ دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مین نے پھر آشہبِ قلم کو جولان کیا اور
اوس مراسلہ کا جعلی ہونا ثابت کر کے بہتیرے اغلاط مدلل طور پر ثابت کر دیئے ۔ اونکی تائید
مین جہان کسی نے سر اوٹھایا منہ کی کھائی ۔ لینے کے دینے پڑ گئے ۔ حضرت جلال تو بے

میرے حق مین جو چاہین کہین مگر دل سے ضرور لوہا مان گئے - یہ کیا کم ہے کہ کہان تو آپکا یہ ادعا تھا کہ مجال نہین کہ میری تالیفات مین سے کوئی غلطی نکالے اور کہان اب یہ قول ہے کہ مین انسان ہون آخر انسان سے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے - افسوس اونھین یہ بات اب سوجھی ورنہ یہ نوبت نہ آتی - بہرکیف اب جلال والے ٹھنڈے ہو گئے لہذا آج سے مین اپنے اشہب قلم کی باگ روکتا ہون - چونکہ میری تحریرات سے ایک عالم حضرت جلال سے بدعقیدہ ہو گیا ہے اور تالیف و تصنیف مین اونھون نے جو خون جگر کھایا ہے اوسکی بیقدری ہو رہی ہے مین اسکو پسند نہین کرتا کہ انصاف کا خون ہو اور اونکا دل بالکل ٹوٹ جائے - بخواے ع عیب جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو - صاف صاف کہے دیتا ہون کہ حضرت جلال کی تالیفات سے اگر کوڑا کرکٹ دور کر دیے جائین تو جواہرات سے تولنے کے قابل ہو جائین - مجھے تعجب ہے کہ بعض جگہہ حضرت جلال نے کچھ ایسی لغزش کھائی ہے کہ بیان سے باہر ہے - غالبًا انانیت کی وجہ سے یہ خرابیان پیدا ہوئین ورنہ حضرت جلال کی شان سے اس قسم کے اغلاط محض بعید ہین المختصر اونکی تالیفات گو اغلاط سے پاک نہین مگر پھر بھی نہایت مفید و قابل قدر ہین - اور مین یہ نہین کہتا کہ مجھسے کہین غلطی نہین ہوئی - بیشک بعض تالیفات مین بمقتضاے بشریت چوک ہو گئی ہے جو طبع ثانی کے زمانے مین انشاء اللہ تعالیٰ درست کر دیجائیگی *

راقم - محمد ظہیر احسن شوق نیموی -

اب مین اللہ کا شکر ادا کرتا ہون کہ ہر معرکے مین مجھے کامیاب رکھا - اور روز افزون ترقی عطا فرمائی - زباندانی کے باب مین اس سے بڑھ کے کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ اساتذہ لکھنؤ و کملاے فن تک مانتے ہین - چنانچہ رسالہ تنقیحیہ جو بجواب اعتراضات شحنۂ ہند ارباب لکھنؤ نے شایع کیا ہے اوسکے صفحہ ۸ - مین لکھا ہے کہ جناب شوق نیموی عظیم آبادی جنکی لیاقت اس فن مین اور استعداد دوست نظر آج اظہر من الشمس ہے اونھون نے ایک ریویو[1] انتخاب پر لکھا ہے جسمین کچھ اشعار بھی انتخاب سے منتخب کیے ہین اور جان انتخاب اوسکا نام رکھا ہے اوسمین یہ شعر بھی جناب بسمل[2] کا منتخب کیا ہے اگر عیب ہوتا تو ایسا کامل کبھی اسے جان انتخاب مین درج نہ کرتا - اس شعر کا رتبہ اس سے ظاہر ہے " اور صفحہ ۲۷ - مین جناب فاخر کے اس شعر

[1] یہ ریویو اخبار دار السلطنت کلکتہ مین چھپا ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی سے سن پایا جب سے یہ بھی تری جلوہ گاہ ہے ۔ ہوتی ہے روح قرط طرب سے نثار دل ہوتا

کی نسبت سے آندھی جو آج آئی ہے کہنے کی سمت سے + پھیلا ہے اُٹھ کے کیا یہ کسی کا
غبارِ دل ؛ لکھا ہے" اس شعر کو بھی حضرت شوق نیموی نے جان انتخاب مین درج کیا ہے
یہ وہ شخص ہے اور ایسا بلند اسکا پایہ ہے کہ ملکِ سخن مین اسکے جھنڈے گڑے ہوئے ہین
اگر کوئی دلیل اور کوئی نظیر بھی نہ بجاتی اور صرف اس شخص کا انتخاب مین سے انتخاب کرنا
ہی پیش کیا جاتا تو کافی ووافی تھا۔ کاملین و ماہرین فن اس شخص کے مرتبے کو بہت کچھ
سمجھتے ہین۔ افسوس کی بات ہے کہ جس شعر کو اتنا بڑا محقق جان انتخاب مین درج کرے
اوسپر حضرت میر ٹھی اعتراض کرین" حال مین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کو
مین نے ایک نیاز نامہ مثنوی سوز و گداز کی تاریخ کے لیئے حیدر آباد لکھا تھا اور اپنی ایک
غزل بھی بھیجی تھی۔ جناب ممدوح نے یہ عنایت نامہ مع قطعہ تاریخ ارسال فرمایا۔
اریکہ آرائے بزم کمال محقق بیمثال دام عنایتکم۔ مین چھ مہینے تک ہمرکاب حضور بندگانعالی
کے سفر مین رہا۔ اسی دورے مین آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ سواری مبارک بلدہ واپس
آئی۔ شیر کے شکار سے نجات پائی تو شعر کی طرف توجہ ہوئی حسب ارشاد قطعہ تاریخ حاضر
اسکی رسید سے مطلع فرمایئے۔ غزل دیکھ کر کیا دل خوش ہوا ہے۔ اچھون کی سبھی باتین
اچھی ہوتی ہین ہمیشہ کارلائقہ سے مع کلام تازہ کے مسرور فرماتے رہیے فقط
آپ مین پھر اپنی شاعری کا کچھ حال لکھتا ہون جو فوائد سے خالی نہین۔ مجھکو

سلہ اردو بلکہ فارسی مین بھی اکثر فصحا بعض مقام مین قواعد عربیہ کا قصداً لحاظ نہین رکھتے
اور جابجا ایسے الفاظ و تراکیب استعمال کر جاتے ہین کہ جو لوگ محض ملا ہوتے ہین وہ دیکھکر غلط بتانے لگتے ہین
جیسے غفور کی صفت الرحیم مع اللام یعنی غفور الرحیم۔ اور بحالت رفع ابوحنیفہ کے عوض ابی حنیفہ اور بحالت جر ابی حنیفہ
کے بدلے ابو حنیفہ۔ مکان کی جمع مکانات حال کی جمع حالات۔ اسی طرح اکثر ایسے الفاظ جو مونث نہین انکی
صفت کے ساتھ ہے بڑھا دیا کرتے ہین جسکو ہائے استحسانی کہنا چاہیئے۔ جیسے گناہ کبیرہ وغیرہ۔ مین نے ایک مقام مین
عبارت لکھی تھی کہ "تخصیص غیر مرضیہ و تاویلات رکیکہ" ظاہر ہے کہ اگر غیر مرضیہ کے عوض یہان غیر مرضی استعمال کیا جائے
تو برا معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعض ارباب علم اسپر معترض ہوئے کہ تخصیص کی صفت مونث کیسی مین نے اونکو لکھا کہ یہان ہائے
استحسانی ہے نہ ہائے تانیث۔ چونکہ اسوقت کوئی سند موجود نہ تھی غالباً اونکی تشفی نہوئی۔ اب فصیح الملک حضرت داغ کا خط
میرے قول کا شاہد ہے۔ کیونکہ "کارلائقہ" مین وہی ترکیب موجود ہے۔ اور حضرت تسلیم لکھنوی نے بھی مثنوی
دل و جان مین یہ شعر نظم فرمایا ہے ؎ تاریخ مقررہ مین ٹھہرا + جانا سوے کشور تمنا ۱۲ منہ

جس طرح بتذل مضامین سے بچنے کی مانے سے فرصت رہی اوسی طرح متروکات کے باب مین ہمیشہ ایک کدر رہی جو لفظ بڑا معلوم ہوا ترک کیا اور جو لفظ میرے مذاق مین بُرا نہ ٹھہرا رہنے دیا۔ کہین تقلید شعرائے کام لیا۔ اور کہین اجتہاد کو دخل دیا۔ اکثر الفاظ تو ایسے ترک کیے جنکو آجکل کے اکثر یا بعض شعرائے لکھنو نے ترک کیا ہے۔ اور بعض لفظ ایسے بھی مین نے ترک کیے کہ جمہور شعرا استعمال کرتے ہین۔ اور مجھے علم نہین کہ آیا کسی نے اسکو ترک بھی کیا ہے مگر مجھے خود بُرے معلوم ہوئے۔ اور بعض الفاظ ایسے بھی ہین کہ بعض شعرائے حال نے ترک کیے ہین مگر اس خیال سے کہ ان کے ترک سے زبان کا فراخ نظم کی روانگی۔ بیان کی وسعت جاتی رہتی ہے مین اونکو استعمال کرتا ہون۔ غرض کہ تینون طرح کے متروکات ٹھہرے اونکو علیحدہ علیحدہ جدولون مین لکھے دیتا ہون۔

متروکاتِ مولف و دیگر شعرا

		کیفیت
آپہی	آپ ہی	یعنی آپہی بہاے مخلوط متروک ہے ۱۲
آخرش	آخر	آخرش ذوق دہلوی و سرور لکھنوی کے کلام مین جا بجا موجود ہے۔ چونکہ بعضے فصحا حال اعتماد کلی رکھتے ہین۔ مین بھی استعمال نہین کرتا مگر میرے نزدیک اردو مین یہ لفظ کچھ بُرا نہین۔ روزمرہ مین بکثرت مستعمل ہے ۱۲
آنکر۔ آنکے آنے کے نہین	آکر۔ آکے آنیوالے نہین	
از	سے	جیسے ع۔ یخیل اس عہد کے ناسخ کم از عالم نہین۔ مگر جہان جزو محاورہ ہے جیسے از خود رفتہ اکثر شعرا استعمال کرتے ہین ۱۲
انتظاری	انتظار	
اندھیارا	اندھیرا	
انکھڑیان	آنکھین	
اوپر	پر	جہان اوپر کے عوض پر استعمال کرسکتے ہون۔ اور یعنی فوق و بالا جیسے اوپر سے نیچے چلے آؤ۔ متروک نہین ۱۲

اردو	ہندی	کیفیت
اوجیالا	اوجالا	
یا نقطہ اور واو بوزن غوز	اور بروزن غور ۱۲	
اوٹھون	جھون	تنکے کے سوائے کاکوتے وغیرہ کے ساتھ متروک ۱۲
ایام	زمانہ	چونکہ ایام بمعنی جمع کثیر الاستعمال ہے لہذا اکثر نکرہ پہلو سے دم پیدا ہو جاتا ہے جیسے ع یاد ہر گہے تمہیں اپنے ایام ع۔ انکے ایام ہیں طرفت کے۔ پس جہاں کہیں پہلو سے دم نکلتا ہو اعتبار مناسب ہے ۱۲
بھولا	بگولا	پیشتر بگولا ہی مستعمل تھا۔ بعض تلامذہ ناسخ نے بگولا کے عوض بھولا استعمال کرنا شروع کیا۔ مگر فی الحال بھولا متروک اور بگولا مستعمل ۱۲
بل ہے		
بن	بغیر	
بوقت	وقت	جہاں بے زائد ہو جیسے بوقت وبج وغیرہ ۱۲
بیچ	بین	لیکن بیچ بمعنی وسط۔ جیسے بیچوں بیچ متروک نہیں ۱۲
پابوسی	پابوس	
پر	لیکن	
پ	پر	اگر کہیں پر نظم نہیں ہوتا اور پ موزون ہوتا ہے تو اس لفظ کے بعد ایسا کلمہ لاتے ہیں جسکے شروع میں الف ہوتا ہے تاکہ رے ثابت رہے اور الف گر جائے۔ جیسے ع۔ دل پر اک چوٹ عشق کی کھائی ۱۲
پیالا بیاے مخلوطہ	پیالہ بیاے غیر مخلوط	
پیر	پاؤں	
تب	اوسوقت	اور جب نہ تب متروک نہیں کیونکہ یہ جزو محاورہ ہے ۱۲
تلک	تک	
تلے	نیچے	مگر جہاں کہیں تلے جزو محاورہ ہو تو متروک نہیں ۱۲

Scanned by CamScanner

تایا	فہیم	کیفیت
تم نے سمجھا	تم سمجھے	
جا	جگہہ	جیسے کہن جاسے تھے۔ اور جابجا اور جاوبجا ایسے الفاظ جہان ترکیب فارسی متروک نہین ۱۲
جانی	جانان	تنہا جانی برا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اے جانی وغیرہ۔ لہذا اکثر شعرا احتراز کرتے ہین۔ مگر ترکیب کے ساتھ۔ جیسے یار جانی وغیرہ استعمال کرتے ہین
جون بمعنی مانند ۱۲	مثل	جون توں۔ اور جون جون متروک نہین کیونکہ یہان جون کے معنے مانند کے نہین ہین
خودرفتہ	از خود رفتہ	کیونکہ خودرفتہ فارسیون کے کلام مین پایا نہین جاتا۔ شاید کسی نے احیانا استعمال کیا ہو۔ مگر عموما از خود رفتہ دیکھا جاتا ہے ۱۲
ذری	ذرا	
زور	عجیب	
سدا	ہمیشہ	
سمیت	ساتھ	
سو	وہ	جیسے ۶۔ تمھارا جو عاشق تھا سو مرگیا۔ مگر بعض جگہہ یہ لفظ جان نصاحت ہے۔ جیسے جو ہو سو ہو ۱۲
طرح سے	طرح	چونکہ طرح کے بعد سے زائد ہوتا ہے لہذا بعض شعرا قطعی احتیاط رکھتے ہین۔ مگر چونکہ اہل زبان کی روزمرہ گفتگو مین یہ لفظ بکثرت مستعمل ہے بعض شعرا بے تکلف استعمال کرتے ہین۔ اور بعضے اسطرح کہ طرح کس طرح۔ کے بعد سے استعمال نہین کرتے اور صرف طرح کے ساتھ سے استعمال کرتے ہین۔ جیسے تمھاری طرح سے ۱۲
کاسا	سا۔ کے ایسا کا ایسا۔	جیسے ۶ چہرہ یار ہے قمر کا سا۔ شعرائے دہلی نے اکثر استعمال کیا ہے۔ مگر اب احتیاط رکھتے ہین۔ اور اوسکے عوض رسا وغیرہ باندھتے ہین۔ مگر بعض جگہہ سا بھی برا معلوم ہوتا ہے ۱۲

Scanned by CamScanner

اردو	ہندی	کیفیت
کون	کیا	غیر ذی روح کے لیے اکثر شعرا صرف کون استعمال نہیں کرتے یا تو اسکے بعد سے بھی ضرور لاتے ہیں - جیسے کون سی چیز کون سی بات - یا اسکے عوض کیا استعمال کرتے ہیں - جیسے کیا چیز - کیا بات -
کیسے	کیونکر	کیسے معنی کیونکر مترادف ہے اور کیسے کیسے لوگ گزر گئے - اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ۱۲
گھائل بکسر یا ۱۲	گھایل بفتح یا ۱۲	اسکی بحث رسالہ اصلاح میں بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے ۱۲
گر	اگر	
مت	نہ	
موا	مرگیا - مرا	
موسم بکسر یا ۱۲	موسم بفتح یا ۱۲	
نشا بحرکت نانی ۱۲	نشہ بسکون نانی ۱۲	
سے	نہ	
وان	وہان	
ولیکن - ولیک دے - لیک	لیکن	
وہی	وہی	
یہی	یہی	
وے	وہ	
دیکھ	دیکھ کر	دیکھ جیسے ۶ - دیکھ یہ بات وہ حیران ہوئے - یوں بانہ ضا چاہیے ۶ - دیکھ کر یہ بات وہ حیران ہوئے ۱۲

Scanned by CamScanner

		کیفیت
ہوے	ہو	جہان صرف ہو کافی ہے جیسے یہ اگر ہوے تو ایسا کرون۔ ہوے کی عوض ہو استعمال کرنا چاہیئے ۱۲
یان	یہان	
جاے۔ کھاے	جائے۔ کھائے	قس علی ہذا
دیکھکے سنکے	دیکھ کر سنکر	
اخبارون اخبارات اسرارون	اخبار۔ اسرار	اور پرچہ اخبار کے معنون مین اخبار کی جمع اخبارون متروک نہین ۱۲
چکھا رکھا لکھا بالتخفیف ۱۲	چکھا۔ رکھا۔ لکھا۔ بالتشدید	اور اوٹھا بالتشدید اور بالتخفیف دونون طرح مین استعمال کرتا ہون۔ مگر تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے ۱۲
پیجے۔ دیجے لیجے۔ کیجے	پیجئے۔ دیجئے لیجئے۔ کیجئے	جیم کے بعد صرف ایک یے کے ساتھ متروک ہے ۱۲
قافیہ مجہول و معروف	مجہول یا مجہول معروف یا معروف	جیسے چور کا قافیہ شور اور چیر کا قافیہ دیر ۱۲
الف ندا	اے	جیسے دلا۔ ذاہا۔ ساقیا۔ اور مخلص کے ساتھ نہایت ہی مذموم ہے۔ ایک جگہ حضرت آتش نے جو آتشا استعمال کیا ہے لوگ نام رکھتے ہین ۱۲
سقوط واؤ		افعال ہندیہ کے آخر حرف واؤ کو اکثر شعرا گراتے ہین مگر اسماء کے آخر سے گرانا بالکل معیوب سمجھتے ہین جیسے ع۔ آنسو بہتے ہین چشم گریان سے ۱۲
عربی و فارسی الفاظ کے آخر سے حروف علت گرانا۔		اور بعض شعرا بحالت اجتماع یائین جیسے مبدائی۔ صفائی۔ یائے آخر گراتے ہین مگر مولف کو احتیاط ہے ۱۲

متروکات بعض شعرا

لفظ	بجائے	کیفیت
اک	ایک	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲
اہل	صاحب	شخص واحد کی نسبت بعض شعرا لفظ اہل استعمال نہین کرتے زید اہل ہنر ہے کے عوض زید صاحب ہنر ہے استعمال کرتے ہین مین التزاماً تارک نہین ۱۲
بہانا۔ بہائے مخلوط	خوش کرنا	
پن		اس کلمہ کو عربی و فارسی کلمہ کے ساتھ۔ جیسے دیوانہ پن وسیدہ بعض شعرا استعمال نہین کرتے ہین ۱۲
پہنانا	پہنانا	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲
ترا۔ مرا	تیرا۔ میرا	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲
سارا	سب	سارا کا استعمال دو طرح ہے۔ ایک بجائے ہر فرد جیسے سارے گل مرجھاگئے۔ دوسرے بجائے ہر جزو۔ جیسے سارا گھر جل گیا۔ ساری رات گزر گئی۔ جناب تجرا اور انکے اتباع نے سارا بمعنی کل افرادی کو ترک کیا ہے ۱۲
سبھی	سب	میرے نزدیک ہی کلمہ زائد نہین۔ سب اور سبھی کے مفہوم مین بڑا فرق ہے ۱۲
سر بالفتح ۱۲	سر بالکسر ۱۲	بحالت عدم ترکیب فارسی بعض شعرا بالکسر ہی استعمال کرتے ہین مگر میرے نزدیک اگرچہ بالکسر بھی جائز ہے لیکن ہر صورت بالفتح اچھا ہے ۱۲
ہین۔ بالفتح بسقوط یا	مین مع ایسا ۱۲	جیسے ع۔ دل وجان سے اوس پر مین شیدا ہوا۔ اور بعض شعرا سر مصرع نہین گراتے۔ ۱۲

لہ یہ وہ متروکات ہین جنکو مولف نے التزاماً ترک نہین کیا ۱۲ منہ

نام	بیان	کیفیت
وصلت	وصل	بعض شعرا نے وصلت کو ترک کر دیا ہے مگر وہ ترک سمجھ میں نہیں آتی لغۃً یہ لفظ صحیح استعمالاً بھی جائز۔ اگر تم نے قصور کیا ہے تو مت۔ نصرت ایسے الفاظ بھی ترک کیے جائیں ۱۲
بہاے مخفیہ ۱۲ ہنوز	بہاے ملفوظہ ۱۲ ابتک	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲
بہاے مخفیہ	بہاے مظہرہ	
بتلانا دکھلانا	بتانا دکھانا	بعضون نے لام زائد سمجھ کر بتانا وغیرہ کو ترک کیا ہے مگر جناب جلال لکھنوی اسکے خلاف ہین وہ رسالہ منتخب القواعد مین لکھتے ہین کہ "ان مصادر مین لام زائد اور بیکار نہین ہے فائدہ تعدیہ کی تاکید کا دیتا ہے، بہر کیف لام زائد ہو یا لام تاکید میرے نزدیک بے اللام غیر فصیح نہین۔ کیونکہ روزمرہ کی بول چال مین مع اللام بکثرت مستعمل ہے۔ جناب مغفور جو متروکات کے بہت بڑے پابند تھے وہ بھی استعمال کرتے تھے میرا فسردہ ہون پابندی عطف و اضافت سے مگر یہ لطف دکھلاتا مضامین گریبان کا۔ اور کہلانا اور بھجلانا لام ہی کے ساتھ فصیح ہے۔ اسکے عوض کھانا اور بھجانا غیر فصیح ۱۲
دیکھ کر سنکے	دیکھکے سنکے	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون۔ بلکہ میرے نزدیک دیکھ کے سے دیکھکر فصیح ہے ۱۲
قافیہ لفظ فارسی و عربی با لفظ ہندی		حال کے بعض شعرا نے لکھنؤ نے یہ قاعدہ کلیہ کا لیا ہے کہ فجر کو تھجر کے قافیے مین نہین لاتے ہین مگر میری سمجھ مین نہین آتا کہ فصاحت مین کونسا دھبا لگتا ہے جو اس قسم کے تقفیہ سے احتراز کرتے ہین
حذف حرف ندا		بعض لوگ اے حرف ندا کا حذف تخلص کے سوا کہین اور جگہ پسند نہین کرتے مضمون کا خون ہوتو ہو مگر شاعر کے ساتھ حرف ندا ضرور لائین۔ مین اسکے بالکل مخالف ہون! ان جہان کہین مصنف کے کلام مین غیر فصیح معلوم ہوتا ہو وہان مین بھی حذف نہین کرتا۔ اور میرے نزدیک تو بعض جگہ بحذف ندا ہی فصیح ہے

Scanned by CamScanner

	کیفیت
تاخیر نون نافیہ	بعض شعرا فعل کے بعد نون نافیہ استعمال نہین کرتے ۶ بولا نہ کبھی فضول اک بات۔ اسکو یون بانہ مین گے ۶ اک بات فضول مین نہ بولا۔ میرے نزدیک اگرچہ تقدیم نون فصیح ہے۔ مگر فی الضرورۃ مین ایسی خفیف تقیید جائز رکھتا ہون ۱۲
الفاظ ہندیہ کے آخر سے الف کا گرانا	بعض شعرا لفظ ہندی کے آخر سے واو معروف اور یاے معروف تو گراتے ہین۔ مگر الف نہین گراتے۔ اور بعضے باستثناے کلمہ کا نہین گراتے۔ مین کہتا ہون کہ جب الف نہین گراتے ہین تو واو اور یے بھی نگرائین۔ الف کی تخصیص یعنی چہ۔ بہرکیف مولف عند الضرورۃ عموماً الف گرادیا کرتا ہی مگر مصرع کے رکن اول سے گرانے مین احتیاط رکھتا ہے جیسے ۶ کہا ان سے کہ کیون خفا ہین آپ۔ ملق مرحوم بھی رکن اول سے الف گرانا پسند نہین کرتے تھے ۱۲
ہما نون کا قافیہ مینا نون وغیرہ	بعض شعرا نے اس قسم کے قوافی ترک کیے ہین اور وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بعد حذف زوائد مہان اور میخان رہجاتے ہین میخان کے کچھ معنی نہین۔ مین کہتا ہون کہ قافیہ کا بامعنی ہونا کچھ ضرور نہین۔ دیکھو غم کا دم کا کے ساتھ چمکا بالاتفاق جائز ہے۔ چم جو قافیہ ہے اوسکے کیا معنے ۱۲
نون غنہ	بعض شعرا بکمالت عدم ترکیب فارسی ضرورۃً اسلان نون کرتے ہین۔ اور مین بھی حتی الوسع اخفاء نون نہین کرتا خصوصاً الفاظ عربی مین جیسے جان خون دین وغیرہ۔ مگر جہان کہین اعلان نون سے مضمون کا خون ہوتا ہے وہان مین نون غنہ استعمال کرتا ہون ۱۲
قافیہ شمشیر باتیر وغیرہ	چونکہ کتب لغات مین لکھا ہے کہ شمشیر مرکب ہے شم بمعنی ناخن اور شیر یاے مجہول سے ہندی جناب جلال وغیرہ نے تیر و شمشیر مین اختلاف معروف و مجہول سمجھ کے ترک کیا ہے مین کہتا ہون کہ شمشیر شم اور شیر سے اگر مرکب ہے تو ہوا کرے۔ مگر تلوار کے معنون مین یہ لفظ یاے معروف ہی بولا جاتا ہے پس تیر وغیرہ کے ساتھ باندھنے مین اختلاف معروف و مجہول لازم نہین آتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شعرا جنکو اختلاف معروف و مجہول سے احتراز ہے بے کھٹکے تیر و شمشیر باندھتے ہین ۱۲

	کیفیت
کاہیکو	میرے نزدیک یہ لفظ رکیک ہے ۱۲
مُردن	شعرائے ہند اور مصادر فارسیہ کو تو اب استعمال نہین کرتے مگر مردن کو آجتک استعمال کرتے ہین جیسے دم مردن وقت مُردن - مگر مین اس مصدر کو بھی اُردو مین استعمال نہین کرتا ۱۲
قافیہ مُردہ باپردہ	عروضیون کا اتفاق ہے کہ اگر روی متحرک ہو تو اوسکے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جائز ہے اسی بناپر لوگ چلے کا قافیہ کھلے خستہ کا قافیہ شستہ باندھا کرتے ہین - چونکہ یہ اختلاف مجکو بُرا معلوم ہوتا ہے مین اس سے احتیاط کی مگر جہانگیری کے بعد حرف نائد دو مین ملتے ہین جیسے جلادن اور ملاؤن تو مین بھی احتراز نہین کرتا ۱۲
قافیہ وصل کا قافیہ وصل نہین	واضح ہو کہ نظم فارسی واُردو مین حرف مکتوبی کا قافیہ غیر مکتوبی جیسے ملے عاشق اور دلِ عاشق جائز نہین مگر تعجب ہے کہ پھر بھی اکثر اساتذۂ ہند نے اس قسم کے شعر لکھے ہین جیسے آسمان کی کیا ہے طاقت جو چھڑائے لکھنؤ - لکھنؤ مجھپر فدا ہے مین فدائے لکھنؤ - اس شعر مین چھڑائے کا الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یے خروج ہے - اور فدائے مین الف روی اور یے وصل اور چونکہ یائے مکسورہ ہجہ مین ہمزے سے بدلجاتی ہے جیسے آرائش - فرمائش - لہذا یائے فدائے بھی ہمزے سے بدل گئی ہے اور بوجہ اشباع کسرۂ اضافت تلفظ مین ایک اور یے پیدا ہوگئی ہے پس جسطرح ہوگئے روشن کا قافیہ یائے روشن جائز نہین اوسیطرح چھڑائے لکھنؤ کا قافیہ فدائے لکھنؤ جائز نہین ہوسکتا - کیونکہ چھڑائے مین خروج ملفوظی ہے اور فدائے مین خروج ملفوظی نہین - یا یون سمجھو کہ چھڑائے ساکن الآخر ہے کیونکہ افعال ہندی وفارسی متحرک الآخر نہین ہوتے اور فدائے لکھنؤ مین فدا بوجہ اضافت متحرک الآخر ہے - یہ ایک باریک بات ہے جسکو شعرا نے خیال نہین کیا - بہرکیف جو لوگ یہ سمجھے کہ میرا کلام تقفیہ حرف مکتوبی وملفوظی سے پاک ہے اس قسم کے قوافی استعمال کرتے ہین وہ بیشک غلطی مین پڑے ہین - ہان جو لوگ یہ سمجھے کہ اساتذہ نے یہ قوافی استعمال کیے قصداً تقفیہ مکتوبی وملفوظی کے روادار ہین اوپر کچھ اعتراض نہین

متروکات مؤلف عفی عنہ

الفاظ	کیفیت
آچک	آچک بجاے آجا و یچک بجاے دیجا لوگ استعمال کرتے ہین۔ جناب جلال لکھنوی ؎ کہہن آنکھون مین آچک نزع کی آسان ہو مشکل + نکلجاے وہ دم جو بند ہے راہ مین تیری + میرے نزدیک یہ لفظ رکیک معلوم ہوتا ہے ۱۲
آیکو۔ جایکو۔ کہیکو۔ وغیرہ	ان کے عوض آتا جاتا کہتا۔ وغیرہ ۱۲۵
از خود رفتہ	چونکہ از کہ ساتھہ اردو مین یہ کلمہ مجکو برا معلوم ہوتا ہے اور خود رفتہ مین لوگون کو تامل ہے لہذا مین نہ از خود رفتہ استعمال کرتا ہون نہ خود رفتہ بلکہ اسکے عوض وارفتہ استعمال کرتا ہون جسکے معنے وہی از خود رفتہ کے ہین ۱۲
اے بلبلو اے زاہدو وغیرہ	انکے عوض مین بلبلو۔ زاہدو وغیرہ استعمال کرتا ہون مگر جب اس قسم کے منادے کے بعد صفت یا مضاف الیہ ہوتا ہے تو اظہار حرف ندا ہی فصیح ہے۔ جیسے اے میرے پیارے دوستو ۱۲
بھپّا	بالتشدید میرے نزدیک نہایت مکروہ ہے ۱۲
بمعنی آغوش ۱۲	جیسے ع۔ آجکل یار میرے بر مین ہے ۱۲
بَن بالفتح ۱۲	
پُر	جیسے ع۔ لہو سے جام دل میرا ہے اب پُر۔ صوت کریہہ پیدا ہونے کے علاوہ یہ لفظ رکیک بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر بحالت ترکیب جیسے دیدہ پُرنم و نہر پُرآب۔ چونکہ نہ رکاکت رہتی ہے نہ بوے ذم۔ لہذا فقیر استعمال کرتا ہے ۱۲
چاہت	
سبھون	سین علحدہ کرنے سے صوت کریہہ پیدا ہوتی ہے ۱۲

اب ناظرین پر ظاہر ہو گیا کہ متروکات کی وجہ سے میری شاعری کا میدان کسقدر تنگ ہو گیا ہے۔ یاں و واں۔ یہ۔ گر۔ اور۔ باستقاط واؤ۔ پر۔ بمعنی لیکن سدا وغیرہ۔ ایسے الفاظ جنکے استعمال کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور اکثر لوگ بے کھٹکے استعمال کرتے ہین۔ مین استعمال نہین کرتا۔ اسمین شک نہین کہ حتی الوسع ان سب لفظون سے احتیاط چاہیے۔ کیونکہ روز مرہ مین جو لفظ جس طرح بولا جاتا ہے اوسی طرح اوسکو نظم کرنا فصیح ہے۔ اسی قاعدے پر بیسیون لفظ متروک ہوئے اور روز بروز متروک ہوتے جاتے ہین۔ مگر اسکے یہ معنی نہین کہ نظم مین بوجہ عدم دست کوئی اور خرابی برمحہ کے پیدا ہو جائے تو ہو جائے مگر متروکات کی پابندی نہ چھوٹے۔ اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ یہ وغیرہ استعمال نہین کرتے اونکے کلام سے مزہ جاتا رہتا ہے کیونکہ ان الفاظ کے نکالنے مین خواہ مخواہ اونمین دقت واقع ہوتی ہے اور بسا اوقات ترکیب کے تغیر و تبدل سے زبان کا لوچ باقی نہین رہتا۔ اور مین تو ان متروکات کا پابند ہوتا مگر کیا کروں اب لوگ روز بروز پابند ہوتے جاتے ہین۔ اور اس قسم کے لفظون کو بحر طبیعت پر محمول کرتے ہین۔ اور تو اور مؤلف کے اساتذہ مین سے جناب تسلیم لکھنوی جو پیشتر پابند تھے اب وہ بھی اکثر متروکات کا لحاظ رکھتے ہین۔ اونکی حال کی مثنوی دل و جان یاں و واں سدا ایسے الفاظ سے پاک ہے۔ اور حضرت شمشاد تو ابتدا سے پابندی کرتے ہین۔ انکا دیوان اول اکثر متروکات قسم اول سے اور دیوان دوم کل متروکات قسم اول سے پاک ہے بلکہ یہ تو بحر کلمہ کا الف بھی نہین گراتے اور اعلان نون کے باب مین سخت خیال رکھتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ان وجوہ سے مین بھی قسم اول متروکات کا التزاماً تارک ہون ورنہ مین ایسے کثیر الاستعمال الفاظ کو ترک کرکے میدان شاعری کو تنگ نہ کرتا۔ اور مین نے جو خاص اپنے جی سے چند الفاظ ترک کیے ہین اوسکی وجہ یہ ہے کہ فی نفسہ وہ رکیک ہین دوسرے وہ کثیر الاستعمال نہین جنکے ترک کی وجہ سے زیادہ دقت واقع ہو۔ بہرکیف باوجود پابندی متروکات مجھکو یہ ضرور خیال رہتا ہے کہ زبان کی روانگی پر آنچ نہ آنے پائے۔ پیشتر میرا انداز سخن کچھ اور تھا بعض کے شعر زیادہ پسند تھے۔ اب عاشقانہ رنگ کے صاف صاف مزیدار شعر مرغوب خاطر ہین۔ مین نے اپنا دیوان چار دفعہ مرتب کیا۔ اور ہر دفعہ بیسیون غزلین اور سیکڑون اشعار جن پر مجھکو پیشتر ناز تھا۔ خارج کر دیے اب جو کچھ تھا سا دیوان رہگیا ہے۔ ہر چند ملک دانے قدردانی سے برابر میرے دیوان کا اشتیاق ظاہر کیا کرتے ہین اور برابر خط بھیجکر طبع کا حال

دریافت فرمایا کرتے ہین مگر حق بات یہ ہے کہ مجھے موجودہ دیوان بھی باوجود اسقدر انتخاب کے پسند نہین - پھر چھپواؤن تو کیا چھپواؤن - اب وہ اگلا شوق نرہا - دینیات کے مشاغل سے غزل گوئی یکقلم موقوف ہے - ہان اگر پھر کبھی شوق بھڑکا تو عجب نہین کہ خاطر خواہ دیوان طیار ہو جائے - موجودہ دیوان سے چند اشعار انتخاب کرکے لکھتا ہون - جن سے حضرات ناظرین میرے مذاق کا اندازہ کر سکتے ہین اور سمجھ سکتے ہین کہ مین کس رنگ کے شعر پسند کرتا ہون -

حمد کے اشعار

دل مین ہے یاد تیری آنکھون مین نور تیرا
جس گھر کو مین نے دیکھا پایا ظہور تیرا

جلوہ ترا عیان ہے پستی ہو یا بلندی
پھولون مین بو ہے تیری تارون مین نور تیرا

یہ سر ترے قدم پر یونہین پڑا رہے گا
جبتک نہ تو کہے گا بخشا قصور تیرا

گردن جھکانے مین ہی کیا سربلندیان ہین
پایا مراتبے مین اکثر حضور تیرا

کہتا ہون صدق دل سے دونون کو خوشنما ہین
مجھکو تو عجز میرا تجھکو غرور تیرا

اپنی رگ گلو سے پایا قریب تجھکو
غفلت یہ تھی کہ رستہ سمجھے تھے دور تیرا

اپنے کرم کے صدقے محشر مین بخشدینا
ہے اک ذلیل بندہ شوق ای غفور تیرا

عاشقانہ اشعار

کسی طرح خم گیسو سے دل نکل نسکا
ہزار پیچ کیے کوئی پیچ چل نہ سکا

جو چلمن اوسنے اوٹھائی تو مین سنبھل نسکا
گرا تو اوٹھ نسکا اور اوٹھا تو چل نسکا

کسی کو دیکھتے ہی بے نقاب محشر مین
ہزار دل کو سنبھالا مگر سنبھل نہ سکا

دیگر

اودھر رخ سے گھونگھٹ اٹھانا کسی کا
اِدھر کھا کے غش تلملانا کسی کا

سر بزم تم اور نیچی نگاہین
اجی کھل گیا دل چرانا کسی کا

چمن مین جو گلچین نے کچھ پھول توڑے
تو یاد آگیا دل دکھانا کسی کا

دیگر

رقیبون سے رہا کرتے ہین جس بت کے لیے جگر
خدا جانے قیامت مین اوہر وہ یا اودہر ہوگا

دیگر

جنکے پیمانۂ تالب دلبر آیا
بوسہ لینے کو مین کیا بھیس بہل کر آیا
ہائے رے حسرت دیدار مین سمجھا کچھ اور
ملک الموت دم نزع جو سر پر آیا

دیگر

ہم دھنگ بتاتے ہین تمھین نازوادا کا
پردے مین وفا کے رہے کچھ لطف جفا کا
سمجھے کہ نہین سنکے جسے غم ہوے یہ چین
تھا ساز کسی ٹوٹے ہوے دل کی صدا کا
چھوٹا کہین دل اور کہین گر پڑے آنسو
غربت مین پٹا ہے تعلق رفقا کا

دیگر

خانۂ دل کی خبر بھی کچھ تمھین ہے یا نہین
جسمین تم رہتے تھے اب وہ یاس کا گھر ہوگیا
دعوے الفت تو رکھتے ہو مگر ہے کچھ خبر
ہجر مین کیا حال شوق اے بندہ پرور ہوگیا

دیگر

آپ کے زہد کو جب مانتے ایکحضرت شیخ
آپ کا دل بھی کسی شوخ پر آیا ہوتا

دیگر

خدا کی شان ہے مجکو وہی ابتک فریب کرتے ہین
ہلا دیتا تھا دل جنکا تڑپنا مرغ بسمل کا[1]

دیگر

دل شوق حسینون سے لگانا نہین اچھا
ہو جاوگے بدنام زمانا نہین اچھا
رہتے ہو جو دل مین تو جگر کو نہ جلاؤ
ہمسائے کے گھر آگ لگانا نہین اچھا
دل کوئی چرائے تو نہین اسکی شکایت
آنکھین مگر ایجان چرانا نہین اچھا
دامن کبھی چھلتے ہین کبھی ملتے ہین وہ ہاتھ
اے شوق ابھی ہوش مین آنا نہین اچھا

دیگر

دل بھی مجھے ملا تو بڑا بے وفا ملا
کمبخت یہ بھی اوس بت ظالم سے جا ملا
بیچین ہم ادھر ہین اودھر بیقرار وہ
عاشق فراق شوق ہمین دلربا ملا

[1] اس مقطع کی نسبت اکثر حضرات نے فرمایا کہ صرف یہ ایک شعر ایک دیوان کے برابر ہے ۱۲ منہ

دیگر

میری آنکھون مین ہین وہ کھٹکی طرح
سب سے پوشیدہ ہین نظر کی طرح

دل دے آیا ہے کیا یہ خطا کے عوض
اب ہے کچھہ اور نامہ بر کی طرح

دیکھہ کر خلد جی بھر آیا شوق
یاد آئی کسی کے گھر کی طرح

دیگر

کیا خوشی مرگ عدو کی جب کسی کا ہے خیال
چوڑیان توڑین بڑھایا سوگ مین دشمن کے حق

عید مین بھی شوق وہ مجھسے گلے ملتا نہین
جی مین ہے اب حوصلہ دل کا نکالون طوق

دیگر

تون کا دم بھرا کرتا ہے دنیات
نہ دے کافر کو بھی ایسا خدا دل

یہ ڈالا تفرقہ الفت نے اے شوق
جدا مین دل سے ہون مجھسے جدا دل

دیگر

خدا سے جب شوق تصور بڑھگئی
ہر دم اپنے پاس انھین پاتے ہین ہم

ہائے یہ کہنا کسی کا صبح وصل
شوق اب دل تھام لو جاتے ہین ہم

دیگر

آہ کرنا دل حزین نہ کہین
تہر ڈھا دیگی یہین نہ کہین

کوئی پہلو مین آہ کرتا ہے
ہو ہمارا دل حزین نہ کہین

شوخیان تم جو کرتے ہو دم قتل
خون مین تر ہوا آستین نہ کہین

کوئی لوٹا گیا حسینون مین
شوق کا ہو دل حزین نہ کہین

دیگر

بار اوٹھانے کا تحمل مجھے اے حور نہین
ناز بیجا نہ کرو مین کوئی مزدور نہین

نخل سنگ ستم سے اسے دھوکے مین نہ توڑ
دل پر خون ہے یہ جام مے انگور نہین

چشم بد دور مری آنکھون کے تارے تم ہو
سات پردون مین رہو چھپکے تو کچھہ دور نہین

دیگر

اثر سے تیرے باز آئے ہم اے آہ
وہ پہرون سے دبائے ہین جگر کو

کہان کی آگ کیسے ہفت دوزخ
خدا رکھے سلامت چشم تر کو

دیگر

شبِ فراق جو ہم آہ بھول کر کرتے
کلیجا تھام کے اُف اُف وہ رات بھر کرتے

یہ دردِ عشق ہے کیا فکر چارہ گر کرتے
ترقی اور بھی ہوتی علاج اگر کرتے

حضور سے ہمین کہنا ہے کچھ اشارہ نہین
خدا کے واسطے آپ اک نظر ادھر کرتے

ہوئے جو نام کے ہم شوق بھی تو کیا حاصل
مزا تو جب تمامحسنون کے دل مین گھر کرتے

دیگر

یہ کاہشین کہ ہم اپنے کو آپ پا لینگے
یہ زورِ ضعف کہ نازِ بتان اُٹھا لینگے

دہانِ زخم سیا اِس سبب سے قاتل نے
کہ روزِ حشر مرا نام یہ بتا لینگے

دیگر

ہون دل سے نثارِ یارِ جانی
اتنی ہے فقط مری کہانی

جون جون بڑھتی گئی محبت
بڑھتی گئی اور بد گمانی

دیگر

دامنِ یار سے جا لپٹے ہمارے آنسو
اِس ادا نے دمِ مرگ اور ہمین قتل کیا

کر کے اسطرح سنبھلتے ہین سنبھلنے والے
کون تھے تم کفِ افسوس کے ملنے والے

دیگر

آنسو اوبل کے آنکھونمین پھر خشک ہو گئے
اُفتادگانِ خاک کو ٹھکراتے ہو بجا

اِس مدّ و جزر نے مری کشتی تباہ کی
شوخی بھی اِک ادا ہے مگر راہ راہ کی

دیگر

فکر ابھی سے ہے جو گھر جانے کی
کیا ضرورت تھی ابھی آنے کی

دل بشکستہ ہے یون پہلو مین
جیسے مسجد کسی ویرانے کی

دیگر

آنکھونمین آ بسے کوئی یا دلمین گھر کرے
لازم ہے پاسِ صاحبِ خانہ مگر کرے

ہم سے تو لاکھ درجے ہے اچھی ہماری آہ
ترسین ہم اِک نگاہ کو یہ دلمین گھر کرے

کیون بار بار چھیڑتے ہو ذکر حور کا
بندہ یہ وہ نہین جو کسی پر نظر کرے

تارِ نظر مین آج ہم اُلجھائین گے ضرور
ہم کھل کے کہتے ہین کوئی فکر کر کرے

اوس سے حضور رکھتے ہین ہم بدگمانیان	جو کوئی دل کو چھوڑکے آنکھونمین گھر کرے

دیگر

نہ ٹھہرے میرے دلمین غیر کی منزل مین جا تیرے	تمہین انصاف سے سوچو نہ کیونکر بے وفا ٹھہرے
نگاہ شوخ بہکانے سے محفل مین رکے کیونکر	جسے عادت ہو چلنے پھرنے کی وہ گھر مین کیا ٹھہرے
یہی دو گھر تو کل نکلے دیار حسن و الفت مین	مین اونکے دلمین جا ٹھہرا وہ میرے دلمین آ ٹھہرے
شکایت کیجیے کسکی بتائین نام ہم کس کا	کرین فریاد جسکی جب اوسی پر فیصلا ٹھہرے
چلا ہے مجکو تنہا چھوڑکر دل کو جانان کو	مزا جب ہے دہان بھی جاکے ظالم بیوفا ٹھہرے
مرا دل گلشن خلد مین گھبرا تا ہے رضوان	یہ کچہ کوچہ نہین اونکا یہان میری بلا ٹھہرے
نظر کی کیا حقیقت شوق دل تک لگیا اپنے	مگر یہ خوبی قسمت کہ پھر ہم وہ جدا ٹھہرے

رباعیات

اے شوق یہ چہرے کا اوترنا کیسا	رہ رہ کے کسی کو یاد کرنا کیسا
مانا کہ کوئی اور سبب اسکا ہے	لیکن یہ سرد آہ بھرنا کیسا

دیگر

یہ کیا کہ رقیب ہی کی محفل مین رہو	اے غیرت ماہ اپنی منزل مین رہو
تم نور نگاہ آرزو ہو میری	آنکھو مین کبھی رہو کبھی دل مین رہو

احیانا خدا جانے کتنے لوگون نے مجھسے مشورہ لیا ہے اور دوستانہ بعض اوقات دیوان کا دیوان بنظر اصلاح دیکھنے کا اتفاق ہوا مگر جو لوگ حیثیت شاگردی آجتک اپنا کلام دکھایا کرتے ہین اور مجھسے اصلاح لیا کرتے ہین اور اکثر اونمین صاحب دیوان ہین اونکے نام وغیرہ لکھے جاتے ہین۔

			کلام	
مختصر	حکیم عبد الحق ولد جناب محمد ہادی مرحوم	موضع حاجی پور علاقہ شمشیر نگر ضلع سلہٹ	دل حزین گلہ ہجر بار کرتا ہے	ہر ایک کلام تو ہے اپنی وقت پر موقوف
			طبیعت اس سے بہلتی ہے اے ہمدم	نہ ایک دم ہو یہ بیتابی جگر موقوف

تخلص	نام	پتہ	کلام	
بسمل	سید ابو البقا محمد یوسف ولد جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	عظیم آباد محلہ چوہٹہ	ہی مین ہے آج کل کھلا ہین ہم جام جبر کربلا دے ساقی	او نمودار جگر دکھا ہین ہم دینگے دانا تجھے دعا ہین ہم
بشیر	منشی محمد بشیر ولد جناب قاضی عبد الحلیم صاحب	پکا کوٹ ضلع بلیا	صدقہ شکر از کرگئی فریاد کسیکی کسمپرسی تھی ظالم ترے ناوک سے محبت	کہتے ہین والدہ سے یوں یاد کیجی پیکان سے لپٹا ہوا دل بھی نکل جاتا
تسطیر	منشی امیر الدین	شہر پورنیہ محلہ عالم گنج	کوچہ عشق مین چلنے کا ارادہ پھر ہے مظلوم کی آہ کبھی نہ بری ہوتی ہے	خیر ہے حضرت دل آپ کیا کرتے ہین پچھتاوگے۔ تنے جو ستا ہے مرد بکر
تفسیر	منشی معز الدین ولد جناب مولوی منیر الدین احمد مرحوم	شہر پورنیہ محلہ سید باڑہ	رنج و غم اپنا کوئی کیا جانے نزع مین بالین سے اٹھکر چلے	درد دل درد آشنا جانے آپ میرے حق مین یہ کیا کرچلے
خیر	مولوی ابو الخیر جناب مولوی حکیم محمد شفیع الدین مرحوم	ہیرہ۔ ضلع دربھنگہ	ستم ہجا کیے ہمپر رقیبون سے وہ دلکش ہاتھ مین کیون لیے ہو تم خنجر	ہمارے دل لگا نہین جو کرنا تھا کر لاؤ اسکو گلے لگا ہین ہم
راغب	سید عبد العزیز ولد جناب سید محمد حسین صاحب	بہار۔ محلہ خواجہ قوا سرائے	جذبہ دل اگر دکھا ہین ہم ادہر آجاؤ تم اگر ہے جان	اپنی تصویر کو بھیج لا ہین ہم پردہ چشم مین بٹھا ہین ہم
شاغل	مولوی امیر الحسن ولد جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	شہر عظیم آباد محلہ چوہٹہ	حشر مین جو ن خرامان آپ سے ملکر ہم دو عالم سے کہیں چلو ہی سے گذر لیتے ہم	داور محشر کے آگے نعرۂ محشر ہو کچھ نہین پروا جو آساں کوئی مشکل ہو

۱؎ رسالہ تذکرۂ اشعار جو سرزمین تحقیق کے ساتھ چھپا ہے انھین کی تالیفات سے ہے ۱۲ منہ

۲؎ مظہر عالم ایک تاریخی نام ہے خاندانی آدمی ہین۔ اکثر نامی اخبارون کے نامہ نگار رہے ہین۔ آجکل الہلال مین اکثر ان کے مضامین چھپتے رہتے ہین بیچ مین اپنا نام ابو النظر لکھا کرتے ہین ۱۲ منہ

۳؎ سابق مین یہ اخبار دار السلطنت کلکتہ اور اردو گائیڈ کے اڈیٹر تھے۔ انکی تالیفات سے رجم الشہاب نام ایک رسالہ چھپ چکا ہے ۱۲ منہ

نمبر شمار	نام	پتہ	کلام	
۱۰۱	مشفق	مولوی سید کرامت حسین مرحوم ولد جناب مولوی حسن رضا خان مرحوم	عماد پور ملحقہ ضلع رفیع گنج گیا	تو کر خدا محبت بہن اسی کیا جاوے گا یہ فرما ہوا انقلاب ایسا اگر ہو دہر میں فرقت جبھی ہے کسی کی کہ اشک آنکھ سے بہیں تو رو لیتے ہون اور دہ کہیں بیٹھے
۱۰۲	طالب	منشی خدا بخش ولد جناب عبید اللہ مرحوم	شہر ملتان۔ بیرون پاک دروازہ محلہ گیریان	قبول لگانا ایک دن ہو گا دیکھ لینا کہنا یہ دم نزع قیامت تلک کسی کا دیکھو طالب تمکو بلاتے ہیں ہم طالب نہیں کچھ ہوس سے ہم آہ
۱۰۳	عرشی	مولوی محمد عبد الشکور ولد جناب سید سعادت علی مرحوم	قصبہ کراے ضلع پٹنہ	داور محشر نے مجھ سا بھی بندہ کہیں پایا ہے کی فراق میں اس در کے آہ اے اظہار تم ہمارے ہو گئے یہ دل تھا ہو گیا کہیں نہ ٹوٹ پڑے آسمان سر پر
۱۰۴	کامل	مولوی سید تفضل حسین ولد جناب سید شاہ حاجی وصی علی مرحوم	بہار۔ محلہ بارہ دری	دل کچھ تو خون ہو کے بہا ہجر یار میں گھر سے باہر نکل آئے سو جو کبھی کچھ اشک تک نکلے دیدہ گریان میں رہ گیا نالہ دل کی نہ پردہ صدا ہوئی
۱۰۵	کاہش	محمد مبین الحق ولد جناب منشی وحید الحق صاحب	امہوہ ضلع گیا	وعدہ اگر کرو تو نباہو آج حضور آنکھیلیوں کی جان جو چلتے ہیں آپ آج اقرار اگر کرو تو کبھی پھر نہیں نہو برپا حضور فتنہ محشر کہیں نہو
۱۰۶	مائل	سید عبد السبحان ولد جناب حافظ عبد اللہ مرحوم	شہر پٹنہ محلہ لودیکرہ	مجھے پروانہ اپنا صورت موسیٰ بتاتا تھا ہوئے کس طرح مائل غرق بحر درد ہم مری نکلو نکو شمع طور کا جلوہ دکھاتا تھا حباب آسا وجود بے ثبات اپنا بتاتا تھا

۱۰۱ انکا کلیات لکھنؤ میں چھپ چکا ہے جسمیں دو دیوان شامل ہیں ایک نعتیہ دوسرا عاشقانہ ۱۲ منہ

۱۰۲ میری مثنوی سوز و گداز کے مصنف یہی ہیں ۱۲ منہ

۱۰۳ انکی تالیفات انکاح النوادر اور فتح کامل یہ دو رسالے چھپکر شائع ہو چکے ہیں ۱۲ منہ

تخلص	نام	پتہ	کلام	
خلاق	محمد عبد الواسع معروف بہ حکیم محمد جان ولد جناب شیخ ولایت علی ساکن گنپورہ ضلع پٹنہ	شہر پٹنہ محلہ تالاب	دیکھکر آئینہ رخ تجکو سکتا ہو گیا پہلے تو بیخ نازسے کشتہ بنا دیا	وہ پری گھبرکے اول اٹھا کہ لیکر گیا اعجاز لب سے پھر مجھے ہم جان دیا
واصل[1]	حکیم سید محمد محفوظ الحق ولد جناب سید شاہ ابو الحسن مرحوم	عظیم آباد کنگہیا ٹولہ	اودھر اوس حور شمائل نے ادھا ئی طرف جو دوزخ کو واصل گنہ لیجائیں گے	ادا دیہر جو یہ دیکھا تو ہم دل دیا تجھے کھینچ لیگی شفاعت کسی کی
واقف[2]	سید شاہ ناظر حسین ولد جناب سید شاہ محمد مہدی مرحوم	بہار بارہ دری	زلفین الجھی ہین آنکھین مخمور تم خرامان ادہر بھی آجاؤ	رات بھر آپ تھے جناب پریشان ہے عیادت ابھی دل لگی بھی ہے

اب مین اپنے دوسرے حالات مجملاً لکھتا ہون کہ جب مین فارغ التحصیل ہوکر لکھنؤ سے نیمی پہونچا تو کچھ دنون وہان رہ کے شہر عظیم آباد مین جو نیمی سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے طرح اقامت ڈالی۔ طبابت کے ساتھ کتب عربیہ معقولات و منقولات پڑھانا شروع کین۔ اور دینیات مین تالیفات کا سلسلہ بھی جاری کردیا چنانچہ اونمین سے بعض رسائل چھپکر شائع ہو چکے ہین۔ چنانچہ تقلید کی بحث مین اوشحۃ البجید اور آمین کے باب مین حبل المتین یہ دو رسالے ایسے پُرزور لکھے کہ جو لوگ تقلید کو مذموم سمجھے تھے یا آمین بالجہر کی قوت کے قائل تھے اونمین سے اکثر غیر متعصب حضرات کے خیالات پلٹ گئے آج کل المبلوغ مشکوۃ شریف حدیث مین

[1] اکی تالیفات سے متعدد رسالے ہین چنانچہ نوع محفوظ یعنی شرح مرقب البجد اور غایۃ التسہیل اور مثنوی گنجینہ ہزاریہ سب کتابین چھپ کر ملک مین شائع بھی ہو چکی ہین ۱۲ منہ

[2] یہ شہر نہایت قدیم ہے اسکو پہلے پہل مگدہ دیس یعنی صوبہ بہار کے راجہ پاٹلی سے سنکو نجینا تین ہزار برس گذرے ہونگے دار الملک بنانے کی غرض سے آباد کیا۔ عظیم الشان قلعہ بنوایا۔ پانچ سو ستر برج دار ہے

آثار السلف نام ایک کتاب کی بنائے تالیف ڈالی ہے جسکے لیے بلاد مختلفہ خصوصاً مصر و روم و قرمین شریفین کا سفر درکار ہے۔ الستی متی والاتمام من اللہ یا کیا یہ کتاب طیار ہو گئی تو انشاء اللہ تعالے حنفیہ کے لیے نہایت بکار آمد ہو گی۔ حضرت واہب العطایا کا مجھپر بہت بڑا احسان ہے کہ فن حدیث مین مجھکو شوق مجھکو زیادہ سے چند قلمی کتابین ایسی ہاتھ آگئی ہین جو ہندوستان کیا عرب مین بھی کمیاب ہین۔

کئی سال سے اکثر جمعہ کو وعظ کہنے کا اتفاق ہوتا ہے آج تک چھ پارے ہو چکے ہین۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو انشاء اللہ تعالے قرآن مجید و فرقان حمید کو سر بسر تمام کردون گا۔ ایک دفعہ وعظ مین ایک نعتیہ شعر پڑھنے کا اتفاق ہوا جسنے عجب فراد یا۔ مین نے بھی نعت شعر

چونسٹھ دروازے لگائے جنمین دو دروازے ایک پورب اور ایک پچھم نہایت عظیم الشان تھے اور اس شہر کا نام پاٹلی پتر رکھا۔ راجہ چندر گپت جو سکندر رومی کا ہمعصر تھا اور حضرت عیسیٰ سے ۳۲۰ سال پیشتر تخت نشین ہوا تھا اوسکا دار الملک یہی شہر تھا۔ اس نامی راجہ کی فوج مین تیس ہزار مسلح سوار اور چھ لاکھ پیادے اور نو ہزار ہاتھی تھے۔ اسنے بہار سے لیکر پشاور تک قبضہ کر لیا تھا جب اسکا پوتا اسوکا تخت نشین ہوا تو اسنے عجیب عجیب کارنمایان کیے۔ کلنگا کو فتح کیا۔ بنگال اور اوڈیسہ پر قبضہ کر کے مگدھ اور شمالی ہند سے ملحق کر دیا۔ اسکا راج خلیج بنگال سے لیکر پنجاب تک اور ہمالیہ پہاڑ سے وندھیا پہاڑ تک ہو گیا۔ اسنے بودھ کا مذہب اختیار کیا جسکی وجہ سے اس مذہب کو بہت بڑی ترقی ہوئی ۲۴۲ قبل مسیح اسنے پاٹلی پتر مین ایک بڑا جلسہ قائم کیا جسمین دور دور کے لوگ شریک ہوئے اور بودھ مذہب کی کتابین مکمل کیگئین پچیسون اور بودھ مذہب والون کی اگلی کوئی تاریخی کتاب ایسی نہین جسمین اس علو الہمم راجہ کا نام عظمت کے ساتھ نہ لیا گیا ہو۔ آجتک دنگاسے جاپان تک اور سائبریا سے لنکا تک اس راجہ کا نام نہایت عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے اسوکا کے بعد مگدھ دیس مین بہتیرے راجہ ہوئے جنمین اکثر کا پایہ تخت پاٹلی پتر ہی تھا راجہ کوسم نے اپنے عہد مین پاٹلی پتر کا نام کوسم پور اور راجہ پدماوت نے پدماوتی رکھا۔ مگر یہ دونون نام مشہور نہ ہوئے۔ جب راجہ پٹن مگدھ دیس پر قابض ہوا تو اوسنے پٹن دیبی بنوائی اور بعض بعض عمارتین طیار کرائین اور اس شہر کا نام پٹنہ رکھا۔ رفتہ رفتہ پاٹلی پتر متروک اور پٹنہ زبان زد ہو گیا۔ پھر عالمگیر کے پوتے عظیم الشان نے قلعہ وغیرہ کی کچھ مرمت کی اور اسکا نام عظیم آباد رکھا۔ اوس زمانے سے یہ دونون نام زبانون پر جاری ہین ۱۲ منہ

مین ایک فارسی قصیدہ کہنا شروع کیا۔ جس شب کو مین نے تمام کیا خواب مین دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے ابھی مدینہ طیبہ مین تشریف لائے ہین اور ایک جماعت مین رونق افروز ہین اور مین بھی شریک جماعت ہون۔ اوٹھکر آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کا قصد کیا کہ آنکھین کھل گئین۔ رویت پر شکر بجا لایا اور بیداری پر سخت ماسف ہوا اوس قصیدے مین ایک شعر یہ بھی تھا ؎ نقاب خویش بکشائی بخواہم جلوہ فرمائی جمالِ پاک بنمائی کہ یابم نعمتِ عظمیٰ ۔ الحمد للہ کہ یہ شعر مقبول ہوگیا مین نے اوس قصیدے کا نام نعمت عظمیٰ رکھا۔ اور اوسکی مختصر سی ایک شرح بھی لکھی جسکا نام حل القصیدہ ہے یہ دونون کتابین سرمۂ تحقیق کے ساتھ چھپ کر شایع ہوچکی ہین۔ اس متبرک خواب کے علاوہ مین اور رویاے صالحہ سے بھی شرف اندوز ہوا ہون ایک دفعہ خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک سر پر اوٹھائے ہوئے ہون جسکی تعبیر دل نے یہ کہی کہ تو انشاء اللہ تعالیٰ حامل علم نبوی ہوگا۔ اور واقعی اوسی زمانے سے مجکو دینیات خصوصاً حدیث شریف کا زیادہ شوق ہے فالحمد للہ علیٰ ذلک ایک دفعہ خواب مین مدینہ طیبہ پہونچا اور روضۂ مبارک مین داخل ہوا اندر چار قبرین نظر آئین ایک[1] قبر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جو مربع نظر آئی اور تین قبرین مسنم دیکھین جنمین ایک آنحضرت کی قبر مبارک تھی اور دو صاحبینؓ کی اندر ایک پیر مرد کو جسکا چہرہ نہایت نورانی تھا فرش بچھاتے ہوئے دیکھا۔ خواب ہی مین عجب سرور حاصل ہوا۔ اور بعد بیداری جو مسرت حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ اللھم صل وسلم علی سیدنا ونبینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ ۔

شیخ ظہیر الدین ممنپوری مرحوم

بن شیخ شہامت علی بن شیخ رحمت علی بن شیخ محمد شفیع بن شیخ چھکوڑی بن شیخ عبدالرزاق غفر اللہ لہم ان کے آباو اجداد موضع کورو تہہ کے رہنے والے تھے۔ شیخ محمد شفیع مرحوم نے ممنپور مین بود و باش اختیار کی۔ چند سال ہوئے کہ ظہیر الدین مرحوم ایک لڑکا محمد صغیر نامی چھوڑکر راہی ملک بقا ہوئے

[1] خواب مین ام المومنینؓ کی قبر اندر روضۂ مبارک کے شاید بوجہ کمال تعلق نبوی کے نظر آئی ورنہ حقیقت مین انکی قبر بقیع مین ہے ۱۲ منہ

شمع بزم صفا ظہیر الدین	زین جہان جانب جنان رفت
خامہ ام شوق زور قم سالش	بجنان شمع دودمان رفتہ

۱۲ھ

شیخ عبد الحکیم نیموی مرحوم

ابن شیخ شیر محمد عرف محمد بہیکہ بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ عزیز اللہ غفر اللہ لہم ۱۱۰۳ھ مین پیدا ہوے۔ صاحب بجنت تاریخ ولادت ہے۔ انکا گھر فیض اللہ پور مین تھا نبی مین شادی ہوئی۔ اپنی سسرالی معاش موضع سالار پور[1] کے کسی ملک[2] کے قبضے مین تھی۔ بہت چاہا کہ کسی طرح وہ معاش اپنے قبضے مین لائین مگر وہ ملک بہت بڑا جابر تھا ہمیشہ انبوہ کثیر جمع رکھتا تھا۔ کسی کو نظر پر چڑھاتا نہ تھا۔ بات کی بات مین خونریزی پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ حاکم وقت کی حکومت کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ ہر طرف ہر بونگ مچی ہوئی تھی۔ لیٹرون کا زمانہ تھا جسکی لاٹھی اوسکی بھینس کا مضمون تھا۔ بیچارے شیخ عبد الحکیم سے کچھ بنائے نہ بن سکا۔ اتفاقا ایک روز کچھ رات گزرے مین ملک کے شکار کو اودھر سے وہ ملک باہر نکلا اور ادہر سے شیخ عبد الحکیم نکلے۔ شکار کھیلتے کھیلتے دونون مین مقابلہ ہو گیا۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا۔ لڑائی شروع ہو گئی جانبین سے تیر چلنے لگے دونون طرف کے کچھ لوگ زخمی ہوئے یکایک کسی کا تیر اوس ملک کے گلے پر لگا اور شہ رگ چھید کر اوسپار نکل گیا۔ دم بھر مین سارا چہرہ خون آلود ہو گیا اور تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ اندھیری رات تھی ملک کے ساتھی سمجھے کہ شیخ عبد الحکیم مارے گئے۔ فورا سر کاٹ لیا۔ اور وہان سے روانہ ہو گئے۔ جب گھر پہونچے۔ شیخ عبد الحکیم کے مارے جانے کی خوشیان ہونے لگین۔ ناقص العقل عورتون نے خوشی کے مارے کٹا سر بے تن پر غسل کیا۔ اور اپنے دل کا بخار نکالا۔ پھر ملک جی کی تلاش ہوئی تو اوس مجمع مین نپایا سخت حیرت ہوئی۔ آخر کسی نے جب اوس سر کو خاک و خون سے پاک کیا تو شیخ جی کے بدلے ملک جی کو پایا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ اون لوگون کو اپنے کردار پر سخت ندامت ہوئی ہاتھ مل کر رہ گئے۔ اوس ملک کے بعد پھر کسی مین وہ زور نرہا۔ شیخ عبد الحکیم اپنی معاش پر

---

[1] سالار پور ہمی سے دکھن مائل بمشرق آدہ کوس پر ہے ۱۲ منہ

[2] ملک بفتح میم و کسر لام ایک قوم کا نام ہے جو صوبہ بہار مین کثرت سے ہے ۱۲ منہ

قابض ہو گئے۔ اور آرام سے نیمی مین اوقات بسر کرنے لگے۔ آخر عمر مین دہلی جانے کا اتفاق ہوا وہان کسی عہدۂ سلطانی پر مامور ہوئے تھے کے طور پر وہان سے اپنے بیٹے شیخ سیف اللہ کے دودہ پینے کو کچھ گائین بھیجی تھین۔ سنہ ۱۱۱۱ھ مین انتقال کیا۔

قطعہ تاریخ

جو نیمی مین تھے شیخ عبدالحکیم	جنان کی طرف اس جہان سے گئے
یہ تاریخ رحلت کہی شوق نے	بہشتِ برین کو یہان سے گئے
	۱۱۱۱ھ

محمد عبدالرشید سلمہٗ

فرزند دلبند مؤلف عفی عنہ امسال صفر کی تیسوین تاریخ اتوار کے صبحکو طلوع آفتاب سے کچھ قبل پیدا ہوا۔ محمد ابو النظفر اور محمد مظفر اسلام تاریخی نام قرار پائے۔ خداوند تعالیٰ ہمیشہ مکروہات سے محفوظ رکھے اور دولت علم و ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قطعہ تاریخ

شد چو پیدا پور من عبدالرشید	مایۂ آرام جان نور البصر
شوق گفتم زد رقم تاریخ سال	جلوۂ یکشنبہ و شہر صفر
	۱۱۳۰ھ

محمد عبدالشکور سلمہٗ

بن اخی مولوی محمد نذیر احسن صاحب نیموی۔ یہ میرے علاقی بھتیجے ہین۔ انکو شعر و سخن کا بھی شوق ہے کبھی کبھی کچھ نظم کر لیا کرتے ہین۔ جوش تخلص رکھا ہے۔ ۱۲۵۶ ہجری مین پیدا ہوئے۔ جناب اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب نے انکی ولادت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

قطعہ

چو شد ولادت عبدالشکور سلمہٗ	دلم زباد نسیم طرب چو گل بشگفت
ز فکر خویش چو سال ولادتش جستم	ظہور مردمک دیدۂ نذیر گفت
	۱۲۵۶ھ

اور مؤلف نے یہ تاریخ نظم کی ہے۔

قطعہ

چون جناب نذیر احسن را	داد فرزند خالق اکبر
بہر تاریخ فکر کرد چو شوق	خامہ ام زد رقم بلند اختر

۱۲۹۷ھ

شیخ محمد عبد العزیز مرحوم

بن شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم۔ نہایت با اخلاق آدمی تھے۔ برادری کا اعتدر خیال رکھتے تھے کہ کیسا ہی غریب ہوتا اوسکی برات مین ضرور شریک ہوتے۔ خدا جنت نصیب کرے۔ جسطرح وہ مرحوم اپنے پدر بزرگوار کے تابع حکم تھے اس زمانہ نا ہنجار مین ایسے لڑکے کم ہوتے ہین۔ ان سے ایک فرزند نرینہ پیدا ہوا تھا مگر دو ایک سال کا ہوکر فوت کر گیا۔ پھر کوئی اولاد نہوئی وہ مرحوم اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ موضع چرون مین بہدہ تحصیلداری رہتے تھے۔ یکایک بخار اور سرسام مین وہان مبتلا ہوئے ۱۴۔ رمضان ۱۳۰۳ھ مین راہی ملک بقا ہوے اور وہین مدفون ہوئے۔

قطعہ تاریخ

شیخ عبد العزیز نیک صفات	صاحب عقل و فہم و دانش و علم
کرد چون فوت شوق سال گفت	شیخ عبد العزیز جامع علم

۱۳۰۳ھ

محمد عبد الغفار سلمہ

بن شیخ لیاقت حسین بن شیخ صفدر حسین عرف شیخ منگو بن شیخ جلال الدین عرف شیخ چمن دار وغہ بن شیخ مظفر حسین عرف شیخ کہیڑن مرحوم ساکنان موضع ڈیانوان۔ جناب شیخ امانت التوحید صالحوری مرحوم اور میری عمہ محترمہ کے نواسے ہین۔ سنہ ۱۲۹۰ ہجری کے ۱۴۔ رجب کو ڈیائن مین پیدا ہوئے۔ غفار انکی تاریخ ولادت فصلی ہے۔ لڑکپن ہی مین انکے سر سے انکے والدین کا سایہ اوٹھ گیا۔ انکی نانی صاحبہ نے انکو اپنے آغوش شفقت مین پالا۔ یہی مین نشو و نما پائی۔ سنہ ۱۳۰۹ھ مین جناب شیخ فضیلت حسین ساکن بنگلہ بن شیخ فرخ حسین مرحوم

عظیم آبادی کی لڑکی سے انکا بیاہ ہوا۔ اس تقریب میں مؤلف کو جانبین سے نظم میں رقعات کہنا پڑے بلکہ تولید کا رقعہ بھی مؤلف ہی نے نظم کیا۔ وہ رقعات ہدیناظرین ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام چہرہ آرائے معانی — علی بندِ عروسِ نکتہ دانی
ہمانا عطر بیزِ نکہتِ گل — بہ گلشن نغمہ پردازِ بلبل
بہم پیوند سازِ لفظ و معنی — خجابندِ کفِ دستِ تمنا
ز گل آویزہ گوشِ چمن ساخت — سمن را مشک بیز و سیمتن ساخت
فلک را داد طوقِ ہالہ ماہ — بہر شش خلعتِ زرّینِ نوشاہ
نسیمِ صبح را داد آن تجمل — کہ شد مشاطۂ گیسوئے سنبل
پئے ہر طالب آمد عین مطلوب — جنابِ مصطفےٰ را ساخت محبوب
رسولے کو امامِ انبیا گشت — غلط کردم حبیبِ کبریا گشت
شبِ معراج شد بر عرشِ اعلیٰ — مقامش قاب قوسین است ادنیٰ
ہمانا فانکحوا ما طاب فرمود — طریقِ انبیا از لطف بنمود
سلامم بر روانش دائما باد — بر اصحابِ کبار و آلِ امجاد
کنون در خدمتِ بحرِ مروت — دُرِ بیضائے دریائے محبت
گرامی منزلت بازیب و زین است — کہ نامِ او فضیلت بآئین است
پس از عرضِ سلامِ سنت آمود — کند صندل حسین اظہار مقصود
بہ بست و شش ازین ماہِ پُر انوار — شود نوشہ عزیزم عبد غفار
بہ فتوحہ کہ ہست او جائے دلکش — شود با دخت شان عقدِ نکاحش
بہ بست و پنجمین از ماہِ شوال — رود در پنجابرات آن خوش اقبال
بزیرِ سایہ ات آرام گیرد — بہم رسمِ برات انجام گیرد
بپاسخ عنبر افشانی نمایند — لبِ حرفِ تمنا وا کشایند

جواب نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام حلی بخش بازوئے فن — خجابندِ دستِ عروسِ سخن

شفق را ردائے عروسانہ کرد — بباد سحر سبزہ را شانہ کرد
بہ برگِ چمن خلعتِ سبز داد — ز گل بر سرش تاجِ زرّیں نہاد
فلک را ز عقدِ ثریا نواخت — بہ مہر رہا زیورِ چرخ ساخت
بقرآں کہ ہست آیۂ فانکحوا — فلا تبغوا آمد ہم از حکم او
رسولِ عرب را طلب کرد پیش — بہ بزمِ ازل کرد محبوب خویش
رسولے کہ بادش صلوٰۃ و درود — نکاحِ خودش با خدیجہؓ نمود
بہ عثمانؓ سپرد ام کلثوم را — رقیہؓ ہم او را نمودہ عطا
ابو العاص را زینبِ پاکؓ داد — علیؓ را بتولِ خجستہ نہاد
پس از حمد و نعتِ رسولِ خدا — فضیلت حسین است عرض آشنا
کہ در وقتِ خوشنامۂ مشکبار — دل افزا بر نگِ گلِ نوبہار
سطورش چو گلہائے سنبل عیاں — روان جدولش ہمچو نہرِ جناں
سوادش دلاویز چون زلفِ حور — بیاضش طرب خیز مانند نور
مدادش چو مشکِ ختن عطر بیز — حروفش گہر سنج و یاقوت ریز
بدستِ فرستادگانت رسید — دلم گشت خنداں چو صبحِ امید
بہ بزمِ طرب رونقِ تازہ یافت — رخِ شادی و مژدۂ غازہ یافت
ز تحریرِ عالی شدم شادماں — زہے خانۂ من خجستہ مکاں

رقعۂ نوید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنامِ حسن بخشِ شاہدِ عید — خجستہ عرضِ من صبحِ امید
بہار افروزِ رنگِ چہرۂ گل — طرازِ نغمہ آہنگِ بلبل
محمدؐ را عنایت کرد مجید — کہ پہلوئے احد شد میمِ احمد
بنائے این جہان تا ہست قائم — سلامم بر روانش باد دائم
پس از حمدِ خداوند و نعتِ احمدؐ — گزند صفدرِ حسین اظہارِ مقصد
بہ بستِ دہ نجمین از ماہِ شوال — محمد عبدِ عفا رخوش اقبال

سنہ ۱۲ اشارہ دہست بہ آیۂ کریمہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث و رباع فلا تبغوا علیہن سبیلا ۱۲ منہ

رود نگلہ برات او بسامان	چو کوکب با گرد ماہ تابان
امیدم ہست از احباب یشان	ز تشریف خود م سازند شادان
ز خاک پائے خود ممتاز سازند	مرا از مقدم والا نوازند

محمد عبد الغفور نیموی

اخی مولوی محمد نذیر احسن صاحب کے منجھلے بیٹے ہین۔ نہایت ذہین و فطین ہین۔ آج کل ان آ
ہین پڑھتے ہین اصغر انکا اور صغیر انکے چھوٹے بھائی محمد عبد القبور کا تاریخی نام ہے۔

محمد عبد الغفور مرحوم

بن شیخ فدا علی بن شیخ قادر علی بن شیخ قاسم علی نیموی۔ نہایت نیکبخت تھے افسوس ۱۳۰۰ھ مین انتقال کیا

غم عبد الغفور جانکاہ است	بیز غد دل صدائے ہائے غفور
سال تاریخ رحلتش جستند	دل من شوق گفت وائے غفور
	۱۳۰۰ھ

منشی عبد القادر

بن شیخ ریاض علی مرحوم بن شیخ زین الدین بن شیخ مہر علی مغفور۔ یہ اور انکے پدر بزرگوار دونون ہمیشہ معزز عہدون پر مامور رہے۔ فی الحال بوگلی مین کسی عہدہ سرکاری کے ملازم ہین۔ میان محمد عثمان نیموی انکے چچا ہین۔ نہایت نیک آدمی ہین۔ انکے آبا و اجداد بنارس کے رہنے والے تھے اور یہ خود ایک جگہ نہین رہتے نوکری کے ذریعے سے مختلف مقامات مین انکو رہنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ مگر غرض سے نیمی ہی گویا انکا گھر ہے ←

محمد عبد القیوم سلمہ

بن شیخ عبد الزمان نیموی بن شیخ مدار بخش بن شیخ عشرت علی مرحوم۔ خدا عمر طبیعی عطا کرے۔ یہ لڑکا میرا حقیقی بھانجا ہے۔ چھبیسوین رمضان روز جمعہ کو ۱۲۷۷ھ مین پیدا ہوا۔ مین نے یہ تاریخ صوری و معنوی لکھی۔

گشت مولود چو عبد القیوم روز آدینہ مہ صوم و قیام

سال تاریخ رفتم کردم شوق	بود بست و ششم ماہ صیام ۱۳۰۰ھ

شیخ محمد عبداللہ مرحوم

بن شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم - انکا جثہ اگرچہ بہت ہی لاغر تھا - مگر دل کے بہت بڑے شیر تھے - ایک دفعہ موضع کوسرہ مین بحیثیت تحصیلداری مقیم تھے - وہان کے اسامی بگڑے ہوئے تھے - ایکروز سب مل جل کے انکو مار ڈالنے کو ٹوٹ پڑے - اور یہ جس مکان مین تھے اوسکو گھیر لیا - پھوس کا مکان تھا چاہتے تھے کہ کسی طرح اندر گھسکے انکا کام تمام کردین - حسن اتفاق سے انکا گھوڑا اندہی تھا - جلد لگام چڑھا کر اوسپر سوار ہوئے اور بسم اللہ کہکے جو ایڑ لگائی تو وہ راہوار تیز رفتار مکان پھاند کر صاف باہر نکل آیا - عجلت مین ایسی گلی اختیار کی کہ آگے بڑہ کے نکلنے کا راستہ نہ تھا - کوئی مکان حائل تھا - جب یہ اوسکے قریب پہونچے تو مکان حائل دیکھکر ششدر ہوے - اتنے مین وہ گھوڑا قریب آپہونچی - پھر انھون نے ہمت مردانہ سے کام لیا بسم اللہ کہہ کے پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی - وہ گھوڑا اوس مکان کو پھاندتا ہوا باہر نکل آیا - پھر کیا تھا دم بھر مین وہان سے آندھی ہوگیا - مخالفین اوسکے گرد تک نہ پھٹک سکے - انکا بال بیکا نہ ہوا - غرضکہ یہ بڑے چست و چالاک تھے - مگر افسوس کہ عین جوانی مین اپنے بوڑھے باپ کو داغ جدائی دے گئے - دم طحال مین مبتلا ہوئے - بہت کچھ علاج کیا کچھ سود مند نہوا آخر ۲۵ - جمادی الاخری شب جمعہ کو ۱۳۰۰ھ مین انتقال کیا - آخی جناب منشی محمد ظہور احسن صاحب نے یہ تاریخ لکھی -

بست و پنجم از جمادی آلاخرہ	چون ردائے نصف شب بر سر کشید
ناگہان آواز گریہ شد بلند	شور فریاد و فغان آمد پدید
کرد عبداللہ مرحوم انتقال	حسرت و افسوس شد از حد مزید
بہر سالش زد رقم کلک ظہور	روح عبداللہ در جنت رسید ۱۳۰۰ھ

شیخ محمد عثمان

بن شیخ محمد یعقوب مرحوم بن شیخ امجد علی بن شیخ ناد علی بن شیخ غلام خضر بن شیخ معصوم علی

غفراللہ لہم ۱۲۱۳ھ مین پیدا ہوے۔ غفور تاریخی نام ہے۔ انکے آبا و اجداد موضع مہکار کے رہنے والے تھے۔ انکے نانا جناب شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم تھے لہذا انکا قیام برابر نیمی ہی مین رہا اور آجتک یہین بود و باش اختیار کرکے رہتے ہین۔ حال مین انکے ہاتھون عجب واقعہ ہوا۔ یہ اور انکے چند احباب سرخاب شکار کرنے کو بندوق لیکر پچھم ٹال کیطرف چلے۔ اور اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کا ایک بیل جو جوان اور طاقت ور تھا۔ ساتھ لیچلے کہ اسی کی آڑ مین شکار کھیلین گے۔ جب منزل مقصود کو پہونچے تو دیکھا کہ جھیل مین بیشمار سرخاب پڑے ہوے ہین۔ اوسی بیل کی آڑ مین چھپکر اون سرخابون کی طرف چلے۔ آگے آگے وہ بیل تھا اور پیچھے پیچھے یہ تھے۔ ہاتھ مین انگریزی بندوق تھی۔ اوسپر ٹوپی چڑھی ہوئی تھی۔ جب شکار کے قریب پہونچے تو ہر چند گھوڑا گرا ہوا تھا مگر کچھ ایسی حرکت پہونچی کہ وہ بندوق خود بخود دغ گئی اور ہر وہ شکاری بیل نیل گاؤ کی طرح شکار ہوکر گرا اور ادہر انکے ہوش و حواس فاختہ ہوگئے۔ جب آپ مین آئے تو بیل کو ذبح کیا اور گوشت پوست علیحدہ کرکے گھر لائے۔ خیریت یہ ہوئی کہ بیچارہ بیل ہی شہید ہوا۔ ان لوگون پر کچھ آنچ نہ آئی۔ نہین تو شکار کرنے گئے تھے خود شکار ہو جاتے ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت +

شیخ عشرت علی مرحوم

بن شیخ صلیح الدین منیری بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد جعفر بن شیخ عبدالحی غفراللہ لہم تراسی برس کی عمر مین جمعہ کے روز ۳۰ رمضان کو ۱۲۸۳ ہجری مین انکا انتقال ہوا۔ شیخ سخاوت حسین اور شیخ لیاقت حسین اور شیخ عبداللطیف منیری انکے صاحبزادے ہین جو اپنے باپ کے یادگار ہین۔ انکے بڑے صاحبزادے شیخ مدار بخش مرحوم نے انکے سامنے ہی انتقال کیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قطعہ تاریخ

شیخ عشرت علی پاک نہاد	زین جہان رفت سوے ملک جنان
سال فصلش گفت شوق حزین	بود آدینہ سی ام رمضان ۱۲ فصلی

لہ مہکار کا اصلی نام مہکال تھا۔ بجواے کا لفظ ہین لام ہی سے یہ نام پایا جاتا ہے۔ مگر اب عوام و دیگر برادر مہکار بولا جاتا ہے

شیخ عنایت کریم

بن شیخ ناصر علی نیموی بن شیخ اصغر علی مرحوم - جوانی مین یہ نہایت جسیم قوی اور بہت بڑے پہلوان تھے کتنے معرکے دیکھے ہوئے تھے - ایکدفعہ عجب اتفاق ہوا کہ کسی زمین کے لیئے چند راجپوتون سے مخاصمت کی نوبت آگئی - یہ بیچارے خالی ہاتھ تھے اور ان کے حریف ایک تو خود نہایت قوی تھے دوسرے اونکے ہاتھون مین تلوارین تھین - وہ لوگ انپر ٹوٹ پڑے اور خون کے پیاسے ہوگئے - تلوارین چلانے لگے - بجلیان چمکانے لگے - انکے ہاتھ مین ایک پتلی سی لاٹھی تھی اوس سے اپنا جوہر دکھانے لگے - تلوارون کے وار سے وہ لاٹھی سر کی طرف سے تھوڑی تھوڑی ترشنے لگی - یہان تک کہ بہت ہی چھوٹی ہوگئی اور کسی کام کی نہی اوسوقت نہایت جرات سے حملہ کرکے ایک راجپوت کو پکڑ کے زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ کر اوسکی تلوار کا قبضہ اپنے قبضے مین کیا قریب تھا کہ اوسکا اور اوسکے ساتھیون کا کام تمام کردیتے کہ ایک دوسرا راجپوت جھپٹ کر آیا اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ ان کے ہاتھ کا قبضہ جدا ہوگیا - تلوار چھوٹ گئی اور وہ حریف انپر وار کرنے لگا یہ حالت دیکھ کر اپنے حریف مغلوب کو چھوڑ کر شیر ببر کی طرح اوسپر حملہ آور ہوے اور دوسرے ہاتھ سے بہت مردانہ و جرات رستمانہ دکھانے لگے - آخر حریفون نے پیٹھ پھیری اور میدان و معرکے سے جان بچاکے رفوچکر ہوگئے - واہ ری ہمت مردانہ کہ دشمنون مین گھر گئے - تلوارون کا سامنا ہوگیا - پھر بھی میدان سے منہ نہ موڑا - آخر ہاتھ قلم ہوگیا بیسون زخم کاری کھاگئے مگر کچھ پروانہ کی ؎ جو امردان ثابتقدم کسے رو + ہمین میدان ہمسین چوگان ہمین گو + جب دشمن بھاگ گئے - یہ مکان پائے زخمون پر پٹیان باندھی گئین - فوجداری مین مقدمہ دائر ہوا - مخالفین پر جرم ثابت ہوا - کالے پانی بھیجے گئے - یہ حضرت ابتک زندہ ہین ضعیفی کے سبب سے وہ جثہ نرما - صوم و صلوٰۃ و درود و وظائف کے نہایت پابند ہین +

غلام حسن مرحوم

ولد شیخ بارالله بن شیخ فیض الله مرحوم نیمی کے رہنے والے تھے - ۱۲۹۳ھ تک زندہ تھے

باقی حال کچھ معلوم نہین +-

شیخ غلام حیدر مرحوم

ابن شیخ حمید الدین بن شیخ محمد واصل مرحوم - ممپور کے رہنے والے تھے - خدا جنت نصیب کرے - ۱۲۹۰ھ مین انتقال کیا -

قطعۂ تاریخ

اجل آمد غلام حیدر را	سوے جنت گرفت روحش راہ
سوق تاریخ زد رقم کلکم	شیخ مرحوم پاکباز آہ آہ
۱۲۹۰ھ	۱۲۹۰ھ

محمد فرید الحسن فرد

ولد اصغر حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی مرحوم - یہ میرے عینی برادر ہین - ۱۲۸۱ھ مین پیدا ہوے - جب مین غازیپور مین تھا تو یہ میرے ساتھ تھے اور مجھسے عربی پڑھتے تھے - وہان اکثر شعر و سخن کے جلسے ہوا کرتے تھے - دیکھا دیکھی انکو بھی شاعری کا شوق بھرکا فرد تخلص رکھا - کبھی کبھی فکر کرکے کچھ کہہ لیا کرتے تھے - ایک مثنوی نیرنگ الفت نام نظم کی جو پہلے لکھنؤ مین پھر دوبارہ صحت کے ساتھ اپنے آف انڈیا پریس آرہ مین چھپی ہے - جب مین لکھنؤ چلا گیا انکا پڑھنا چھوٹ گیا شعر و سخن سے بھی دل سیر گیا - چند غزلین جو کہی تھین انھی بے پروائی سے گم ہو گئین - یہ کچھ دنون غازیپور مین رہے پھر عظیم آباد چلے آئے - اور سروینگ مین نام لکھایا - امتحان مین بفضلہ پاس ہو گئے عرصے سے سرکاری ملازم ہین - انکی گم شدہ غزلون مین سے چند اشعار جو یاد تھے وہ یہان لکھے جاتے ہین -

جب پوچھا ہون ادن سے کہ دل کیا ہوا	کہتے ہین ناز سے کہ خدا جانے کیا ہوا
ہم خوب روئے جانکے اپنا شکستہ دل	دیکھا جو جام مے کوئی ٹوٹا پڑا ہوا
دل قفس مین ہے ہمارا زلف مین کنگھی نہ کیجئے	پھندے سے چھوٹ جائیگا طائر پھنسا ہوا
آیا ہے مین خیال کسی گلعذار کا	گلشن مین کوئی پھول جو دیکھا کھلا ہوا

رکھتے ہو دل سے فرد محبت تو کوئی اسکو

عالم مین کب کسی کا کوئی آشنا ہوا

جب سے عشق میان یار ہوا
شکل مو گل کے جسم زار ہوا

کی جو آ بوے چشم کی اُلفت
وحشیون مین مرا شمار ہوا

بوے وحشت نے کیا بڑھائے ہاتھ
کیون گریبان تار تار ہوا

داغ مرجھا گئے مرے دل کے
ختم اب موسم بہار ہوا

عشق کی راہ مین عجب اے فرد
جو گیا وہ ذلیل و خوار ہوا

تا لب گور خیال نے لا رکھے
میرے سر کی قسم وہ کھا نہ سکے

کام کیسے روز آوگے اشکو
جب لگی دل کی تہ بجھا نہ سکے

تھا جو افشاے راز کا کھٹکا
خواب مین بھی مرے وہ آ نہ سکے

خانہ دل مین وہ جو آئے بھی
درد اپنا اونھین دکھا نہ سکے

عمر بھر جنکے ناز اوٹھاتے رہے
میری میت وہی اوٹھا نہ سکے

لاکھ پردہ کیا محبت کو
مگر اے فرد ہم چھپا نہ سکے

تذکرہ یادگار خضیم مین جناب نسیم حیدرآبادی نے انکا ترجمہ لکھا ہے۔ اور ان کے یہ متفرق اشعار درج کیے ہین۔

ادا مین نازمین انداز مین رعنائیان کلیم
ہزارون نوجوانون مین تمھین کیتا جوان نکلے

دل و جان سب نے کی ہے جدائی دشت غربت مین
جنھین ہم دوست سمجھے تھے وہی نامہربان نکلے

شب ہوس زلف مین بیکار ہے کاوش
حاصل بھی بلا مجکو تو زنجیر کا دانہ

بے شبہہ اوسے دشمن کی گرمی نے جلایا
کالا ہے جو خال بت بے پیر کا دانہ

جلاتی ہے سموم نفس گرم شب و روز
سرسبز ہو کیا اس دل دلگیر کا دانہ

کسی صاحب نے بہت مشکل زمین سمجھ کے اسمین غزل کہنے کی فرمایش کی تھی۔ پندرہ سولہ شعر لکھے تھے اونمین سے صاحب تذکرہ نے اپنے مذاق کے موافق تین چار شعر انتخاب کیے۔ باقی شعر یاد نہین کہ مین درج کرون اور بقیہ اشعار کے لطف دکھاؤن۔

شیخ فقیر اللہ مرحوم

بن شیخ محمد اعظم بن شیخ زکی الدین نیموی۔ خدا بخشے ان کے زمانے مین نیمی مین میمون

عجب رنگا رنگ بہار باستگین فوجداریان ہوتی ہین - آخر نیمی والون نے معرکہ مارلیا حریف کے دل پر اپنی بہادری کا نقش بٹھا دیا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تالاب سے نیمی و بان کے شرفا کے قبضے مین چلی آتی تھی - ہر شخص اپنے اپنے حصے پر قابض تھا ۱۱۹۵ فصلی مین مسٹر ٹامس لا صاحب نے بندوبست دہ سالہ کے زمانے مین یہ حکم دیدیا کہ جس موضع مین چند شرکا ہون سرکاری مالگذاری داخل کرنے کو ایک شخص مقرر کرکے اوسی کے نام درخواست داخل کرین - شرکا سے نیمی نے شیخ محمد اعظم نیموی کو اس کام کے لیئے تجویز کیا اور انھین کے نام سے درخواست دی - لہذا کتاب بندوبست مین انھین کا نام درج ہوا - چند مہینے گزرے تھے کہ ۱۱۹۶ فصلی ماہ پوس مین انکا انتقال ہوگیا شرکا سے نیمی نے جناب شیخ اکبر علی نیموی مرحوم کو مختار بنایا - جناب مرحوم برسون نہایت ہوش و گوش کے ساتھ کام انجام دیتے رہے -

اوس زمانے مین پائندہ پور کے ایک بزرگ سید امین الدین نامی تھے جنکا لقب میر بقچہ تھا وہ ایسے ہوا کے تھے کہ جوار بھاٹہ مین اونکی دھاک بندھی ہوئی تھی - اڑائی چڑھائی کی بدولت جیانی نے تک کی ہوا کھا چکے تھے - اوھون نے چاہا کہ کسی حیلے نیمی کو دخل کیجے اپنا سکہ بٹھایئے شیخ فقیر اللہ سے یہ فقرہ جڑا کہ یہ کالون تمھارے باپ کے نام سے بندوبست ہے اگر تم آدھے آدھ کا شریک کرو تو مین یہان کے لوگون کو لڑ بھڑ کے بیدخل کردون - وہ انکے دام مین آگئے - ان کے ایک چھوٹے بھائی تھے جنکا نام احمد علی تھا وہ بھی متفق الرائے ہوئے - غرضکہ دونون سے میر بقچہ نے ۱۱۹۸ فصلی مین اپنے چھوٹے بھائی میر رحمان اللہ کے نام شرکتنامہ بالمناصفہ لکھوایا - جب نامہ تیار ہوا تو میر بقچہ اپنا قبضہ کرنے کو اور خلعہ لوٹ لیجانے کو مورد فتح کی طرح گھات لیکر نیمی آ پہونچے اون دونون بھائیون نے میر بقچہ کا ساتھ دیا - باقی حضرات سب ایکطرف ہوگئے - چھوٹے بڑے مقابلہ کرنے کو تلوارین لاٹھیان گراسے لیکر باہر

لہ آبپاشی معاملہ دفعت نے کسی قسم مین اسارہ سے لیکر امن تک کہ برسات کا زمانہ ہے چار مہینے بھاٹے کے بقچے کو باندھ دیا - اسٹ صاحب کے یہان اپیل دائر ہوئی وہ ایک قابل انگریز تھا - اوسنے فیصلہ بحال رکھا اور چونکہ بقچے برسات بھر بندھتے ہین کہ برسات کی ہوائے ناقص سے کپڑے خراب ہون اور بعد گزر جانے برسات کے دھوپ کھانے کو کھولے جاتے ہین اوسنے یہ لطیف نکتہ اپنے فیصلے مین لکھا کہ بقچہ بندھا رہنے سے کشایہ بعد ایام برشکال بواسطے تاب آفتاب کے کردہ خواہد شد ۱۲ منیجر

نکلے۔ دونوں گھاریان مل گئین قیامت کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تلوارین چلنے لگین۔ گتھ پڑنے لگے۔ کسی کا سر پھٹ گیا کسی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ شیران جنگی بپھرنے لگے۔ بزدلی کانپنے لگی۔ امن و امان کے گوشے ڈھونڈھنے لگے۔ بہادران نیمی نے وہ مردانہ وجراءت دکھائی کہ مرہٹون کے قدم اوکھڑ گئے۔ حوصلے پست ہو گئے۔ بات کی بات مین اُدھر کی گھٹا نے پیٹھ دکھائی۔ میر تقچہ نے سخت ہزیمت اوٹھائی۔ مگر پھر بھی اونکا حوصلہ پست نہ ہوا۔ شب ہر بوتک مچائی۔ غلہ اوٹھا لیجانے کے لیئے متواتر بائیس فوجداریان کین۔ طرح طرح کی سعی آزمایان فرمایین۔ مگر کبھی سرسبز نہوے ایک دانہ نصیب نہ ہوا۔ برابر نیمی والون ہی کے ہاتھ کھیت رہا۔ اور آخر کو یہ پہونچی کہ سرکار نے شیخ فقیر اللہ سے ہزار روپے کا مچلکا لیا۔ کہ پھر خورد و نہونے پائے جب فوجداریون سے میر تقچہ کی دال نہ گلی تو ورنا نے شیخ محمد اعظم سے یہ درخواست دلائی کہ زمانہ بندوبست سے نیمی ہمارے باپ کے قبضے مین رہی اونکے انتقال کے بعد ہماری والدہ نے شیخ اکبر علی کو مختار بنایا اوسوقت ہم لوگ لڑکے تھے برسون وہ مختار رہے منافع وہی حاصل برابر ادا کرتے رہے۔ جب ہم لوگون نے ہوش سنبھالے تو مختار سابق کو بوجہ تصرفات بیجا برطرف کرکے سید ریاض الدین کو مقرر کیا۔ اسپر نیمی کے لوگ متفق ہوکر گئے اور بیدخل کر دیا اور کہلا بھیجا نیمی نے اس عرضی دعوی کا جواب نہایت مدلل و مسجع لکھا اور میر تقچہ کی شرارت ثابت کی پیام یہ بھی لکھا کہ امین الدین عرف تقچہ کہ آفت روزگار و مشتری زمانہ در تمام منلع و تا بحضور حاکم عالی شان مشہور و معروف است مدعیان را در غلانیدہ از نام ریاض الدین برادر خود شرکت با نامہ نوازمدعیان نویسانیدہ حاکم وقت نے بعد معائنہ کاغذات و مباحثہ وکلا کے مقدمہ دخل کیا۔ اور ۱۰ دسمبر ۱۸۱۰ء کو ایک طولانی فیصلہ لکھا جسکا ایک فقرہ یہ ہے کہ دعوی مدعیان باطل محض و سراپا بے اصل متصور است و صاف متحقق و مبرہن است کہ امین الدین عرف تقچہ کہ مردم بدنام و بشعار اغواے مردمان مشہور و معروف است مدعیان را در غلانیدہ شرکت قسمت مقرری موضع مذکور از نام ریاض الدین حسین برادر خود نویسانیدہ گرفت اول بجہت دخل در موضع مذکور ہنگامہ و گوبار برپا ساختہ مصدر انواع بدعت و فساد گشتہ۔ اس فیصلے کے بعد تقچہ صاحب ڈھیلے ہو گئے۔ شیخ فقیر اللہ کو فتح حاصل ہوئی۔ کچھ دنون بعد انتقال کیا۔ انکے بیٹے شیخ مبارک علی مرحوم موضع سریانوان ضلع مرزاپور مین جا بسے۔ افسوس نیمی مین کوئی انکا نام لیوا نہ رہا +

شیخ فیض اللہ مرحوم

یہ بزرگ مینپوری کے رہنے والے تھے۔ انکو کتاب لکھنے کا بہت شوق تھا۔ زبدۃ المنشات[1] وغیرہ کتابیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فقیر کے کتب خانے میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سو برس سے زیادہ انکا زمانہ نہیں گزرا +۔

[1] اس کتاب میں خواجہ عبد اللہ تاجر عظیم آبادی المتوفی ۱۱۰۰ھ کے رقعات ہیں جنکو تاجر کے بیٹے خواجہ محمد یحییٰ نے جمع کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے ترجمے تذکروں میں موجود ہیں۔

اس کتاب میں ایک عجیب و غریب عبرت انگیز و حسرت آمیز قصہ بنام شاہزادہ مرزا جوان بخت بہادر ولد [illegible] بہادر درج ہے جسکا خلاصہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہم نقل کرتے ہیں کہ عظیم آباد کی مچھوٹی پٹن بی بی میں محمد حسن نام ایک نوجوان شریف زادہ تھا جسکو فارسی اور حساب میں کمال مہارت تھی۔ ایکدن صبح کو گنگا کنارے ٹہلنے کو گیا وہاں کسی حسابن کی ایک نہایت حسین نوجوان لڑکی پر نگاہ شوق پڑی خاصہ دونوں کے ساتھ گنگا اشنان کو بھیجی۔ میاں حسن دیکھتے ہی ادھر غائص ہو گئے پھر تو طرح طرح کی حیلتیں حیلیں۔ کڑیاں اوٹھائیں۔ کبھی مجنوں وار اسکے کوچے میں ہو پہنچے۔ کبھی جوگی اور کبھی پنڈت بنکر اوسکے یہاں آئے۔ آخر کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ پری وش انکے ہاتھ لگی۔ عہد و مواثیق بھی حضرت عشق اپنی خیر نگیان دیکھتے رہے۔ اگر دم بھر بھی جدائی ہو جاتی تو دونوں کا عجب حال ہو جاتا۔ اتفاق سے ایک سال میاں حسن مچھلی شریف لیگئے۔ جب وہاں سے پھرے تو کشتی تباہی میں پڑی۔ کچھ لوگ نکلے کچھ ڈوب گئے۔ یہ غریب ڈوبتا اوتھلتا۔ دور جا پڑا۔ اور بڑی خرابی زدہ دریا سے نکلا مگر یہاں لوگوں نے اسکے ڈوب جانیکی خبر اڑا دی۔ جب شام سندر نے اپنے جانباز عاشق اور وفادار شوہر کے ڈوب جانے کی خبر سنی دل پر کچھ ایسی چوٹ کھائی کہ وہیں اوسکی جان نکل گئی۔ اور اوسکی پاک روح کئی روز تک برابر گنگا پر جب دریائی لباس میں آدھی رات کو آسمان سے اوترتی رہی اور حسن کا نام لے کر چلاتی رہی شام سندر کے مرجانے سے ہمارے حسن پر جو حال ہو گیا مجنوں وار ادھر ادھر پھرنے لگا ایکدن لوگوں کی زبانی اوس شعلۂ آسمانی کا حال سنا خویش خویش گھر پہنچا۔ نہا دھو کر کپڑے بدل ڈالے اور یہ عبرت انگیز و حسرت آمیز تحریر لکھی۔ اے اہل زمانہ و احباب خیر اندیش تمام از حال من آوارہ کوچۂ محنت و عذاب و گرد شتہ جرخ بیمہر محمد حسن آگاہی نمایند۔ و نامۂ عشق خانہ انگیز کہ بسینہ ام شرر ریز بیا کردہ دکاشانۂ دلم را خاکستر سیاہ نمود۔

ازان بیخبر ہستید۔ شمعِ خیکہ دلم را پروانہ وار کردہ و آخر در سوگ من جان دادہ۔ درحقیقت دختر ہا چنیں بود
کہ واقعہ اش پُر سوز و حسرتناک است۔ روزے بلب دریا او دو چار شدم تیرِ عشقش بجگر رسید۔ تہا در فراق
خونِ دل خوردم و سر بسینہ و بیقرار خاک بیز یہا کردم۔ گاہ بہوائے دیدار بکوچۂ دلدار بیرون وار پا کشیدم و
گاہ بصورتِ جوگیان مستانہ وش بآستانہ اش رسیدم و گاہی زمانت چند بلباس برہمنان مصروف
گھتا خوانی ماندہ شربتِ دیدار یار چشیدم۔ چون نوبت عروسیش رسید بخانہ اش چنان آتشے سر کرفت
کہ بطرفۃ العین نمونہ آتشکدۂ پارسی گردید ہر کسے راہ نجات میسر شد و کسے پروائے عروس نداشت۔
در آنوقت من دل سوختہ بتبدیل لباس در آنجا حاضر بودم بمعائنہ این حادثۂ جگر سوز او را در آغوش
خود گرفتہ از دریچہ بیرون کردم و بخانۂ خویش آوردم۔ چون وقت شب بود و ہنگامہ ما بر پا کسی را خبر
و تعرضے نساخت۔ ہمگنان دانند کہ چون بخانہ ہا جن آتش برافروخت دختر شش نیز اندرون خانہ
بسوخت۔ چون عشق من پاک بود خواستم کہ بعزت و آبرو بخانہ اش رسانم آن شعلہ رو دم سر کشید
و راضی نگردید۔ آخر الامر بجالہ نکاح خود در آوردم۔ این مختصر است از واقعات گزشتہ کہ از احبائے من
میر محمد رضا کہ فی الحال بدہلی ہستند مفصلاً آگاہی دارند۔ از ایشان پرسیدنی است۔ درین تبصرہ
زمان آنچہ بر سرم گزشت حاجت بیان ندارد۔ اکنون بہ تحقیق پیوستہ کہ از چند روز بعد نصف شب شعلۂ
بشکل ہودج از آسمان سر میزند و بہ آن روے دریا فرود می آید و تا دیر سہ بیقرار میماند و بصدائے
حسرت آمیز و لہجۂ درد انگیز مرا یاد میکند نیک دانستم کہ روح پاک آن غیرت حور لقا نی بہ ہودج نورانی
بتلاش من زندہ در گوری آید۔ بہمہات بہمہات کہ من زندہ ماندم و دعوی عشق بر زبان راندم عمدم
بالجزم دارم کہ بہ آن شعلۂ آتشین پیوستہ جان بجانان سپردہ آتش شوق را بآب وصال فرو نشانم
چشم کہ ہمگنان در حق من دل سوختہ دعائے مغفرت سازند و از صدمۂ فراق و درد ہجران بہ نوحہ زاری
نپردازند۔" حسن یہ خط جیب میں رکھ کر اپنے احباب کو ساتھ لیکر کشتی میں سوار ہوا۔ شام کے وقت
گنگا پار جا پہونچا اور آخر بعد رد و کد دہین بستر لگایا۔ آدہی رات گزر جانے پر آسمان سے وہ شعلہ اور ا
در ہر طرف دوڑنے لگا اور حسن حسن پکارنے لگا۔ حسن نے وہ تحریر جیب سے نکالی اور ایک دوست کے
حوالہ کی اور آپ دوڑکر اوس شعلے سے جا ملا۔ پھر خدا جانے اوسکا جسم خاکی کیا ہوا۔ جل کر غبار
کی طرح اوڑ گیا۔ یا دریا میں جا پڑا۔ مختصر یہ ہے کہ اوس مرحوم کی میت کا کچھ پتہ نہ لگا حضرت عشق
کے بھی عجب نیرنگ ہین۔ یہان نئی روشنی والے حضرات کی فہم و ادراک بھی دنگ ہین۔ اس شعلہ
کے واقعہ کو ملک الشعرا میر دہلوی نے بھی شعلۂ عشق مین نظم کیا ہے اور سرِ داستان یہ سرخی لکھی ہے

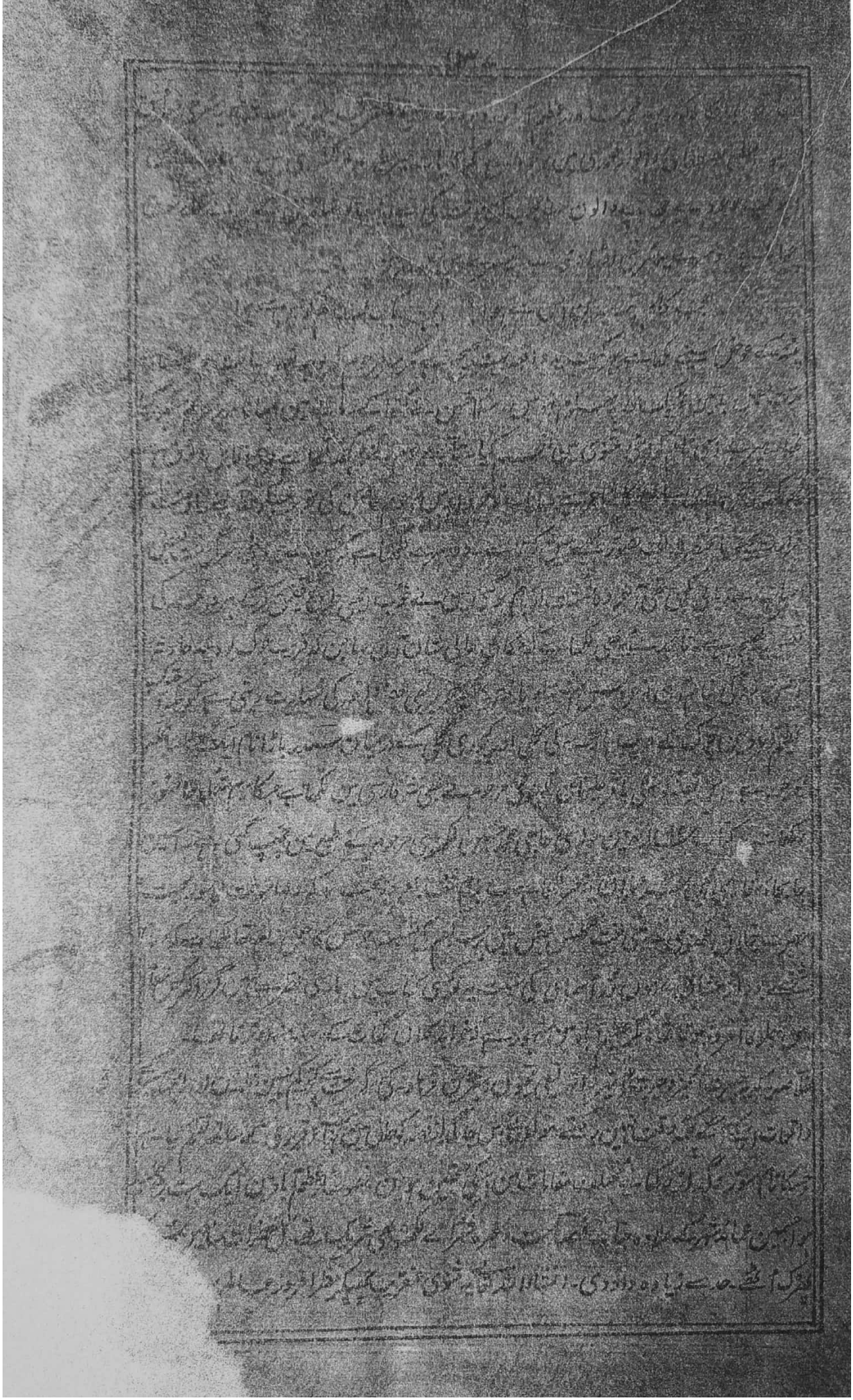

Scanned by CamScanner

محمد قابل مرحوم

عرف شیخ رفیع الدین - موضع کولاوان کے رہنے والے تھے - مخدوم بن انکی شادی ہوئی تھی - آخر یہین بود و باش اختیار کی ۱۲۱۵ھ تک زندہ تھے - بخارون کے جھگڑے مین یہی بزرگ پھنسے تھے اور آخر یہ شہر ٹیہ کر دہائی پائی ؎ ہست تاریخ شہ مجروح بحر پالان ٭ طوق زرین ہمہ در گردن خسرو بینم ٭

محمد قطب عالم مرحوم

بن شیخ محبوب حسین تیموی بن شیخ امداد حسین بن شیخ نور علی مرحوم - بی اے تک انگریزی پڑھے تھے - امتحان وکالت کا قصد رکھتے تھے - علم و معرفت مین نہایت قابل تر بن تھے - یہی مین جو انجمن قائم ہوئی ہے اوسکے سرگروہ یہی مرحوم تھے - امر بسن ۱۳ سال ہجدہ جانکاہ مین مبتلا ہوکر ۱۵ صفر کو ہفتے کی رات مین عالم شباب مین داخل جنت ہوئے - انا للہ و انا الیہ راجعون - تجہیز و تکفین کے وقت بادل گرجا یا آسمان سے پانی برسا - اسی روایت سے مینے یہ تاریخ لکھی ہے - ؎

قطب عالم کہ فخر یمنی بود	صاحب عقل و فہم و فطن و ہنر
کرد رحلت بہ ہفدہم جانکاہ	شب شنبہ ز ماہ صفر
ناگہش کرد چرخ نیلی فام	کہ بنا ان کہ دید گشت بسر
نالہ بار عدد ز بجوش و خروش	شد چنان بر زمین چون دل مضطر
رود و آہ سیہ سحاب گشید	تیرہ و تار شد جہان یکسر
آسمان اشک و چشم ما ابرم	شد بباطن زمین چو یم تر
دل من گفت سال تاریخش	گفت شد سوے خلد نام آور
	۱۲ ۱۳ھ

دوبیتی

قطب عالم بشوق حور و قصور	چون بباغ بہشت کرد خرام
امر حق زد رقم تاریخ	شد سوے خلد مایہ آرام
	۱۲ ۱۳ھ

Scanned by CamScanner

شیخ کریم بخش مرحوم

فرید پور کے رہنے والے تھے۔ منشی ابوالحسن صاحب نیموی کے اقارب مین تھے۔ یہی مین آکر رہے تھے۔ کچھ زیادہ زمانہ نہین گزرا۔ مگر تاریخ وفات کا کچھ پتا نہ لگا

شیخ کلیم اللہ ممبنوری

معروف بہ شیخ کلامی بن شیخ محمد ثنا کر مرحوم۔ نہایت زور آور آدمی تھے۔ یہ اور شیخ سیف اللہ نیموی دونون آپسمین کشتی لڑا کرتے تھے۔ معرکہ و میدان مین ساتھ رہا کرتے تھے۔ شیخ عشرت علی مرحوم کے نانا تھے۔ ۱۱۵۹ھ تک زندہ تھے غفر اللہ لہ

شیخ لعل محمد مرحوم

عرف شیخ روح اللہ ولد شیخ باب اللہ بن شیخ عبدالحلیم بن شیخ عبدالحکیم ممبنوری غفر اللہ لہم۔ ممبنور مین انکا بہت بڑا حصہ تھا۔ ابتدا مین نہایت خوشحال تھے۔ آخر عمر مین زمانہ انہیں کچھ تنگ ہو گیا تھا۔ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر قاسم کی لڑائی کے زمانے مین زندہ تھے۔ ممبنور مین انکے پڑپوتے شیخ محمد رفیق اور شیخ محمد وحید پسران شیخ ہدایت علی ولد شیخ خادم علی مرحوم انکے یادگار رہ گئے ہین۔

شیخ مان اللہ نیموی مرحوم

پرانے کاغذات کے الٹ پلٹ ڈالنے سے ظاہر ہوا کہ یہ بزرگ شیخ شیر محمد بن شیخ عبدالرزاق مرحوم کے بیٹے تھے۔ ۱۱۶۵ھ مین انتقال کیا۔ یہ بزرگ مؤلف کی جدہ حقیقیہ کے آبا و اجداد سے ہین۔ اللھم اغفر لہ۔

قطعہ تاریخ

کرد رحلت چو زین جہان بجنان	پاک دین پاک زاد مان اللہ
شوق تاریخ رحلتش گفتم	شیخ والا نہاد مان اللہ ۱۱۶۵ھ

ڈاکٹر محمد حسین تیموری مرحوم

ابن شیخ راحت حسین ابن شیخ بشارت علی ابن شیخ کفایت اللہ ابن شیخ سیف اللہ مرحوم
انکے حسرتناک واقعات لکھتے آنکھوں سے بیساختہ آنسو نکلے پڑتے ہیں۔ سن تین یہ مجھسے
دو تین برس بڑے تھے۔ یہ اور وہ دونوں لڑکپن ہی ایک ہی مکتب میں پڑھا
کرتے تھے۔ کھیل کود میں ساتھ رہا کرتے تھے۔ جب وہ فارسی کی چند کتابیں پڑھ چکے تو
ڈاکٹری پڑھنے لگے۔ اور محنت کرکے بہت جلد کامیاب ہوگئے۔ اور سرکار کے نوکر ہوگئے
چار پانچ برس تک لشکر کے ساتھ سپاہیوں کے علاج کے لیے دور دور جایا کیے ۱۲۹۹ھ
میں سفر سے گھر واپس آئے۔ اوسی سال اونکے ماموں جناب شیخ وصی احمد صاحب ساکن
سورہ سالار پور کی لڑکی سے اُنکی شادی ہوئی جسکی تاریخ مؤلف نے یون لکھی۔

انیس دل وجان محمد حسینم	چو شد کتخدا شاد ہر کہ دیدہ
بپے ماہ و ہم روز و سال زفاش	بگو شہر شوال ہم پنجشنبہ
	۱۲۹۹ھ

میں بھی اونکی برات میں شریک تھا اوسکے بعد پھر ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ آجتک
انکا وہی عروسانہ لباس میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ میں اس تقریب میں شریک ہوکر
تحصیل علوم کے لیے بمبئی چلا گیا اور وہ کچھ روز اپنے گھر اور سسرال میں رہے۔ اوسی
زمانے میں مہدی سوڈانی کا زور و شور تھا۔ سرکار نے پڑھائی کی تھی۔ اوس مرحوم کو
بھی مجبور کرکے لشکریوں کے علاج کے لیے مصر کی طرف روانہ کیا جب وہ جانے لگے
تو زندگی سے کچھ ایسے ناامید ہوگئے تھے کہ ہر شخص سے نہایت حسرت سے مل کے اپنی پیاری
بستی نینی کو چھوڑا۔ کچھ لوگ دور تک پہونچانے گئے راستے میں عم محترک وطن کچھ ایسا
بیقرار کر دیتا تھا کہ بیساختہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ جن سے ساتھیوں کا کلیجا
پھٹتا تھا۔ یہ لوگ دور تک پہونچا کے واپس آئے اور اوس غریب الوطن نے فوج انگریزی
کا ساتھ دیا سواکم جو مصر کے قریب ہے اور جہاں لڑائی ہوتی تھی وہاں پہونچ کے
اوس مرحوم نے اپنی خیریت کا خط لکھا۔ اسی طرح ایک مدت تک اونکا خط آتا رہا
یکایک وہاں سے انکے کسی دوست کا خط پہونچا کہ ڈاکٹر محمد حسین مرحوم نے بعارضہ ذات الجنب

۲۷- رمضان ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۱- جولائی ۱۸۸۵ء ہفتے کے دن انتقال کیا- انا للہ وانا الیہ راجعون- لشکر مین جو لوگ مسلمان تھے تجہیز و تکفین مین شریک تھے- اور سوا لکم کے میدان مین جو خرد و کلاں لشکر تھا مدعو کر دیے گئے-

اسوقت اوس مرحوم کے خیالات دل کو تڑپا رہے ہین- اگلے زمانے یاد آرہے ہین- اے میرے غمخوار ہموطن ایکدن تم اپنی پیاری بستی نینی سے یہ کہتے ہوے رخصت ہوے تھے کہ اگر جیتے رہے تو پھر اپنے وطن مالوف کو دیکھینگے احباب و اقارب سے ملینگے اور ایک روز ایسا پیش آیا کہ موت بالین پر کھڑی ہوگی اور اپنے اقربا کے غموں غیروں کو افسوس کرتے ہوے دیکھتے ہوگے اور تمھارا پیارا وطن تمھاری حسرت آلود آنکھون مین پھر تا ہوگا- اور دیدار کی آس جو ایک مدت سے تمھارے دل مین تھی وہ ٹوٹ گئی ہوگی اور وطن کے عزیز و آشنا کو یاد کرکے اوسوقت زبان حال سے پڑھتے ہونگے

نہ قاصد سے نہ صیاد سے نہ مرغ نامہ بر سے ہے
کسے یہ بیکسی من لمی بر دخت سے +

اے میرے مرحوم دوست ایک روز مین نے تمکو بھری محفل مین چھوڑا تھا- اور آج تم ایسے ملک وطن بیابان مین جا گزین ہو جہان وحشیان دشت کے سوا انسان کا نام تک نہین- اے میرے شفیق و ہمدم برادر اگرچہ تمنے کوئی اولاد نہین چھوڑی جس سے کچھ دلون تمھارا نام رہتا- مگر خدا چاہے تو اس تذکرے سے قیامت تک صفحہ عالم پر تمھارا نام روشن رہیگا- اور ناظرین تمھاری بیکسی کو خیال کرکے نہایت حسرت کے ساتھ تمھارے لیے دعاے مغفرت کرینگے- اور مین نے تو بارہا تمھارے لیے دعا کی ہے اور اسوقت بھی دل سے دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالے تمھین اپنے جوار رحمت مین جگہ دے آمین ثم آمین-

قطعہ تاریخ

ہے یہ دنیا بھی عجب عبرت فزا	مٹ گئے افسوس کیا کیا نامور
میری بستی مین جو ہین راحت حسین	رکھتے تھے اک نوجوان نور نظر
صاحب ہمم و فراست خوش صفات	پاک طینت نیک خو عالی گہر
جب محمد سے ملے لفظ حسین	نام ہو جائے عیان مثل قمر
تو اکثر رہتے تھے لشکر کے ساتھ	اونکو پیش آیا سوا لکم کا سفر

پہونچے جس دم منزلِ مقصود کو	کچھ دنوں اچھی طرح سب کی بسر
بعد چندے ناگہاں آئی اجل	دے گئے وہ داغ دل داغ جگر
اشک ریز ساں ہے کلکِ ظہور	مر گیا صد حیف پیارا ڈاکٹر
۱۳ھ	۲

شیخ محمد حسین

بن شیخ احسان حسین بن شیخ تفضل حسین بن شیخ نور علی نبموی مرحوم ۱۲۷۵ھ مین پیدا ہوئے۔ بہت پرانے کاغذات جو نمی کے اگلے بزرگون کے زمانے کے لکھے ہوئے ہین ان کے پردادا جناب شیخ نور علی مرحوم کے جمع کیے ہوئے انکے یہان سے مولف کے ہاتھ لگے جن سے بہت سی اگلی باتین دریافت ہوین اکثر لوگون کی وفات کے سن معلوم ہوئے ؛۔

شیخ مدار بخش مرحوم

مچھنور کے رہنے والے جناب شیخ عشرت علی بن شیخ صلیح الدین بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد جعفر مرحوم کے بڑے بیٹے تھے ۱۲۷۵ ہجری مین انکا انتقال ہوا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ شیخ عبدالوہاب مرحوم شیخ امیر حسن مرحوم منشی شیخ وحید احسن صاحب شیخ کریم احسن مرحوم۔ شیخ عبدالرزاق سلمہ۔ آخرین سے منشی وحید احسن جو مولف کے پسر بھائی ہین اور شیخ عبدالرزاق جو راقم کے نسبتی برادر ہین اپنے پدر بزرگوار کی یادگار رہگئے ہین۔ خدا صحیح وسالم رکھے۔ اور یقینہ حضرات داخل جنت ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلھم۔ مین نے جناب مدار بخش مرحوم کی تاریخ وفات یون لکھی ہے۔

چون جناب مدار بخش افسوس	زین جہان رفت سوے خلد برین
سال تاریخ شوق گفت دلم	رفت والا شمس بہ علیین ۱۲۷۵ھ

فائدہ۔ علیین مین دو یا مین محسوب ہوتی ہین۔ جناب جلال لکھنوی نے افادہ تاریخ مین جو یہ لکھا ہے کہ لفظ بنین دو صین وغیرہ مین ایک یا کے عدد تاریخ مین لیے جائین گے کہ ان الفاظ کے رسم الخط مین مکتوبی ایک ہی یا ہوتی ہے" یہ قول خلاف تحقیق ہے۔ غالبًا قرآن مین بنین وغیرہ کا املا ایک یا سے دیکھ کر وہ یہ سمجھے

دو یا دون سے لکھنا ہی خطا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک مین جا بجا ایسے املا ہین جو رسم خط متعارف کے خلاف ہین نوادر الاصول مین لکھا ہے کہ خط مصحف کا ہی مخالف قیاس رسم الخط معروف میباشد لہذا گفتہ اند خطان لایقاسان خط المصحف وخط العروض بہرکیف نبین وغیرہ اگرچہ قرآن پاک مین ایک ہی طرح سے ہین مگر انکا املا دو یا دون سے بلاشک صحیح ہے۔ یہ باتین علما ہی جانین۔ دیکھو شمس العلما جناب مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی مرحوم کے دیوان قسطاس البلاغۃ مین یہ تاریخ موجود ہے ع

نازل روضۂ علیین باد۔ آمین علیین کی دو یائین محسوب ہوتی ہین +۔

شیخ مشرف علی مرحوم

بن شیخ صلاح الدین مینپوری بن شیخ محمد واصل مرحوم۔ خدا بخشے انپر عجب واقعات گزرے۔ ایکرات کھلیان مین سوئے تھے کوئی شخص چھپری سے انکا گلا کاٹنے لگا بہت کچھ کٹ چکا تھا کہ غل شور کرنے سے وہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ قاتل کو کوئی چور کہتا ہے۔ کوئی بھوت بتاتا ہے۔ بہرکیف چونکہ رگین بچ گئی تھین کچھ دنون بعد زخم اچھا ہو گیا انکی جان بچگئی۔ مگر زندگی بھر انکے گلے پر خط زخم رہ گیا۔ انکی وفات کے قبل دو سال نیی مینپور مین ایسی دھوان دھار آگ لگی کہ ساری بستی جل گئی۔ ایک گھر نہ بچا۔ آتشزدگی کے دوسرے سال ۱۲۵۰ ہجری مین صوبہ بہار مین وہ طوفان خیز باڑہ آئی کہ بڑی بڑی بلند عمارتون پر پانی پھر گیا۔ ہزارون آدمی بہ گئے۔ کتنے جانور ڈوب کر مر گئے۔ یہ عالم تھا کہ چھپر دن پر آدمی بہے چلے جاتے تھے دوسرے لوگ آنکھون سے دیکھتے تھے مگر نکالنے کی کسی کو جرأت نہین ہوتی تھی۔ اگر کوئی ڈوبتا اچھلتا خوش قسمتی سے کسی درخت کے پاس پہونچ جاتا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا وہ تو درخت سے لپٹ جاتا اور درخت کے کالے اوسکے بدن مین لپٹ جاتے۔ پانی کے مارے حشرات الارض کچھ ایسے بدحواس ہو رہے تھے کہ انسان اپنے بدن سے سانپون کو چھوڑ کر پھینکدیتا اور وہ کاٹنے تک نہ تھے۔ نیی مین دو ایک گھر کے سوا جتنے اونچے اونچے مکانات تھے اونکے صحن مین پانی اسقدر بھر گیا تھا کہ آمد و رفت یک قلم موقوف ہو گئی تھی۔ کتنے مکان بیٹھ گئے۔ کتنے گھر غرقاب ہو گئے۔ گلہ نہین

اسقدر پانی آگیا تھا کہ لوگ گھر نی پر چڑھ کے ایک مکان سے دوسرے مکان میں جاتے تھے۔ لوگون سے اس طوفان کو سیلاب کا نام بڑھیا بارڈھر کہا ہے غرضکہ طوفان نوح کا عالم تھا مگر بفضلہ بہت جلد پانی گھٹنے لگا اور دو تین ہی روز میں معمولی سیلاب کی طرح پانی رہ گیا۔ ان دنون مشرف علی مرحوم ڈیا میں تھے۔ شیخ بہادر علی مرحوم ساکن ڈیانوان کے خسر صاحب نے اپنی تین اطفال کیا تھا۔ چہلم کی تقریب میں وہ گھر نی پر اپنی آنے لگے شیخ مشرف علی مرحوم کو گھر کا دھیان بندھا تھا کہ خدا جانے اس طوفان میں کیا حالت ہوئی وہ بھی ساتھ ہوئے۔ ڈیا میں سے دو تین کوس تک حیرت کے ساتھ پھونچے۔ راستہ میں کہیں یکایک ایک گھڑا ٹوٹ گیا۔ گھر نی چکر کھا کے ڈوبنے لگی شیخ مشرف علی مرحوم گھر نی سے پانی میں اولٹ گئے اور گرتے ہی غائب ہو گئے۔ شیخ بہادر علی مرحوم بڑے پیراک تھے۔ اونکا ایک لڑکا بھی ساتھ تھا۔ اوسکو اپنے کاندھے پر چڑھائے پانی میں کود دے۔ پانی کا کچھ ایسا توڑا تھا کہ کچھ دور تک تو پیرے پھر باپ بیٹے الگ ہو گئے۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ لڑکا تیر کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور شیخ بہادر علی جو بڑے تیراک تھے غوطے کھا کھا کے بیٹھ گئے۔ غرضکہ شیخ مشرف علی مرحوم کا پتا لگا نہ شیخ بہادر علی مغفور کا نشان ملا۔ دونون ڈوب کر غریق دریائے رحمت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مظہر علی مرحوم

بن شیخ کرم علی ولد شیخ لطف اللہ بن شیخ محمد افضل مرحوم۔ مینپور کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۲۱۰ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہیں۔

محمد معشوق مرحوم

بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ معز الدین بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الحکیم مرحوم مینپور کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۲۰۰ ہجری تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہیں ۔

منشی میر احسن

یہ میرے سسرے چچا جناب منشی شیخ سعادت علی صاحب کے صاحبزادے ہین سنہ ۱۲۶۹ھ مین پیدا ہوے - نہایت تجربہ کار و جہاندیدہ آدمی ہین - کلکتہ - بنارس - بھوپال - حیدرآباد کی سیر کر آئے ہین - حضرت پیر و مرشد جناب مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی مدظلہ کے مرید ہین - خدا صحیح و سالم رکھے - اپنے پدر بزرگوار کے یادگار ہین ۔

شیخ ناصر علی مرحوم

بن شیخ اصغر علی بن شیخ سیف اللہ نیموی مرحوم - جوانی مین انکو بنگالے جانے کا اتفاق ہوا - وہان کچھ دنون رہ کے کسی بنگالی سے وہ منتر سیکھ کر گھر پہونچے کہ جس سانپ کے کاٹے ہوے کو جھاڑا وہ بفضلہ اچھا ہی ہو گیا - جن لوگون نے انکو دیکھا ہے وہ انکے منتر کی وہ کیفیت بیان کرتے ہین کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے - سنہ ۱۲۷۹ھ مین انکا انتقال ہوا ۔

مولوی حکیم محمد نذیر خان

ولد اکبر حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی مرحوم - یہ میرے علاتی بھائی ہین - سنہ ۱۲۵۰ھ مین پیدا ہوے - عربی مین جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم مرحوم ساکن نگر نہسہ کے شاگرد ہین - اور طب مین جناب حکیم سید فدا حسین مرحوم ساکن نوری چک کے تلمیذ رشید ہین - نہایت ذہین و فطین آدمی ہین - پہلے جناب سید فضل الرحمن صاحب رئیس اعظم موضع ڈھری ضلع عظیم آباد کے بیٹے جناب سید خلیل الرحمن صاحب کی تعلیم کو مقرر ہوے - پھر انکے دربار کے مختار ہوے - پھر موضع ڈھری کا شفاخانہ انکے سپرد ہوا - آج کل مختلف عہدون پر مامور ہین ۔

نظام الدین مرحوم

بن شیخ محمد قیوم بن شیخ نجم الدین مرحوم - ہمپور کے رہنے والے تھے - سنہ ۱۲۴۲ھ تک زندہ تھے - باقی حال کچھ معلوم نہین ۔

شیخ نعیم الدین

بن شیخ بشارت علی نیموری بن شیخ جوگی مرحوم ۱۲۵۱ھ مین پیدا ہوے۔ نہایت نیکبخت سلیم الطبع آدمی ہین۔ فارسی۔ انگریزی بقدر ضرورت جانتے ہین ۱۳۰۷ھ مین انکی شادی ہوئی۔ دوسرے سال خدا نے ایک فرزند عطا کیا جسکا مشہور نام عبد الحفیظ اور تاریخی نظیر الدین احمد ہے۔ منشی عبد الغفور صاحب دقیق ساکن موضع چھولی نے انکی شادی کی تاریخ یون لکہی ہے۔

شکر صد شکر کہ شد صورت امید پدید	وصلت صورت دلخواہ مبارک بادا
مسلک گشت چو در رشتہ ترویج نعیم	ہم گفتند ہمانگاہ مبارک بادا
سال تاریخ رقم کرد چنین کلک دقیق	خانہ آبادی نوشاہ مبارک بادا
	۱۳۰۰ھ

شیخ نواز شش حسین مرحوم

بن شیخ فرحت علی نیموی مرحوم بن شیخ کفایت اللہ بن شیخ سیف اللہ مرحوم کشتی پہلوانی مین نہایت طاق تھے۔ ڈنڈ۔ مگدر۔ پھری گتکے کے فن مین بہت بڑے مشاق تھے۔ مینے لڑکپن مین انکو دیکہا ہے۔ پست قد۔ گندمی رنگ تھے۔ بدن مین بھی مانشاء اللہ خوب کس بل تہا۔ جوار بھیر مین استاد گنے جاتے تھے۔ خدا جنت نصیب کرے ۱۲۸۹ھ مین انتقال کیا۔ انکے نواسے میان صدر الحق وغیرہ صاحبزادگان ڈاکٹر محمد صدیق نیموی انکے یادگار ہین۔

شیخ نور علی مرحوم

بن شیخ حفیظ اللہ بن شیخ نکی الدین نیموی مرحوم ۱۲۵۰ھ مین پیدا ہوے۔ نہایت تجربہ کار دکار آزمودہ آدمی تھے۔ لوگ انکو گہاگ نور علی کہا کرتے تھے۔ خدا بخشے ۱۳۰۴ھ مین انتقال کیا۔

قطعہ تاریخ

صاحب جود و کرم نور علی	کیف چون زیر زمین شد پنہان
بہر تاریخ وفاتش گفتم	صاف دل رفت بہ گلزار جنان
	۱۳۰۴ھ

شیخ محمد واصل مرحوم

بن شیخ محمد جعفر بن شیخ عبدالحی مرحوم ممپور کے رہنے والے تھے ۱۲۲۱ھ تک زندہ تھے - یہ بستی آج انھین کی اولاد سے آباد ہے -

منشی وحید حسن

بن شیخ مدار بخش بن شیخ عشرت علی بن شیخ صلیح الدین بن شیخ محمد واصل ممپوری مرحوم - ہوشیار و تجربہ کار آدمی ہین - صوم و صلوٰۃ کے نہایت پابند ہین - مؤلف کے پیر بھائی ہین - خدا زندہ رکھے - مغتنمات سے ہین +

منشی وحید الکریم مرحوم

بن شیخ ناصر علی نیموی مرحوم - فارسی بہت اچھی جانتے تھے - تحریر نہایت پاکیزہ تھی - اشعار کے نکات خوب سمجھتے تھے - آخر عمر مین سیر و سیاحت کے لیے بنگالے کی طرف نکل گئے تھے - وہان کسی مرد درویش سے ملاقات ہوئی - اوسکو مرد کامل پاکے اوسکے ہاتھہ پر بیعت کی - جب کچھہ دنون صحبت رہی تو اوس مرد درویش نے انکو مرد برگزیدہ جامع اوصاف حمیدہ پاکے چاہا کہ میرے بعد ہی سجادہ نشین ہون - مگر انھون نے قبول نہین کیا - کچھہ عذر معقول کرکے ٹال دیا - ایک مدت تک پیر کی خدمت مین رہے - پھر رخصت طلب کی چلتے وقت اوس بزرگ نے ایک ٹوپی عطا کی - جو فقیرانہ وضع پر تھی اور جسمین جابجا پیوند لگے تھے - اور اوس بزرگ نے خود اپنے ہاتھون سے اوسکو سیا تھا - جب اپنے وطن مین پہونچے - ایکرات اوس ٹوپی کو اپنے سرہانے رکھہ کر سوئے نماز تہجد پڑھنے کو جو اٹھے تو اوسمین چنبیلی کے پھول رکھے ہوئے پائے اوس روز سے اوس ٹوپی کو نہایت احتیاط سے رکھتے تھے - ۱۳۰۲ھ مین پہلے بخار مین مبتلا ہوئے - پھر ران مین پھوڑا نکلا - ۱۶ - رمضان کو سہ شنبہ کے روز انتقال کیا - اوس متبرک ٹوپی کو بھی لوگون نے تبرکاً قبر کے کسی گوشے مین رکھدیا - بہرکیف کریم النفس - عمیم الاخلاق - زاہد و عابد آدمی تھے ان سب باتون کا ثمرہ یہ کیا کم ہے کہ رمضان ایسے مبارک مہینے مین انتقال کیا - جسکی شان مین

حدیث شریف مین آیا ہے اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ یعنی رمضان آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہین اور ابواب جہنم بند کردیئے جاتے ہین - اَللّٰھُمَّ اغفرلہ

قطعہ تاریخ

جناب شیخ وحید الکریم نیک نہاد	چو کرد جانب فردوس زین جہان رحلت
برائے سال وفاتش نوشت کلک خطیر	فرود گاہ وحید الکریم در جنت ۱۳۰۰ھ

شیخ ولایت کریم مرحوم

شیخ ناصر علی نیموی مرحوم کے بڑے بیٹے تھے - خدا بخشے بہت اچھے آدمی تھے - شادی بیاہ مین بہت کام آتے تھے - ہر عمدہ کام مین پیشقدمی کیا کرتے تھے - سنہ ۱۳۰۶ھ مین عظیم آباد مین انکو عارضہ ذات الجنب ہوا - دو تین روز ٹھہرے - یکم جمادی الاخرہ کو ہفتے کے دن انتقال کیا -

تاریخ

چون ولایت کریم در پٹنہ	بخدا سے قدیر رحلت کرد
شوق تاریخ رحلتش گفتم	زین جہان حقیر رحلت کرد ۱۳۰۶ھ

فائدہ - پٹنہ عظیم آباد کا قدیم نام ہے - اور یہ لفظ ہندی ہے - تانے ثقیلہ کا ہونا اسپر صاف دال ہے - چونکہ ایک شہر کا نام ہے باوجود لفظ ہندی ہونے کے اسکا استعمال ترکیب فارسی درست ہے - کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو لفظ ہندی کہ کسی چیز کا نام یا لقب واقع ہو جیسے لکھنو - راجہ مہاراجہ - یا اسم جنس واقع ہو اور اوسکی فارسی مشہور ہو جیسے گوشہ - پنجہ - تو اوسکو ترکیب فارسی استعمال کرنا درست ہے مگر افسوس کہ اکثر حضرات اس قاعدے سے واقف نہین اور بے علمی سے اس قسم کی ترکیب پر اعتراض کر بیٹھتے ہین - چنانچہ آتش مرحوم کا یہ شعر ہے ؎ کسی کی محرم آب روان نہ ہوئی - جواب کے جو برابر کوئی جواب آیا - اسپر لوگون کا یہ اعتراض ہے کہ محرم انگیا کی ایک چیز کا نام ہے نہ کہ پانی کے - لہذا یہ نام ہندی ہے - اوی طرح آب روان جواب

قسم کے کپڑے کا نام ہے اسکو ہندی سے خصوصیت ہے - غرضکہ دونون لفظ ہندی ہین
پس بطور فارسی اسکی اضافت درست نہین ہونی چاہیے - "آب روان کی
محرم" جناب مرزا انجھو بیگ صاحب عاشق لکھنوی نے اپنے لغت بہار ہند مین آب روان
کی تحت مین یہ لکھکر کہ اسس لفظ پر بھی فارسی کا دھوکا ہوتا ہے - آتش مرحوم کا دہ شعر
تحریر فرماکر یہ لکھا ہے کہ "اسپر بڑے بڑے اعتراض ہوئے - اولٹے سیدھے جواب دیئے گئے
محرم کو بے اضافت پڑھنے کو کہا - بہر نوع بشریت سے نظر چوک گئی اور دراصل
ترکیب ہی کمبخت ایسی ہے" مین کہتا ہون کہ سرے سے اعتراض ہی بجا ہے کیونکہ
جب نہ اسکی عربی ہے نہ فارسی تو کلام فارسی مین جب انکو بیان کرنا چاہین گے تو
آخر کسطرح بیان کرینگے - لامحالہ یہی الفاظ مستعمل ہونگے جب کلام فارسی مین انکو
استعمال کرسکتے ہین تو اردو مین باضافت فارسی استعمال کرنا یقیناً درست ٹھہرا -
یہی وجہ ہے کہ محققین ہند نے بے کھٹکے اس قسم کے الفاظ بترکیب فارسی استعمال
کیے ہین ناسخ ؎ ایام باڑہ بنا کر دو مصرع تاریخ + ایام باڑہ گردون بنا سے
سلطانی است + ظاہر ہے کہ ایام باڑہ ہندی لفظ ہے - رائے ہندی موجود ہے -
محرم اور آب روان پر تو عربی فارسی ہونے کا دھوکا ہوسکتا ہے - مگر یہ لفظ تو
ایسا ہے جسکا ہندی ہونا اظہر من الشمس ہے - ممکن نہین کہ ناسخ ایسے قابل شخص پر
اس لفظ کی ہندیت مخفی رہی ہو - پس دیدہ و دانستہ جو استعمال کیا تو آخر اسکی
وجہ کیا ہے وہی جو مین لکھ آیا +

محمد ہادی مرحوم

ابن شیخ علیم اللہ بن شیخ مجیب اللہ بن شیخ یار اللہ بن شیخ شیر محمد مرحوم - یہی
کے رہنے والے تھے ۱۳۰۳ھ مین لاولد انتقال کیا - انا للہ وانا الیہ راجعون +

محمد ہاشم مرحوم

یہی کے رہنے والے تھے شیخ غیاث الدین مرحوم کے بیٹے تھے ۱۳۱۲ھ مین انکا
انتقال ہوا

قطعۂ تاریخ

محمد ہاشم فرخندہ بنیاد	رو نیاے دلی شد خوے جنت
سپے تاریخ فوکش خامۂ شوق	رقم زد آہ ہاشم کردِ رحلت
	۱۲۱۴ھ

محمد یحییٰ مرحوم

بن منشی غلام شرف بن شیخ غلام منظر بن شیخ نصر اللہ مرحوم۔ ان کے آبا و اجداد موضع اشرف پور کے رہنے والے تھے۔ انکے باپ منشی غلام شرف مرحوم کی شادی نیمی میں ہوئی تھی جسکی وجہ سے نیمی میں بود و باش اختیار کی تھی۔ یہ بہت بڑے خوشنویس تھے۔ خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ عربی سے بھی واقف تھے۔ انکی گواہی اکثر کاغذات میں بایں عبارت شہادت بنا فیہ غلام شرف پائی جاتی ہے۔ خوشنویسی کی وجہ سے بادشاہ دہلی کے یہاں نوکر تھے۔ محمد یحییٰ مرحوم ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۷۳ھ تجسۂ طالع انکی تاریخ ولادت ہے۔ افسوس نیمی میں آج انکا کوئی نام لیوا نہیں

شیخ محمد یوسف

بن شیخ سخاوت علی نیموی مرحوم ۱۱۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ظرفمند تاریخ ولادت ۱۱۷۲ھ ہے۔ مولف کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔

فائدہ

تحقیق سے کما حقہ ثابت ہوتا ہے کہ ناموں کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے جس وصف کا نام ہوتا ہے۔ اکثر اوسی وصف کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ اور غالباً اسکا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بعض حضرات کی زبان میں اثر بخشا ہے اور بعض اوقات کو بھی موثر بنایا ہے کہ اوسوقت جو لفظ منہ سے نکلتا ہے اوسکا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جب کوئی برا نام رکھا جاتا ہے تو آخر کسی اچھے وقت یا کسی اچھے شخص کی زبان سے ضرور نکلتا ہے جسکا نتیجہ بد ظاہر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیح نام بدل دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک لڑکی کا نام عاصیہ رکھا تھا۔ آپ نے بدل کے جمیلہ رکھدیا

حضرت علی نے اپنے تیسرے صاحبزادے کا نام حرب رکھا۔ آنحضرت نے حسن بدل دیا پھر جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو حضرت علی نے وہی حرب رکھا آپ نے حسین بدل دیا۔ پھر جب تیسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ حضرت علی نے وہی حرب رکھا آپ نے محسن بدل دیا۔ اور فرمایا کہ یہ نام اولاد کے بچپن کے نام کے مناسب نہیں کہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ دیکھیے کہ حضرت علی کی زبان سے برجستہ حرب نکلا تھا۔ ہر چند آنحضرت نے بدل کر اچھا نام رکھا مگر آخر اولاد کا نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو حرب کے کیسے سخت و سنگین واقعات پیش آئے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے جد امجد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں پہونچے تو آپ نے نام دریافت فرمایا اونھوں نے حزن بتلایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا بل انت سہل چونکہ حزن نام اونکے باپ دادا کا رکھا ہوا تھا اور بیچارے لوگوں میں اسی نام سے مشہور ہو چکے تھے اپنا نام وہی حزن ہی رہنے دیا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اب تک ہم لوگوں میں ہمارے دادا کے نام کا اکثر چلا آتا ہے کہ کسی وقت ہم لوگ حزن و ملال سے خالی نہیں رہتے۔

اب نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بعض جہلا نے ہندوستان میں یہ خیال فاسد کر لیا ہے کہ اگر ذلیل و خوار نام رکھے جائینگے تو لڑکا زندہ رہیگا نہایت بُرے بُرے نام رکھتے ہیں۔ جیسے دگڑی چھکوری کندوڑی۔ گھاسی۔ بجوسی۔ وغیرہ۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی اولاد کا نام نہایت عمدہ رکھے۔

ابو داؤد میں ہے عن ابی وہب الجشمی وکانت لہ صحبۃ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن۔ یعنی ابو وہب جشمی صحابی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ یہ تو کل انبیا علیہم السلام کے نام تھے اور بھی گرامی عمدہ ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ سب سے متبرک اور پیارا نام محمد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی۔ ایکدفعہ آپ بازار تشریف لیے جاتے تھے۔ کسی نے کہا یا ابا القاسم آپ سمجھے کہ مجھے پکارتا ہے آپ اوسکی طرف متوجہ ہوئے اونے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ اس شخص کو پکارا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرا نام جو محمد ہے وہ رکھو مگر میری کنیت نہ رکھو اور بعض احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نام بھی میرا اور کنیت بھی میری رکھو ایسا نہ کیا کرو اگر محمد نام رکھو تو ابو القاسم کنیت نہ رکھو اور اگر ابو القاسم کنیت رکھو تو محمد نام

یعنی عبد الحارث اور عبد النبی وغیرہ ایسے نام جو بین الناس شایع ہین - وہ جائز ہین
اور شاہ ولی اللہ مرحوم نے فتح الرحمٰن مین آیہ فلما آتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء کی بحث
تحریر فرمایا ہے - ازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعی است از شرک چنانکہ اہل زمانہ ما غلام
فلان و عبد فلان نام نہند - مولف کہتا ہے کہ عبد النبی ایسے اسماء کی ممانعت تو بیشک
ثابت ہے - مگر غلام نبی ایسے ناموں کی ممانعت مین مجھے کلام ہے کیونکہ غلام اور عبد کے
مفہوم مین بہت بڑا فرق ہے - جب خود آنحضرت نے فرمادیا ہے کہ عبدی نہ کہو غلامی
کہا کرو اور غلام کے معنے فرمانبردار کے بکثرت مستعمل ہین تو غلام نبی غلام مصطفےٰ ایسے نام
کیون ممتنع ہونے لگے ؛

خاتمۂ کتاب

اے میرے پیارے وطن نیمی خدا تجکو آباد رکھے تیرا ذکر بھی عجب لطف آمیز ہے
غضب کا لذت انگیز ہے - جی نہین چاہتا کہ مین چھوڑون سکوت اختیار کرون مگر کیا کرون
اگلی باتین کہان تک لکھون - جہان تک صحیح طور پر مجھکو حالات معلوم ہوے قلمبند کیے
خدا جانے اگلے زمانے مین کیسے کیسے لوگ یہان پیدا ہوے - اور پیوند خاک ہوے -
جنکے ذکر خیر سے مین مجبور ہون - میرا قلم صداقت رقم عاجز ہے - جب مین نے مشتے نمونہ
از خروارے صرف چند حضرات کے تذکرے لکھے ہین تو کس منہ سے کہون کہ مین نے حق
وطن ادا کیا ہے - ہان خون لگا کے شہیدون مین داخل ہوا ہون - افسوس کہ زمانہ حال
کے سب لوگون کا حال بھی نہ لکھ سکا - طول بیانی کا خیال سد راہ ہوا - دل کا حوصلہ
دل ہی مین رہا ع ہر چہ گیرد مختصر گیرد - پر عمل کیا - خیر پھول نہین تو پنکھڑی
ہی سہی - اے میری پیاری نیمی - اب تجھسے گلے مل کے رخصت ہوتا ہون - اور سچ کہتا
ہون کہ مجھکو تجھسے کچھ ایسی محبت ہے کہ قیامت تک تیری دلکش صورت نہ بھولیگی - ہر دم
تیرا سمان آنکھون مین رہے گا - اے میرے خدا جو دعا دل سے نکلتی ہے تو اوسکو رد نہین
کرتا - مین اسوقت نہایت عاجزی کے ساتھ تیری درگاہ عالی مین ہاتھ اوٹھا کے التجا
کرتا ہون کہ جو لوگ نیمی مین پیدا ہوے یا یہان آکے بسے - یا یہان کی خاک کے پیوند ہوے
یا جنکو میرے پیارے وطن سے کچھ بھی تعلق ہے تو اپنی رحمت واسعہ اور شان کریمی کے صدقے

اونکو بالاہمان اور خاتما اور اونکے گناہون کو معاف کرنا اور جنت مین داخل کرنا
ع - آمین - آمین ثم آمین

نظم

اے خداوند آسمان و زمین — خالق عرش پاک و خلد برین
عالم الغیب ہے لقب تیرا — حال تو جانتا ہے سب میرا
ہون مین دلدادہ بہار وطن — جان و دل سے ہون مین نثار وطن
کیا کہون دل مین جو محبت ہے — مجکو نیمی سے خاص الفت ہے
بلبل گلشن وطن ہو نمین — جوش الفت مین نغمہ زن ہو نمین
مجکو ہر خار مین یہانکے بہار — نظر آتی ہے صورت گلزار
ہین نظر مین کچھ اور جھاڑ یہان — ہر شجر پر یہانکے ہو نمین نہال
دل مین حب الوطن جو ہے جاگیر — ہے یہان کا غبار مجکو عبیر
ٹوٹے پھوٹے جو ہین در و دیوار — دل عاشق کے اونمین ہین آثار
بلبلون کو چمن مبارک ہو — مجکو میرا وطن مبارک ہو
یا خدا ہے یہی دعا میری — صدق دل سے ہے التجا میری
ہے جو نیمی مرا وطن پیارا — اک جہان کی ہو آنکھ کا تارا
رہے یہ گانون حشر تک آباد — رہنے والے رہین یہانکے شاد
شوق کب تک یہ نغمہ خوانی — ہو چکی آپ کی گل افشانی

لکھیے تاریخ سال رشک چمن
ہے طراز ندہ ذکر اہل وطن
۱۲ ۱۳۰ھ

تمت

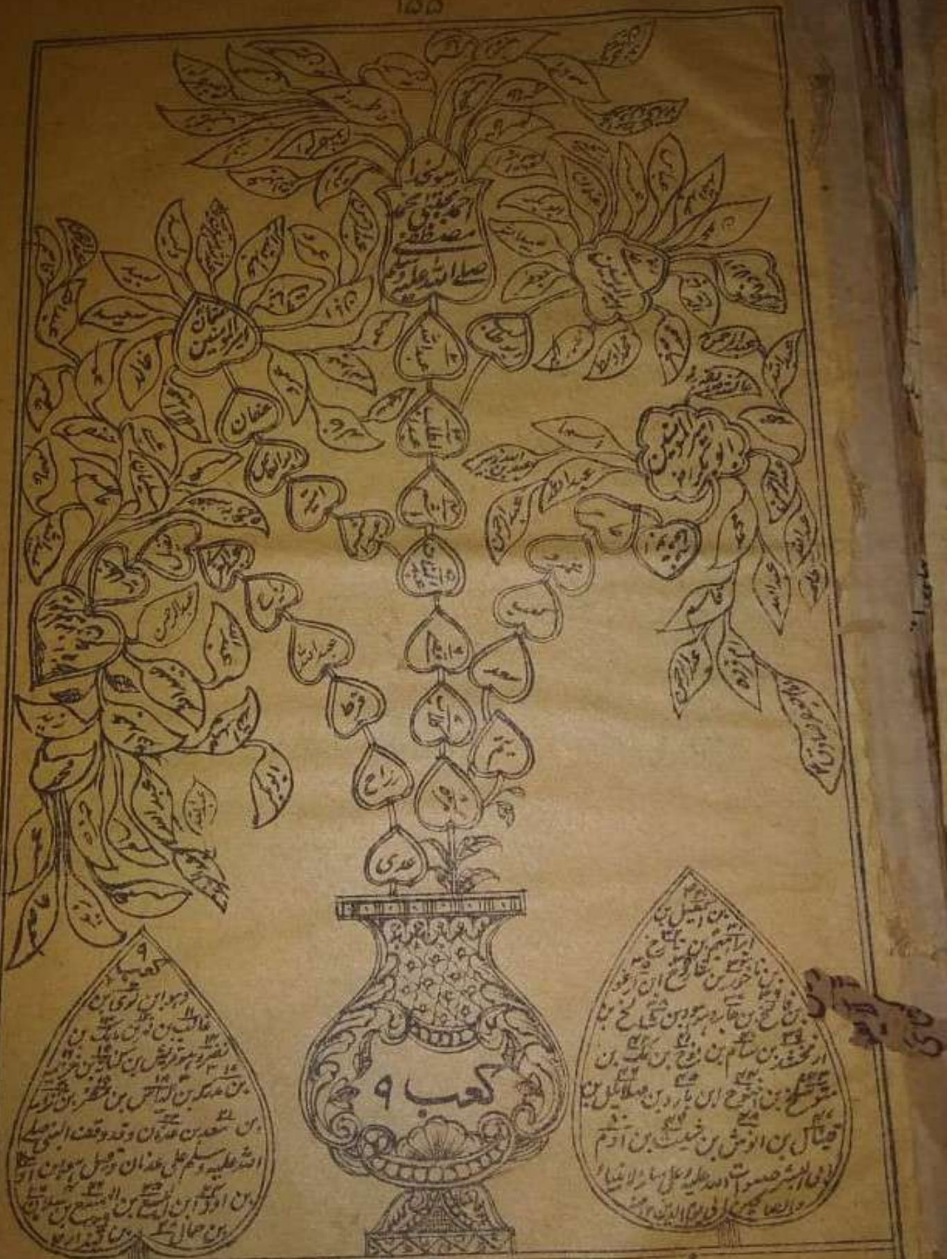

شجرۂ اصول حضرات شیوخ وسادات

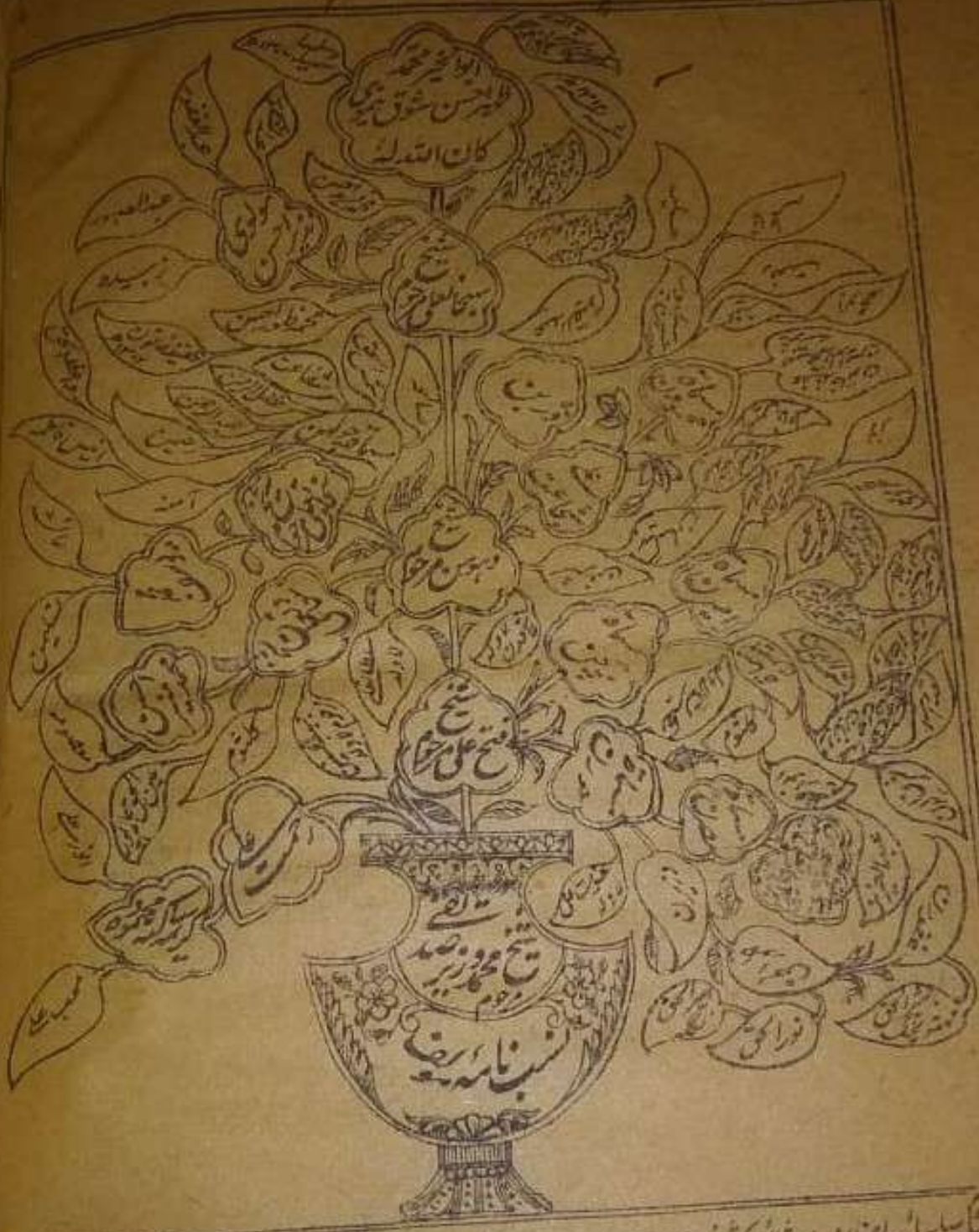

بدانکہ سلسلہ سولف از روی وثائق بشیخ محمد زبیر مرحوم میرسد و از بعض نغات معلوم شدہ کہ نام پدر شیخ محمد زبیر شیخ محمد علی بود و در بعض کاغذات نام
محمد علی شیخ غلام پدر ان شیخ عبد الہادی نوشتہ لکن سابق ہمہ کہ این محمد علی ہمان پدر محمد زبیر مرحوم است باقی ماند حقیقت
شیخ محمد زبیر بوضوح نہ پیوست تحقیق رسیدہ در کاغذات علیحدہ جناب شیخ محمد نصیر ساکن سورج نام پدر شیخ محمد زبیر مرحوم کہ عبارتش ایست
علمدار پسر شیخ محمد زبیر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ محمد حسین بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ
محمد ساکن سورج سوادید عزیز گرامی شما اجمالا بوضوح پیوست کہ شیخ محمد زبیر مرحوم پسر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ
محمد حسین بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ محمد ساکن سورج بود و در بعض کاغذات نام پدر شیخ محمد زبیر
محمد علی شیخ غلام پدر ان شیخ عبد الہادی نوشتہ لکن سابق ہمہ کہ این محمد علی ہمان پدر محمد زبیر مرحوم است باقی ماند حقیقت
شیخ محمد زبیر بوضوح نہ پیوست تحقیق رسیدہ در کاغذات علیحدہ جناب شیخ محمد نصیر ساکن سورج نام پدر شیخ محمد زبیر مرحوم کہ عبارتش ایست
علمدار پسر شیخ محمد زبیر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ محمد حسین بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ
محمد ساکن سورج سوادید عزیز گرامی شما اجمالا بوضوح پیوست کہ شیخ محمد زبیر مرحوم پسر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ
محمد حسین بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ محمد ساکن سورج بود و در بعض کاغذات نام پدر شیخ محمد زبیر
محمد علی شیخ غلام پدر ان شیخ عبد الہادی نوشتہ لکن سابق ہمہ کہ این محمد علی ہمان پدر محمد زبیر مرحوم است باقی ماند حقیقت
شیخ محمد زبیر بوضوح نہ پیوست تحقیق رسیدہ در کاغذات علیحدہ جناب شیخ محمد نصیر ساکن سورج نام پدر شیخ محمد زبیر مرحوم کہ عبارتش ایست
علمدار پسر شیخ محمد زبیر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ محمد حسین بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد الغنی بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ
محمد ساکن سورج سوادید عزیز گرامی شما اجمالا بوضوح پیوست کہ شیخ محمد زبیر مرحوم پسر شیخ محمد علی بن شیخ محمد نصیر بن شیخ

نسب نامہ حضرات یمنی

نسب نامہ حضرات ممبسور
نسب نامہ حضرات ممبسور
نسب نامہ حضرات ممبسور
نسب نامہ حضرات ممبسور

تمت

غلطنامہ یادگار وطن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	آنا	آنا
۳	۱	اوبلے	اوبل
"	۵	جسکی	جنکی
۷	۲۶	تہین	نہین
۱۰	۲۳	مؤرد	مورد
۱۱	۱۰	مجبور	لوگ مجبور
۱۳	۱۸	الشعر	الشعرا
"	۲۱	انھا	انکا
۱۶	۲	ندارد	دارد
۱۹	۱۰	تمیہ یا تخرجہ	تتمہ یا تخرجہ
"	۱۳	"	"
"	"	داخلی	خارجی
۲۲	۴	آہ	ہاے
"	۱۱	مظہرہ	مظہرہ کو
۲۴	۱۸	ذیشان	ذیشان حسین
۲۸	۴	پہنگو	پہلگو
۳۳	۸	دال	+
۴۰	۹	نیمی	نیمی کا
۴۲	۳	۱۲۷۳ھ	۱۲۷۳ھ
"	۷	"	"
۴۳	۲۲	برین کو	برین مین
۴۶	۱۷	۱۲۹۶ھ	۱۲۸۵ھ
۵۲	۳	شون	شور
۵۵	۲	او	اے
۵۸	۷	کلام اپنا	اپنا کلام
"	۲۲	ابری بار دومن	ابر باران دمن و یار
"	"	یشوم از یار جدا	ستادہ بود ع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۲۵	درون	دونون
۶۱	۶	بہلنا	ٹہلنا
"	۱۳	دم نکلنا	دل بہلنا
"	۲۴	باہر	وہ باہر
۶۸	"	"	ناسخ ؎
۷۸	۱۰	آپ دو	آپ خود
۷۹	۸	کان پر جوں نہ رینگنا	+
"	"	نہایت ہی غافل ہونا	+
"	۹	باندھنا	بندھنا
۸۵	۸	لہرا	لہرانا
۸۹	۲	یہ اختلاف	اختلاف
۱۰۲	۴	اونہون	اوغون جنہون
"	"	جنہون	اون - ہن
۱۰۶	۷	کرنا	نظر آنا
۱۱۰	۲۵	کیے	کیے ہین
۱۱۹	۷	بارہ دری	دائرہ
۱۲۱	۶	بخواہم	بخوابم
"	۱۹	عبدالرزاق	عبدالرؤف
۱۲۷	۶	عبدالقبور	عبدالصبور
"	۱۴	بہانجے	بہانجی کے بیٹے
۱۴۰	۱۰	شاد	شاد شد
۱۴۴	۱۲	توڑا	توڑ
۱۴۹	۵	لیے گیے	دیے گیے
"	۸	اسکی	انکی
"	۲۰	۱۳۰۲ھ	۱۲۰۳ھ
۱۵۱	۱۲	اکثر	اکثر

تمت

اشتہار کتب مؤلف

اوشحۃ الجید

ائمہ اربعہؒ کی تقلید کا بیان حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ سوانح عمری قیمت فی جلد۔ ۱؎

حبل المتین

آیین بالاخفاء کے ثبوت مین یہ رسالہ نہایت عرقریزی سے لکھا گیا ہے جسکے مخالفین بھی مداح ہین قیمت فیجلد ۰۶؎

ردّ السکین

حبل المتین کی تائید۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کے رسالے کا جواب باصواب قیمت فیجلد۔ ۰۱؎

مقالہ کاملہ

بعض حضرات غیر مقلدین کے رسالے کا جواب حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کے ملفوظات کی تائید قیمت فیجلد ۰۴؎

تذئیل

بزرگان دین کے ہاتھ پاؤن چومنے کا ثبوت استحباب۔ قیمت فی جلد۔ ۰۲؎

ازاحۃ الاغلاط

غلط الفاظ کی تحقیق مین یہ رسالہ بحوالہ کتب و اشعار اساتذہ نہایت جانفشانی سے لکھا گیا ہے قیمت فیجلد ۰۸؎

اصلاح

اردو زباندانی کے باب مین یہ رسالہ نہایت ہی عمدہ لکھا گیا ہے۔ قیمت فی جلد۔ ۰۲؎

ایضاح

رسالہ اصلاح کی شرح ہے جسمین شاعری کے متعلق جابجا جدید و مفید باتین درج ہین۔ اسکے ساتھ اصلاح اور ازاحۃ الاغلاط یہ دونون نایاب رسالے بھی بعد نظر ثانی چھپے ہین۔ قیمت ۰۶؎

سرمۂ تحقیق

یہ رسالہ اہم باسمی ہے جسکی دھوم ہندوستان مین مچی ہوئی ہے۔ اسمین معرکۃ الآرا الفاظ کی چھان بین کیگئی ہے اسکے ساتھ نعمت عظمیٰ۔ حل القصیدہ۔ تذکرۃ الشوق۔ دندان شکن۔ طومار التوبیخ بھی شامل ہین قیمت۔ ۰۵؎

نغمۂ راز

یہ پُر درد مثنوی نہایت پاکیزہ خیال کے پیرائے مین نظم ہوئی ہے۔ فقریبا سئہ بارہ مثنوی سوز و گداز کے ساتھ چھپنے والی ہے۔ اسکے ساتھ درد جدائی۔ صبح وصال۔ شام فراق یہ لاجواب نظمین بھی رہینگی۔ قیمت۔ ۰۶؎

المشتہر

ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق نیموی۔ حال مقامی شہر پٹنہ۔ شاہ کی املی